ISSN 0971-9288

اردو بک ریویو

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

اقبال

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPER
FOR INDIA UNDER NUMBER 63106 / 95
URDU BOOK REVIEW, NEW DELHI-110 002
ISSUE NUMBER 71-72 VOL. VI SEP.- OCT. 2001

S.K. ENTERPRISES
EVERYTHING IN DESIGNING

CONVERTING THOUGHTS INTO REALITY

Creation of
- Catalogues
- Brochures
- Folders
- Posters
- Calendars
- Magazines
- Books
- Cover Designs
- Packaging Design
- Printing & Processing
- Interactive Web Design

Call us
for your next
Designing
Project !

2715, Kucha Chellan, Darya Ganj,
Behind Moti Mahal Restaurant, New Delhi-110002
Phones : 3250560 Email : sk_enterprise@usa.net

CALL TO : NIHAL

ISSN 0971-9288

ماہنامہ

اردو بک ریویو

نئی دہلی

جلد : ٦

شمارہ : ٧١-٧٢

ستمبر، اکتوبر ٢٠٠١ء

جمادی الآخرہ۔ شعبان المعظم ١٤٢٢ھ

مدیر: عارف اقبال

مجلس ادارت

☆محمود عالم

☆ارشد سراج الدین مکی

☆اے۔ یو۔ آصف ☆محمد تسیم

انچارج سرکولیشن و اشتہارات

اعزاز حسن

نمائندے

☆ڈاکٹر غنی الاکرم سبزواری (مکہ مکرمہ)

☆علیم خاں فلکی (جدہ)

☆رضوان احمد فلاحی (لندن)

☆خالد اعظمی (کویت)

☆حافظ محمد سجاد تتر الوی (پاکستان)

☆سید شجاعت بخاری (کشمیر)

ممبر آل انڈیا اردو ایڈیٹرز کانفرنس

سرورق پر: علامہ اقبال کی ایک رباعی بہ خط عبدالمجید دہلوی

بہ شکریہ : تذکرہ خطاطین، کراچی ص: ١٥٠

زر تعاون

عام شمارہ	:	=/20 روپے
سالانہ (عام)	:	=/100 روپے
سالانہ (طلبہ کے لیے)		=/80 روپے
تاحیات (بھارت)	:	=/3000 روپے
پاکستان و بنگلہ دیش	:	=/200 روپے (سالانہ)
دیگر ممالک	:	15 امریکی ڈالر (سالانہ)

ڈرافٹ پر صرف

"URDU BOOK REVIEW"

تحریر کریں۔

رابطہ کا پتہ:

1739/3 New Kohinoor Hotel,
Pataudi House, Darya Ganj
New Delhi-110002
Ph:3289268
E.mail: urdubookreview@yahoo.com

کمپیوٹر کمپوزنگ: اردو بک ریویو، ڈی ٹی پی ڈویژن

کمپوزنگ: عبدالرحمٰن قاسمی

Editor, Printer, Publisher: M. Arif Iqbal

پرنٹر پبلشر محمد عارف اقبال نے ثمر آفسیٹ پرنٹرز، 1788، کلاں محل، نئی دہلی۔۲ سے چھپوا کر دفتر اردو بک ریویو 1739/3، پٹودی ہاؤس دریا گنج، نئی دہلی۔۲ سے شائع کیا۔

اہل قلم اور کتابوں کی اشاعت کے خواہشمند حضرات توجہ فرمائیں

فنی مہارت رکھنے والی ٹیم کے ذریعے
طباعت واشاعت کے تمام مراحل اور جھنجھٹوں
سے نجات حاصل کیجئے

محفوظ کیجئے کتاب لیجئے

☆ترجمہ ☆ایڈیٹنگ ☆کمپوزنگ ☆پروف ریڈنگ

☆آرٹ ورک ☆پروسسنگ ☆کاغذ کی خریداری ☆طباعت ☆جلد بندی

ہر قسم کی ڈائریوں اور کیلنڈر کی معیاری اسکیم وطباعت

طباعت واشاعت سے قبل مناسب مشورے بھی دیئے جاتے ھیں

دیگر ناشرین کی کتابیں بھی سپلائی کی جاتی ھیں

رابطہ

Director
APPLIED PUBLICATIONS PVT. LTD.
Publishing Consultants, Publishers & Distributors
1739/3 (Basement) New Kohinoor Hotel
Patudi House, Darya Ganj, New Delhi-110002
Phone : 3289268

ترتیب

ادارایہ : اردو میں بچوں کی ابتدائی تعلیم 3
قارئین کے تاثرات 5
فکرونظر: اردو زبان سے بے توجہی: ملک وملت کا نقصان 11
نقطۂ نظر: اردو۔ہندی کا تقابلی تجزیہ — حقیقت کے آئینے میں 13
انفارمیشن ٹکنا لوجی: اردو "کی بورڈ" کی معیار بندی 17

تبصرہ کتب:
- آسان ترجمۂ قرآن 19
- المسیرۃ عالمی (ششماہی مجلّہ) 21
- دجّال (جلد اول) 27
- مقدس رسولؐ بجواب "رنگیلا رسول" 29
- فلسفے کے بنیادی مسائل 31
- اعلام الموقعین عن رب العالمین (۲ جلدوں میں) 33
- لمحات نبوی ﷺ 35
- آیۃ الکرسی 36
- مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں 37
- بچوں کا دینی لغت 38
- سرخ کینسر 40
- اردو دانشوروں کے سیاسی میلانات 41
- اردو غزل کی تنقید 43
- مکالمہ ('آج کل' کے اداریے) 45
- آئینہ حقیقت 46
- مہاتما گاندھی (سوانح حیات) 47
- کاوش نظر (تنقیدی مقالات) 48
- مقالات اثر 50
- انور شیخ: بحیثیت شاعر 51
- کتابی سلسلہ "پہچان" 52
- جہان اردو (سہ ماہی ادبی مجلّہ) 54
- کلیات صفی اورنگ آبادی 55
- قفس رنگ (شعری مجموعہ) 56
- سبزۂ نورستہ (شعری مجموعہ) 57
- کائنات بھر سناٹا (شعری مجموعہ) 58
- نغمہ زار (شعری مجموعہ) 59

تعارف و تبصرہ:
- ترجمان دار العلوم (مولانا وحید الزماں کیرانوی نمبر) 61
- بھارت میں چار ہفتے (سفر نامہ) 61
- تہذیبوں کا تقابلی مطالعہ: فکر اقبال کی روشنی میں 62
- میر کا تغزل 62
- فیض کی شاعری 63
- ہندوستان کی تعمیر وترقی کے ڈھائی ہزار سال 63
- خطوط معروف ● گلدستۂ نعت 64
- رباعیات عادل ● خوابوں کی دھنک (شعری مجموعہ) 65
- سردار جعفری فن یا مدفن ● نئی شناخت (ماہنامہ) 66
- تعلیمات جدید (حج نمبر) ● سالانہ مجلّہ تہذیب 67
- نوائے طب وصحت (سہ ماہی) 67
- سہ ماہی تمثیل (بھوپال) 68
- گلبن (دوماہی) غزل نمبر 68

انگریزی کتاب: تعارف وتجزیہ
- ہندتو نیشنلزم 69

وفیات (Obituaries): 73-79
☆بیگم قدسیہ اعجاز رسول ☆کلیم حیدر شرر ☆مولانا عبد الرشید طاہری ☆قاری احمد ضیاء ازہری ☆ڈاکٹر مغیث الدین فریدی ☆سید فتح علی ☆راشد سہوانی ☆ضیاء الدین احمد ☆نور تقی نور ☆خالد برکت ☆انور خاں ☆قاسم منظر ☆معراج بدایونی ☆اسلم محمود ☆نذیر احمد ☆ڈاکٹر بانو طاہرہ ☆ہیم لتاراج شیکھر ☆زینب خسرو ☆ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی (لاہور) ☆مولانا محمد ادریس (بنگلہ دیش) ☆محمد ثناء اللہ نوری (بنگلہ دیش) ☆محبوب آنم (بنگلہ دیش) ☆شاہد پرویز

نئی کتب: New Arrivals 81-86
کتابیں موصول ہوئیں 87
Acknowledgements

مضمون نگار یا مبصر کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں

ادارایہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اردو میں بچوں کی ابتدائی تعلیم

بچوں کی تعلیم کے سلسلے میں ماہرین تعلیم کی متفقہ رائے ہے کہ بچوں کو ان کی مادری زبان میں تعلیم دی جائے۔ چنانچہ دنیا کے تمام ملکوں میں یہی اصول رائج ہے۔ ایک عرب اپنے بچوں کو عربی میں، ایرانی اپنے بچوں کو فارسی میں، اسی طرح فرانس میں فرنچ، جرمنی میں جرمن، چین میں چینی، جاپان میں جاپانی اور انگلینڈ وامریکہ وغیرہ میں انگریزی زبان میں تعلیم دی جاتی ہے۔ ہمارا ملک اس لحاظ سے دنیا میں عجیب وغریب ہے کہ یہاں کی ریاستوں میں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں۔ لہٰذا جس ریاست کی جو زبان مادری ہے اسی میں بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں تمل ناڈ، کیرلہ اور آسام کی مثالیں خصوصیت سے دی جاسکتی ہیں۔

مسلمانوں کا وہ طبقہ جس کی مادری زبان اردو ہے، چاہے وہ طبقہ جس ریاست میں آباد ہو، اپنے بچوں کو اردو میں ہی تعلیم دینے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ انگریزی کی سحر انگیزی کے سبب اب مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اپنے بچوں کو سب سے پہلے انگریزی الفاظ ہی سکھانے کی کوشش کرتی ہے۔ لیکن بچوں کی تعلیم کے ساتھ یہ رویہ نہ صرف بچوں کے اذہان پر منفی اثرات ڈالتا ہے بلکہ اکثر بچے چند درجوں کے بعد ہی تعلیم سے جی چرانے لگتے ہیں۔ بالآخر وہ ہمیشہ کے لیے تعلیم کے حصول سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ مسلمانوں میں ایک طبقہ وہ بھی ہے جو مادری زبان ہی کو ترجیح دیتا ہے لیکن بچوں کو ابتدا ہی میں عربی تعلیم کو ضروری سمجھتا ہے۔ اس سلسلے میں مدارس سے فارغ مولوی حضرات اور حفاظ جو مکتبوں اور مسجدوں میں بچوں کو تعلیم دیتے ہیں اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ بچوں کو سب سے پہلے عربی ہی پڑھائی جائے۔ بلاشبہ مسلمان بچوں کو ابتدا ہی سے دین کی تعلیم دی جانی چاہیے تاکہ رفتہ رفتہ وہ دین کی بنیادی باتوں سے آشنا بھی ہوں اور دین پر چلنے کے لیے اپنی عمر کے ساتھ ساتھ ان کے اندر دین پر چلنے کی آمادگی کا اظہار بھی پایا جائے۔

شمالی ہندوستان میں بالخصوص یہ رواج عام ہے کہ حفاظ اور مولوی حضرات دینی تعلیم کے نام پر اردو پڑھانے سے قبل ہی میں بچوں کو "قواعد بغدادی" پڑھانا شروع کردیتے ہیں۔ "قواعد بغدادی" ایک ایسا قدیم رسالہ ہے جس کے ذریعے قرآن مجید پڑھنا آسان ہوجاتا ہے لیکن اس کے مندرجات پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی ترتیب میں بچوں کی نفسیات کا خیال نہیں رکھا گیا ہے۔ البتہ یہ رسالہ ان بالغوں اور بوڑھوں کے لیے مفید ہوسکتا ہے جو کسی وجہ سے بچپن میں تعلیم سے محروم

ہو گئے اور پختہ عمری میں قرآن مجید پڑھنا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ رسالہ موجودہ دور کے بچوں کے لیے مفید محسوس نہیں ہوتا۔ اس کے مقابلے میں بعض ناشروں نے بچوں کی نفسیات کے مطابق ایسی کتابیں شائع کی ہیں جو کم عرصے میں بچوں کے اندر قرآن مجید سیکھنے کا جذبہ بیدار کرتی ہیں۔ ان کتابوں میں مولانا سید حامد علیؒ کی مرتب کردہ کتاب "قاعدہ تیسیر القرآن" زیادہ سائنٹفک معلوم ہوتی ہے۔ اس کتاب میں اساتذہ کے لیے مخصوص ہدایتیں بھی دی گئی ہیں جس سے اساتذہ کے لیے کتاب کو پڑھانا آسان ہو جاتا ہے۔ افسوس کہ ہمارے اساتذہ، علماء اور ماہرین تعلیم نے ابھی تک بچوں کو ان کی عمر کے ابتدائی دنوں میں پڑھانے کے لیے کوئی ایسا عام نصاب تیار نہیں کیا ہے جو بچوں کی ابتدائی تعلیم میں معاون ہوتا۔ راقم الحروف نے ایسے متعدد بچوں کو دیکھا ہے جن کو "قواعد بغدادی" دے دی گئی اور وہ اساتذہ کی مار کھاتے کھاتے ادھ مرے ہو گئے بالآخر انہیں تعلیم سے نفرت سی ہو گئی۔ اس کی ایک اہم اور بڑی وجہ مادری زبان کی تعلیم سے قبل ہی "عربی کی کتاب" کا پڑھایا جانا ہے۔ کیوں کہ ایک بچہ جب دنیا میں آنکھیں کھولتا ہے تو اپنے اردگرد کی چیزوں کو اسی زبان سے سمجھنے کی کوشش کرتا ہے جس کا درس اس کی ماں یا گھر کے افراد دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں جبکہ ابھی اس کے پاس اردو کے وافر الفاظ کا معتد بہ اسٹاک بھی نہیں ہوتا کہ اس کے ہاتھ میں ایک ایسی زبان کی کتاب تھمادی جاتی ہے جو بچے کے لیے غیر معروف ہوتی ہے نیز اس کتاب کی تعلیم کے عرصے میں اسے استاد کی زیادتی کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ للہذا ایسی صورت میں بچے کا علم سے بھاگنا اور استاد سے آنکھیں چرانا فطری بات ہے۔ احسن تو یہ ہے کہ بچے کی نفسیات کا خصوصی خیال رکھتے ہوئے اس کی تعلیم کا نظم کیا جائے اور ابتدا میں اردو کی ایک دو ایسی کتابیں پڑھادی جائیں جن کے مطالعے سے اس کے پاس الفاظ کا معتد بہ ذخیرہ جمع ہو جائے۔ اس کا تلفظ معیاری ہو اور وہ اردو میں اظہار خیال کے قابل ہو جائے۔ بچوں کے لیے تعلیم کا یہ وقفہ مشکل سے اس کی ابتدائی عمر چار سے چھ سال کا ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد اگر انہیں عربی کی تعلیم دی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ بچے تعلیم حاصل کرنے سے گھبرائیں یا اپنی پڑھائی پر خصوصی توجہ نہ دیں۔

یاد رکھئے کہ بچے کا ذہن سادہ ورق کے مانند ہوتا ہے جس پر آپ کچھ بھی نقش کر سکتے ہیں لیکن یہ ورق اتنا نازک ہے کہ تند ہوا کے ایک جھونکے سے کتابِ حیات سے معدوم بھی ہو سکتا ہے۔ اس نزاکت کا احساس کرتے ہوئے ہی آج کے جدید ماہرین تعلیم نے اس پر خصوصی توجہ دی ہے۔ للہذا اس بات کی شدت سے ضرورت ہے کہ ہمارے دینی مدارس اور مکاتب کے اساتذہ بھی اس پر خصوصی توجہ دیں۔ اگر اس نہج پر کوشش کی گئی تو توقع ہے کہ ہمارے معاشرے کا کوئی بھی بچہ دینی و دنیاوی تعلیم سے محروم نہیں رہے گا۔ ◻◻

ــــــ عارف اقبال

قارئین کے تاثرات

● ایک زمانہ تھا جب اردو کا دانشور طبقہ جاسوسی ادب کو شجر ممنوعہ کا درجہ دیتا تھا۔ لیکن اب صورتحال بدلی ہوئی نظر آتی ہے۔ چنانچہ حال ہی میں آج کل کے شمارے میں اردو ادب کے متعلق ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں فاضل مضمون نگار نے مضمون کے آخر میں ابن صفی کا نام بھی لیا ہے تو اس طرح لیا ہے جس طرح ایک "ہندوستانی عورت" اپنے شوہر کا نام لیتے ہوئے شرماتی ہے۔ ویسے بہت پہلے ایک مضمون بطور کفارہ "نیا دور" لکھنؤ میں ابن صفی کی شخصیت پر شائع ہو کر داد تحسین حاصل کر چکا ہے۔

ابن صفی پر اسحاق اطہر صدیقی اور شاعر لکھنوی کے مضامین بہت عمدہ ہیں۔ ان پر آپ کا نوٹ سونے پر سہاگہ ہے کہ "ابن صفی ایک شخص کا نام نہیں بلکہ ایک عہد کا نام ہے اور ابن صفی کا مطالعہ ہی نہیں مشاہدہ بھی بہت وسیع تھا۔"

عبدالمجید هانگل
باغ رضا، رضا نگر، ہانگل **581104**
ضلع ہاویری (کرناٹک)

● ... تازہ شمارہ میں سید آفتاب علی کے تاثرات لائق صد ستائش ہے۔ مولانا عبدالماجد دریابادی نے بھی صدق جدید میں ڈاکٹر ذاکر حسین کی شنکر آچاریہ کی قدم بوسی پر افسوس کا اظہار کیا تھا۔ خاکسار نے ۱۹۶۴ء میں پٹنہ گاندھی میدان میں ڈاکٹر ذاکر حسین کی تقریر سنی تھی۔ زبان و بیان کا کیا کہنا مگر یہ سارا علم قدم بوسی کی نذر ہو گیا...

مسلمانوں کی کتاب داری جیسا مضمون بہت دنوں کے بعد پڑھنے کو ملا ہے۔ اس کی اشاعت پر مبارکباد قبول فرمائیں۔

حافظ شمس
نیا محلہ، آسنسول **713301** (مغربی بنگال)

● میں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مایہ ناز رسالہ کی عظمت وسعت اور شہرت میں مسلسل ارتقا فرمائے۔ کئی سالوں کے بعد "اردو بک ریویو" کا مطالعہ کر رہا ہوں...

پرویز سجاد ولد حبیب الله لون
ساکن شوپورہ-**A**، پوسٹ بٹوارہ
سری نگر **190004** (کشمیر)

● مئی - جون ۲۰۰۱ء کے "اردو بک ریویو" میں انشائے ماجد یا لطائف ادب پر جناب محمود عالم صاحب کا تبصرہ دیکھا۔

یہ کتاب ادارہ انشائے ماجدی کلکتہ کے ذی علم دانشور حاجی منظور علی صاحب نے شائع کی ہے۔ اور مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم کی زیادہ تر کتابوں کے ناشر وہی ہیں۔ مولانا مرحوم کا قیام ہندوستان ہی میں ہمیشہ رہا اور پاکستان کے کسی ناشر کو ان کے ورثا نے یہ کتاب چھاپنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ ادارہ علم و فن الفلاح پاکستان کا ایک وقیع ادارہ ہے اور اس کے مالک جناب محمد راشد شیخ صاحب علم و ادب کے بے لوث خادم ہیں۔ دیانت کا تقاضا تھا کہ کتاب میں حاجی منظور علی صاحب کا ذکر کیا جاتا اور بالفرض ورثاء کی بغیر اجازت کتاب چھاپ بھی لی تھی تو اس کے کچھ نسخے پبلشر اور ورثاء کو بھیج دیے جاتے۔ خیر یہ راستہ اب بھی کھلا ہے۔

آپ کے موقر جریدہ کے ذریعہ ادارہ علم و فن، کراچی اور اس کے صاحب کردار مالک سے استدعا ہے کہ کتاب ہٰذا کے کچھ نسخے مولانا مرحوم کے ورثاء کو بھیج دیں جن کے پتے حسب ذیل ہیں۔

☆ ڈاکٹر محمد ہاشم قدوائی، **D-1**، پریت وہار دہلی **110092** (انڈیا)

☆ عبدالعلیم قدوائی، زاہدہ منزل، **4/873** نیو فرینڈس کالونی، علی گڑھ **202001** یو۔پی

ان دونوں کے علاوہ مولانا کے ورثا میں دو صاحبزادیاں بھی ہیں۔ ادارہ مذکورہ مولانا کی کوئی کتاب چھاپنا چاہے تو اطلاع دے کر اجازت حاصل کر سکتا ہے۔

عبدالعلیم قدوائی، علی گڑه

● جولائی۔اگست ۲۰۰۱ء کا شمارہ نظر نواز ہوا۔ اردو میں یہ اپنے طرز کا واحد رسالہ ہے جو اتنا معیاری اور منفرد حیثیت کا حامل ہے...

اس شمارے میں آر۔ کے۔ نارائن پر مضمون انتہائی معلوماتی ہے۔ اسحاق اطہر کا مقالہ "ابن صفی: عظیم ادیب اور ناول نگار، اس شمارے کا حاصل ہے۔ آپ کا اداریہ بہت متاثر کرتا ہے۔

غازی معین
54، اسمٰعیل اسٹریٹ، کولکاتہ **700014**

● "اردو بک ریویو" کا تازہ شمارہ موصول ہوا۔ ٹائٹل پر درود شریف کا خوبصورت طغریٰ بہت خوب ہے۔ بار بار دیکھنے پر بھی نگاہ سیر نہیں ہوتی۔ آپ نے اس طغری کو شائع کر کے اس شمارہ کو بڑا بابرکت بنادیا ہے۔ تبصرے اور تعارف کتب تقریباً سبھی جاندار ہیں اور معیار کے مطابق ہیں۔ البتہ ماہنامہ مباحث پر جناب خورشید عالم کا تبصرہ کچھ اچھا نہیں لگا۔ ایسا لگتا ہے کہ موصوف نے غنودگی کی حالت میں یہ تبصرہ لکھا ہے۔ جب عنوان کے بعد از مولوی عبدالحق لکھا ہوا ہے تو پھر کسی کو یہ اشتباہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ یہ بابائے اردو مولوی عبدالحق کے علاوہ کسی ڈاکٹر عبدالحق کا مضمون ہے۔ خورشید عالم ابتدا میں لکھتے ہیں کہ اس پرچہ کی کسی سمت کا بھی اندازہ نہیں ہوتا ہے، اور آخر میں لکھتے ہیں کہ "بحث مباحثہ کے جس پلیٹ فارم کو 'مباحثہ' پیش کرنا چاہتا ہے متعدد علمی رسالوں جیسے ماہنامہ زندگی نو... وغیرہ... کی موجودگی میں اس پر سوالیہ نشان لگاتا ہے۔" مبصر جب اس رسالہ کی سمت کا بھی اندازہ نہ لگا سکے تو پھر یہ کیسے فرمادیا کہ یہ رسالہ جس قسم کے پلیٹ فارم کو پیش کرنا چاہتا ہے ویسے متعدد رسائل پہلے سے موجود ہیں۔ انجم نعیم محض ایک مزاح نگار نہیں ہیں بلکہ وہ ایک بلند پایہ ادیب اور دیدہ ور ناقد اور متعدد ادبی رسائل کے کامیاب مدیر بھی رہے ہیں۔ انجم نعیم ایک ایسا معتبر نام ہے کہ کسی مجلّہ کے ٹائٹل پر مدیر کی حیثیت سے انجم نعیم کا نام ہونا اس کے معیاری ہونے کی دلیل اور کامیابی کی ضمانت ہے۔ خورشید عالم صاحب رقمطراز ہیں۔ "اس کی یہی روش رہی تو شاید یہ ثمر آور درخت نہ بن پائے۔" یہ واضح نہیں کہ ایسی کون سی روش ہے جس پر اس قدر برہم ہیں کہ ایسے منحوس کلمات لکھے جا رہے ہیں۔ اس اندیشہ ہائے دور دراز کے برعکس مجھے تو محسوس ہو رہا ہے کہ اس روشن چراغ کے بزم میں آتے ہی بہت سے ٹمٹماتے چراغ کی روشنی ماند پڑ جائے گی۔

اس شمارہ میں **ابن صفی** (رحمۃ اللہ علیہ) پر دو مضامین شائع کر کے اردو ادب پر آپ نے بڑا احسان کیا ہے۔ ابن صفی کے ناولوں کو میں نے مدارس اسلامیہ کے اساتذہ، صاحب تقویٰ اور صاحب ورع بزرگوں کو مطالعہ کرتے دیکھا ہے۔ ان کی تحریر صرف نوجوانوں ہی میں مقبول نہیں ہے بلکہ بڑے بڑے اسکالر ان کے ناول کا مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ مشہور مورخ پروفیسر سید حسن عسکری مرحوم کا معمول تھا کہ دن بھر تحقیقی کام کرنے کے بعد شام کو ابن صفی کے ایک دو ناول گھر لے جا کر پڑھتے تھے۔ ابن صفی کے ناول میرے والد صاحب مرحوم بھی پڑھتے تھے میں نے بھی پڑھا ہے اور کوئی حرج نہیں اگر میرے بچے بھی پڑھیں۔

انگریزی کتاب 'آوارہ گرد ریاست' پر راحلہ حق کا تبصرہ خوب ہے۔ اس سلسلہ کو جاری رکھئے۔ مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، پر غطریف شہباز ندوی صاحب کا تبصرہ، سید ابوالحسن علی ندوی: حیات اور کارنامے، پر ڈاکٹر سلیم قدوائی کا تبصرہ اور مولانا آزاد اور مسلم مسائل (مرتبہ شہناز انجم) پر پروفیسر ریاض الرحمٰن شروانی صاحب کا تبصرہ اور اردو کے بے لوث خام کالی داس گپتا رضا پر ڈاکٹر خلیق انجم کا مضمون بے حد پسند آیا۔

محمود عالم
پوسٹ بکس **10845**، ریاض **11443**
سعودی عرب

● جولائی۔اگست کا شمارہ نظر نواز ہوا۔ آپ کی کاوش رنگ لا رہی ہے۔ اور رسالہ خوب سے خوب تر ہوتا جارہا

ہے۔ **ابن صفی** پر خصوصی گوشہ لائق تحسین ہے۔ لیکن اس سلسلہ کی دونوں تحریر پرانی ہیں۔ کوئی ایک مختصر سا مضمون نیا بھی آجاتا تو مناسب ہوتا، ابن صفی ہی کی طرح نسیم حجازی بھی اردو ادب کی ایک مظلوم ہستی ہے۔ ان پر بھی اس طرح کا خصوصی گوشہ دینے کے بارے میں سوچیں۔ گزشتہ شمارہ میں علوم القرآن کے مولانا امین احسن اصلاحی نمبر پر راقم کا تبصرہ شائع ہوا تھا۔ اس پر ایک ندوی صاحب کی تنقید دیکھی۔ میرا خیال ہے کہ جناب ناقد کا غصہ بلاوجہ ہے۔ عرض یہ ہے کہ یہ ناقد کا اپنا تاثر ہے۔ اور تاثر قائم کرنے میں ہر شخص آزاد ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس تاثر کی دلیل کیا ہے؟ دوسری بات یہ کہ نقد و نظر کے وہ کون سے بنیادی اصول ہیں جن کی خلاف ورزی ہو گئی ہے۔ اس کی نشاندہی تو کی جائے۔ اب آیئے ان کے اعتراضات کی طرف، وہ لکھتے ہیں:

☆ تبصرہ نگار کی یہ بات صحیح نہیں کہ "مجلّہ میں شائع شدہ کچھ مضامین اصلاحی سیمینار میں پیش کیے گئے اور کچھ دوسرے رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔" محترم ناقد کے مطابق سارے مضامین اس نمبر خاص کے لیے لکھے گئے تھے۔ سوال یہ ہے کہ تبصرہ نگار نے اس بات سے کب اختلاف کیا ہے۔ ضرور لکھے گئے ہوں گے۔ بات تو صرف یہ تھی کہ مبصر نے خود اصلاحی سیمینار میں شرکت کی تھی۔ اور وہاں جو مقالات پڑھے گئے تھے ان میں سے کئی مذکورہ نمبر میں بھی نظر آئے۔ (جیسا کہ خود ناقد کو بھی تسلیم ہے) پھر تبصرہ نگار نے پاکستان کے بعض رسائل (اشراق، تدبر) میں کچھ اور مضامین پڑھے اور ان میں سے بعض اس نمبر میں بھی شامل ہیں۔ اس بنیاد پر راقم نے یہ بات لکھ دی جس پر ناقد خفا ہیں۔ یہ محض ایک واقعہ کا اظہار ہوا۔ اس میں کسی شکایت یا بگڑنے کی کیا بات ہے؟

☆ دوسری بات انہوں نے یہ لکھی ہے کہ "تبصرہ نگار نے ابتدائی چند مقالات اور ان کے مصنفین (؟) کی ستائش کی ہے غالباً یہی چند مقالات ان کے سرسری مطالعہ میں آئے ہوں گے۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی وقیع مقالات اس میں موجود ہیں۔ تبصرہ نگار کو اس سے بھی انکار نہیں کہ اور بھی اچھے مقالات نمبر میں موجود ہیں۔ غالباً محترم ناقد یہ بھول رہے ہیں کہ مقصود تبصرہ لکھنا تھا نہ کہ کوئی مضمون اور غالباً یہ تو ان کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ تبصرہ کی وسعت محدود ہوتی ہے۔ اب جو فہرست مقالات کی انہوں نے گنوائی ہے اگر ان پر الگ الگ تاثر دیا جاتا تو تبصرہ، تبصرہ نہ رہتا مضمون بن جاتا، اور اردو بک ریویو نے مضمون لکھنے کے لیے نہیں بلکہ تبصرہ کے لیے کہا تھا۔ پھر یہ کہ تبصرہ میں جانبداریت تو ضرور ہونی چاہئے لیکن تبصرہ نگار کا اپنا کوئی تاثر نہ ہو، یہ ممکن نہیں اس کے بغیر تبصرہ تبصرہ نہیں تذکرہ ہوتا ہے۔

جہاں تک مولانا اصلاحیؒ کی تحریکی زندگی کا تعلق ہے تو مجلّہ میں شامل مضامین اس لحاظ سے نہایت تشنہ ہیں۔ اس کا تبصرہ میں ذکر کر دیا گیا تھا۔ اور اس پر بھی وہ معترض ہیں لیکن ان کا اعتراض بے جا ہے۔

☆ جناب ناقد نے ایک اور عجیب اور معصومانہ بات لکھی ہے۔ "دل چسپ بات یہ ہے کہ جو چیزیں زیر تبصرہ مجلّہ میں شامل ہیں ان کو تبصرہ نگار نے در خور اعتناء نہیں سمجھا البتہ متعدد ایسی چیزوں کی نشاندہی ضرور کر دی جو کسی وجہ سے اس شمارہ میں شامل نہیں ہیں۔" جناب ناقد پہلے تو یہ بتائیں کہ وہ کون سی چیزیں ہیں جن کو در خور اعتناء نہیں سمجھا گیا؟

واضح رہے کہ مجلّہ میں مولانا اصلاحیؒ کی حیات و خدمات پر جو تحریریں پیش کی گئی ہیں، شخصیت کے ہمہ جہتی مطالعہ کے حوالہ سے جن بنیادی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ان کی کمی محسوس ہوئی، اور اس کا اظہار کر دیا گیا۔ محترم ناقد یہ تو جانتے ہی ہوں گے کہ تبصرہ قصیدہ نہیں ہوتا، اور اگر انہیں قصیدہ لکھوانے پر اصرار ہے تو مدیر محترم "اردو بک ریویو" کی خبر لیں کہ کسی قصیدہ نگار سے تبصرہ لکھواتے۔

بہر حال نئے شمارہ میں کتاب مولانا علی میاںؒ پر میرا جو تبصرہ شائع ہوا ہے، اس میں مولانا مرحومؒ کے حوالہ سے

اقتدار کے سلسلہ میں ایک بات کہی گئی تھی اور مثال میں سید احمد شہیدؒ اور رومیؒ کا حوالہ دیا گیا تھا۔ یہ محض دو سطری میٹر تھا جو اہم تھا، اس کے بغیر بات واضح نہیں ہوتی لیکن آپ نے اسے حذف کر دیا۔

غطریف شہباز ندوی
سب ایڈیٹر 'افکار ملی
E-87، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔25

● جولائی۔اگست ۲۰۰۱ء کا "اردو بک ریویو" ملا۔ اس کے ذریعہ یہ انتہائی افسوس ناک خبر ملی کہ حافظ محسن کا انتقال ہو گیا۔ محسن میرے چھوٹے بھائی کی طرح تھا۔ اسلامی طلبہ کی تنظیم ایس۔ آئی۔ ایم جب قائم ہوئی تو اس کے سرگرم اراکین کا مجھ سے بہت رابطہ تھا بلکہ اس زمانے میں میں ایک تعلیمی ادارہ چلاتا تھا۔ اس کا دفتر ان سب نوجوانوں کا مرکز تھا۔ اسی دوران میں محسن مرحوم سے بھی تعارف ہوا اور وقت گزرتے گزرتے وہ مجھ سے ذہنی اعتبار سے بہت قریب ہو گیا۔ اس نے حیدر آباد میں میرے ہی پاس مقیم رہ کر ایم۔اے کا امتحان پاس کیا تھا۔ وہ طلبہ کی تنظیمی مصروفیات سے جدا ہو کر بمبئی میں رہنے لگا تھا اور جب کبھی میرا بمبئی جانا ہوا وہ میرا بہترین معاون رہا۔ محسن نے جماعت اسلامی ہند کی رکنیت تو اختیار کر لی تھی لیکن اس کو معاشی مشکلات میں پا کر چالاک لوگوں نے گھیر لیا اور شاید دم آخر تک وہ ان کے دام سے نہ نکل سکا۔

محسن نام کا ہی نہیں کام کا بھی محسن تھا۔ اس کا معصوم سا چہرہ نظروں میں سمایا ہوا ہے۔ اس کی رفاقت کی ایک ایک ادا یاد آتی اور دل کو ستاتی رہے گی۔ دل تو یہی کہتا ہے بمبئی ایسے کاروباری شہر میں بہت مشکل ہے کہ پھر کوئی محسن ملے۔ اردو اور مرہٹی صحافت میں اس کی ذات سے بہت اچھی توقعات وابستہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی خدمات دین و ملت کو قبول فرمائے۔ جنت الفردوس سے نوازے اور اسکے پسماندگان کا محافظ ہو۔ آمین

تازہ شمارے میں ایک انگریزی کتاب Rogue state کے انگریزی تعارف کا اردو ترجمہ شائع کیا گیا ہے۔ یہ کام بہت اچھا ہوا ہے لیکن اسکا ترجمہ "آوارہ گرد ریاست" اردو اسلوب نگارش کے اعتبار سے غلط ہے۔ اس کو "سرکش ریاست" لکھیں تو بہتر ہوگا۔

وحید الدین سلیم
پوسٹ بکس 365، حیدر آباد، 500001

● سرورق پر آپ خطاطی کے نمونے عرصہ سے شائع کر رہے ہیں۔ بظاہر یہ اچھا کام ہے مگر اس میں بیشتر قرآنی آیات ہوتی ہیں۔ اس بار بھی آپ نے درود شریف سرورق پر شائع کیا ہے۔ یہ تو آپ کے علم میں ہوگا کہ مطالعہ کے بعد رسائل و اخبارات ردی میں فروخت کیے جاتے ہیں اور ان کی تھیلیاں بنا کر دکانداروں کو فروخت کی جاتی ہیں۔ ان آیات کو شائع کرنے والا ردی فروخت کرنے والے سے زیادہ گنہگار ہے۔ براہ کرام اس سلسلے کو بند کریں۔ میں کچھ عرصہ قبل باقر حسین شاذ، ایڈیٹر ساز دکن، حیدر آباد کو بھی اس سلسلے میں لکھا تھا انہوں نے اب آیات کو شائع کرنا بند کر دیا ہے اور صرف اردو ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں جو کہ اچھی بات ہے۔

نئی کتب کی Classified List، P.77-82 میں شامل کتب میں ۳۰ کتابوں کے صفحات کی تعداد نہیں دی گئی ہے۔ نہ معلوم ایسا کیوں کیا گیا ہے؟

ڈاکٹر سید راحت حسین
2198FF، پہاڑی بھوجلہ، جامع مسجد
دہلی۔110006

قابل توجہ: "قرآنی آیات" یقینی طور پر ہمارے لیے انتہائی قابل احترام ہیں اور اس کی اشاعت اخبارات میں ہرگز نہیں ہونی چاہئے لیکن اردو رسائل اور اردو کتب کا مزاج اخبارات سے الگ ہوتا ہے۔ رسائل یا کتب میں قرآنی آیات کی اشاعت پر آپ نے جو اعتراض کیا ہے اس سے پوری اردو پبلشنگ صنعت پر ہی سوالیہ نشان لگتا ہے۔

"نئی کتب" کے سلسلے میں بعض معلومات اخبارات و رسائل سے حاصل کی جاتی ہیں۔ بعض مشتہر یا ناشر چونکہ کتابوں کے صفحات کا اہتمام نہیں کرتے لہٰذا اس صورت میں کتاب کے ساتھ کتاب کے صفحات درج نہیں کیے جاتے۔ (مدیر)

● جولائی۔اگست ۲۰۰۱ء اردو بک ریویو کا شمارہ باصرہ نواز ہوا۔ بے عدیل و بے مثال رسالہ ہے۔ ایک ہی نشست میں پورا رسالہ پڑھ لیا۔ حضرت حق جل مجدہ اس کو اور اس کے کارکنان کو نظر بد سے محفوظ و مصون فرما کر دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

مولانا محمد یوسف امروہی
234، بیگم سرائے خورد
امروہہ۔244221

اردو بک ریویو

اردو پبلشنگ انڈسٹری

کا

ایک معیاری، منفرد اور بین الاقوامی مجلّہ ہے

پبلشر حضرات

اپنی کتابوں کا اشتہار دے کر

اپنی کتابوں کو بین الاقوامی سطح پر مشتہر کریں۔

پبلشرز کے لیے اشتہار پر

خصوصی رعایت

آہنگ آڈیو (AAHUNG AUDIO)

کی تازہ پیشکش

□ **مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ کی چار تقریریں:**
● سیرت حضرت محمد ﷺ ● اسلام میں انسانی حقوق
● ایک خدا ___ ایک امت ● پر تشدد ماحول میں خطاب

□ **مولانا محمد فاروق خاں کی ایک اہم تقریر:**
حضرت محمد ﷺ سب کے لیے... (ہندی)

□ کلام شاعر۔ بہ زبان شاعر از: حفیظ میرٹھی
(لندن میں رکارڈ کیے گئے منتخب کلام)

قیمت: فی کیسٹ 35.00

ڈاکٹر حافظ محمد ابراہیم سورتی کی معروف کتاب

قرآنی عربی

کے مطالعہ کے وقت ۹۰ منٹ کے دو آڈیو کیسٹ سے قرآنی عربی سیکھنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔

دو کیسٹ کی قیمت =/130 روپے

تاجر حضرات کے لیے خصوصی ڈسکاؤنٹ

آج ہی رابطہ قائم کریں۔ آہنگ آڈیو جلد ہی آپ کے لیے کچھ مزید نئی چیزیں پیش کرے گا۔

Contact: Applied Publications Pvt.Ltd.
1739/3 (Basement) New Kohinoor Hotel,
Pataudi House
Daryaganj, New Delhi-110002
Ph:3289268

Book Fair

کل ہند اردو کتاب میلہ
3 تا 11 نومبر 2001
مقام: لال قلعہ میدان، دہلی
Organiser: National Council for Promotion of Urdu Language, New Delhi

National Book Fair
1-9 December 2001
Venue: Ghandhi Maidan, Patna
Organiser:
National Book Trust, India

کیلنڈر اور ڈائریاں ۲۰۰۲ء

شب و روز

ہر صفحے پر قرآنی آیات، احادیث رسول، انبیائے کرام، صحابہ عظام اور بزرگان کبار کے سبق آموز اقوال اور فکر انگیز و تعمیری اشعار، ابتدا و آخر کے ۶۴ صفحات پر مسنون دعائیں، جمعہ و نکاح کے خطبے مع ترجمہ، ملک کے اہم اخبارات و رسائل، یونیورسٹیوں، اردو اداروں، اکادمیوں، سفارت خانوں، لوک سبھا اور راجیہ سبھا کے ممبروں کے پتے۔ ڈاک، ٹیلی گرام کی ضروری معلومات اور ٹیلی فون کے STD کوڈ نمبر اور اسلامی معلومات کے ویب سائٹ کے پتے۔

نفیس و معیاری کاغذ، دیدہ زیب اور دلکش ٹائٹل، انتہائی خوبصورت کور صفحات: ۴۳۲

اسلامی ڈائری (جیبی)

ہر صفحہ آیات قرآنی، احادیث رسولؐ، بزرگوں کے اقوال اور دلوں کو چھو لینے والے اشعار سے مزین، ۲۵ صفحات پر مشتمل اہم اور ضروری معلومات۔

نفیس اور عمدہ کاغذ صفحات: ۲۰۸

کیلنڈر

قرآنی آیات کے طغروں سے مزین چار اوراق پر مشتمل، ہر ورق پر آیات قرآنی اور ان کا اردو، ہندی اور انگریزی ترجمہ، جلی اور نمایاں عیسوی اور ہجری تاریخیں۔

آرٹ پیپر سائز: "۲۰×"۱۰

دہشت پسندی اور اسلام

متھلا یونیورسٹی (در بھنگہ) کے سابق وائس چانسلر

ڈاکٹر عبدالمغنی کے قلم سے

- دہشت پسندی کی تعریف ● اسلام میں دہشت اور تشدد کی مذمت ● اسلام کا عالمگیر پیام رحمت
- اسلام کے عالمی قوانین امن و سلامتی کا اصولی تعارف۔

اردو ایڈیشن 8.00 انگریزی 6.00 ہندی 5.00

پورے سٹ پر تاجرانہ رعایت 40%

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز

D-307, Dawat Nagar, Abul Fazl Enclave, Jamia Nagar, New Delhi-110025

Ph: 6911652, 6317858, Fax: 6820975 E-mail: mmipub@nda.vsnl.net.in

UBR Advtt. 2001

اردو زبان سے بے توجہی:

ملک و ملّت کا بڑا نقصان

☆ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

اسلامی کے لفظ کے ساتھ جہاں ایک مسلمان کے دل و دماغ میں ایک اچھا اور انسانیت دوست اور انسانیت نواز تصور ابھرتا ہے، وہیں مسلم دشمن اور اسلام سے بدگمانی رکھنے والے کے ذہن میں ایک غیر انسانی تصور ابھرتا ہے، جس کی اصل وجہ اسلام سے صحیح واقفیت نہ رکھنے والوں سے اسلام کا صحیح تعارف نہ کراسکنا اور اسی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے مابین پیش آنے والے اقتصادی اور سیاسی معاملات میں وقتاً فوقتاً ہونے والی کشمکش باعث بنتی ہے، انسان کی یہ کمزوری ہوتی ہے کہ وہ گہرائی میں جانے کی عموماً ضرورت محسوس نہیں کرتا صرف ظاہری معاملات اور حالات کو دیکھ کر فیصلہ کرلیتا ہے۔ بلکہ سرسری اور نامکمل مشاہدہ سے بعض وقت بڑے بڑے نتائج نکال لیتا ہے، اور یہ بات بعض مرتبہ مزید بڑھ کر پورا ایک فلسفہ اور مکمل تصور کا شاخسانہ بن جاتی ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں تصور قائم کرنے میں غیر مسلموں کو عموماً یہی بات پیش آئی ہے اور آرہی ہے۔

آپسی زندگی میں مفادات کے ٹکراؤ اور زندگی کے مطالبات کے حصول کے سلسلہ میں آپسی کشمکش عموماً یہ فضا پیدا کرتی ہے کہ ایک کا تصور دوسرے کے بارے میں خراب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ برصغیر ہند و پاک میں جو کہ مختلف مذاہب مختلف نسلوں اور قوموں کا گہوارہ ہے یہ صورتحال حال پیش آئی اور صرف یہی نہیں کہ پیش آئی بلکہ اس نے یہاں کی نسلوں کے درمیان، یہاں کے مذہبوں کے درمیان، یہاں کی زبانوں کے درمیان اور یہاں کی تہذیبوں کے درمیان تناؤ پیدا کردیا۔ یہ تناؤ انسانیت کی قدروں اور علم و ادب تک پہنچا اور اسی کا اثر ہے کہ اردو کا لفظ اور اسلام کی اصطلاح یہاں کے پڑوسی غیر مسلموں کے ذہنوں میں بدگمانی کی کیفیت پیدا کرتا ہے۔

یہ کیفیت غیر مسلموں سے آگے بڑھ کر ان مسلمانوں کے ذہنوں تک بھی پہنچ رہی ہے جو ان غیر مسلم لوگوں کی سوسائٹی میں رہتے اور ان کی تعلیم و ثقافت میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔

اردو زبان کے ساتھ بھی اس ملک میں تقریباً یہی مشکل پیش آئی کیوں کہ اردو مسلمانوں میں زیادہ رائج رہی اور مسلم حکمرانوں کے عہد میں پروان چڑھی اور اس میں اسلامی ثقافت کا لٹریچر بھی زیادہ ہے۔ لہٰذا وہ غیر مسلم لوگوں کی نظر میں ایک سلبی اور غیر ترجیحی زبان قرار پائی حالانکہ اردو اس ملک کی گنگا جمنی تہذیب کی علامت اور اس کی رنگارنگ تہذیبوں کا سنگم ہے اور اس کی آبیاری مسلم اور غیر مسلم دونوں نے کی ہے۔

اولاً مسلم عہد حکومت میں رائج سرکاری زبان فارسی اور ملک و عوام میں رائج ہندوستانی زبان کے آپسی اختلاط سے، ثانیاً دیگر ان غیر ملکی زبانوں کے اختلاط سے جن سے اس ملک کی قوموں کا ربط قائم رہا مثلاً ایک طرف مسلمانوں کی مذہبی زبان عربی اور سامراجی حکمراں کی زبان انگریزی، اردو نے ان چاروں زبانوں سے کسب فیض کیا اور ان سب کی خوشہ چیں بنی، اسی کے ساتھ ساتھ ہندوستان کی دیگر علاقائی زبانوں سے نیز مسلم حکمرانوں کے قدیمی وطن ترکستان اور ترکی سے

☆ ریکٹر، دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

ربط و تعلق کے اثر سے وہاں کی زبان سے بھی اقتباس و استفادہ کیا۔

اس طرح اردو زبان کی تشکیل میں جتنی زبانوں کا اثر پڑا اس کی معاصر اور پڑوسی زبانوں کی تشکیل میں نہیں پڑا۔ اس طرح اردو ایک گلدستہ زبان بن گئی محض کسی ایک محدود ثقافت و قومیت اور کسی ایک قدیمی زبان کی نوزائیدہ نہیں ہوئی، وہ اس متنوع صفات کے حامل ملک کے لیے جتنی موزوں اور نمائندہ زبان ہے دوسری کوئی زبان نہیں ہے۔ اس کو متنوع زبانوں سے ان کا دلکش سرمایہ الفاظ اور ان کے ذریعہ اس ملک کے متنوع احساسات و تاثرات کا سرمایہ بھی حاصل ہوا۔

اردو کے ساتھ مخالفانہ یا معاندانہ رویہ اختیار کرنا صرف ایک زبان کے ساتھ نامناسب سلوک نہیں بلکہ کئی طرح کی اور کئی پہلوؤں کے ساتھ زیادتی اور ظلم ہے جو صرف زبان ہی پر نہیں بلکہ ملک کے متنوع فطری جذبات قلب اور احساسات ذہن کے ساتھ بھی زیادتی ہے کہ ایک مشترک اور متنوع رنگ کی تہذیب کی غمازی کرنے والی زبان کو ختم کر دیا جائے۔ ایسی متنوع مذہبوں اور نسلوں کے قوم کو ایک متنوع خصوصیتوں کی زبان سے ہٹا کر اور صرف ایک نئی تیار کی گئی زبان پر ڈال دیا جائے، جو صرف ایک فرقہ اور ایک تہذیب کی ترجمان ہے، اس کی اہمیت تسلیم اور اس کی ضرورت بھی صحیح ہے لیکن ایک تہذیب و ادب سے بھرپور زبان کو ختم کرنا زیادتی کی بات ہے لیکن افسوس ہے کہ ملک کے سیاست زدہ ذہنی تناؤ کی فضا میں اس اہم حقیقت کو محسوس نہیں کیا جا رہا ہے اور اردو جیسی زبان کو بتدریج ختم کیا جا رہا ہے۔ اس کا خاتمہ اس ملک کی ایک عظیم تہذیبی خصوصیت کا خاتمہ بھی ہو گا جو ایک بڑا خسارہ اور نقصان ہو گا۔

جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے تو علمی لحاظ سے وہ ملک کی سرکاری زبان میں اپنے لیے جو تمدنی اور علمی کمی محسوس کریں گے، وہ انگریزی ہندی اور دیگر رائج الوقت زبان سے اور جو مذہبی کمی محسوس کریں گے وہ عربی سے پوری کر لیں گے اور وہ اس طرح کسی بڑے خسارہ میں نہ رہیں گے۔ عربی دنیا کے ۲۵ متمدن ملکوں کی زبان ہے اور اس میں پندرہ سو سال کا تہذیبی و علمی و دینی سرمایہ ہے جو مسلمانوں کے لیے سب کچھ ہے اور وہ ان کو ہر دیگر زبان سے مستغنی بنا سکتا ہے۔ لیکن اس ملک کے دیگر باشندوں کو اردو کے خاتمہ کے بعد اس کا نعم البدل حاصل نہ ہو سکے گا۔ اور یہ ملک کے لیے تہذیبی و تمدنی اور علمی لحاظ سے زبردست خسارہ ہے حکمراں اور دوسرے طبقہ کو سمجھنا چاہئے۔◀◀

"اردو ڈے"

یونائیٹڈ مسلم آف انڈیا (U.M.I.) نے علامہ اقبالؔ کی یوم پیدائش کو 'اردو ڈے' کے طور پر منائے جانے کا فیصلہ کیا ہے جس کا آغاز ۹ر نومبر ۲۰۰۱ء کو علامہ اقبال کی یوم پیدائش کے موقع پر جے پور (راجستھان) سے کیا جائے گا۔

'اردو ڈے' کے پروگرام کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے اردو کے تمام شیدائیوں سے بھرپور تعاون کی اپیل ہے۔ اس اہم موقع سے "ڈاکٹر عبدالجلیل فریدی: حیات و خدمات" کے موضوع پر ایک یادگار مجلہ (Souvenir) کا اجراء بھی عمل میں آئے گا۔

مزید تفصیلات کے لیے رابطہ کا پتہ

ڈاکٹر س۔ الف۔ خاں

اعزازی جنرل سکریٹری یو۔ ایم۔ آئی

J-73، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ 110025، فون: 2858172

نقطۂ نظر

اردو۔ ہندی کا تقابلی تجزیہ: حقیقت کے آئینے میں

☆ڈاکٹر ابرار رحمانی

ہم اکثر بڑے رُخ لَے سے کہتے ہوئے نہیں تھکتے:

اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ
سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

بظاہر یہ شعر بڑا ہی خوش کن ہے لیکن کیا حقیقت میں ایسا ہے؟ آپ کا جواب چاہے جو بھی ہو، میرا جواب ہے، نہیں۔ اب آپ مجھ پر الزام دھریں گے کہ صاحب، آپ تو اردو مخالف ہیں۔ میں کہوں گا، نہیں صاحب میں حقیقت پسند ہوں، احمقوں کی جنت میں نہیں رہتا۔

اکثر ہمارے کچھ 'بزرگ' کہتے نظر آتے ہیں کہ ہماری زبان "اردو" دنیا کی تیسری بڑی زبان ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی بڑی عالمی زبان کی اتنی قابل رحم حالت کیوں ہے؟ آپ پھر اصرار کریں گے کہ رپورٹ بتاتی ہے 'اردو' دنیا کی تیسری بڑی زبان ہے۔ اب اگر آپ ذرا حقیقت سننے کو تیار ہوں تو سنیں آپ جسے اردو کہہ رہے ہیں وہ دراصل 'ہندوستانی' ہے۔ جو زیادہ تر دیوناگری رسم الخط میں لکھی جا رہی ہے۔ آپ کہیں گے نہیں صاحب اس میں "اردو والے" بھی شامل ہیں۔ چلئے ہم مان لیتے ہیں۔ لیکن کتنے فیصد؟

بول چال کی سطح پر دونوں زبانیں یقیناً ایک ہی معلوم ہوتی ہیں مگر ان کی اصل شناخت ان کے رسم الخط سے ہے اور اب اس میں کوئی شبہ کی گنجائش نہیں کہ اردو رسم الخط میں "ہندوستانی" لکھنے والے دیوناگری میں لکھنے والوں سے کافی پیچھے ہیں۔ عالمی رپورٹ میں جس ہندوستانی کے تیسرے نمبر پر ہونے کی بات کہی جا رہی ہے وہ دیوناگری ہندوستانی ہے 'اردو نہیں' حالانکہ یہ بھی خوش فہمی ہے۔

عام طور پر ہم یہ بھی کہتے نہیں تھکتے کہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی زبان دراصل 'اردو' ہی ہے۔ ایک خوش فہمی اور۔۔۔ ارے صاحب یہ "دیوناگری ہندوستانی" ہے۔ آپ کسی بھی ٹی وی اسکرپٹ یا فلم اسکرپٹ کو اٹھائیں آپ اسے اردو میں ہرگز نہیں پائیں گے۔ یہ سب دیوناگری میں ہوتے ہیں۔ وجہ؟ وجہ صرف یہ ہے کہ ہم اپنی لاپرواہی اور بے توجہی سے اپنا سارا سرمایہ ہندی والوں کی نذر کر رہے ہیں۔ ہم نہ تو خود اردو رسم الخط کا استعمال کر رہے ہیں اور نہ ہی اپنے بچوں کو اسے سکھا رہے ہیں۔ یاد رکھیں کسی بھی زبان کی شناخت اس کا رسم الخط ہوتا ہے۔ ہم نے اپنی لاپرواہی اور نادانی سے خود اپنی زبان کا بڑا نقصان کیا ہے۔ ہماری نئی نسل اب اردو نہیں جانتی۔ اس کے ذمہ دار ہم خود ہیں۔

لاکھ مخالفتوں کے باوجود 'ہندی' ہی اب ہندوستان کی سب سے بڑی زبان ہے۔ رہی مخالفت کی بات تو یہی مخالفت اس کے آگے بڑھنے کا سبب بھی ہے اور سب سے بڑی طاقت بھی۔ معاصر ہندی روزنامہ 'جن ستا' میں حال ہی میں سدھیش پچوری کا ایک مضمون (۱۶ر ستمبر ۲۰۰۱ء ہندی کھڑی بازار میں) 'ہندی زبان کی مقبولیت کے بارے میں شائع ہوا

☆اسسٹنٹ اڈیٹر، ماہنامہ "آج کل"، نئی دہلی

جو ہم اردو والوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے۔ مردم شماری کی پچھلی رپورٹ بتاتی ہے کہ ۱۹۹۱ء تک ۳۴ کروڑ لوگوں کی مادری زبان 'ہندی' تھی جس میں پندرہ کروڑ کی تعداد ان بولی بولنے والوں کی ہے جو اب ہندی میں شامل کرلی گئی ہے اور اب اس میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ ۲۰۰۱ء کی رپورٹ میں یہ ۴۰ کروڑ کی حد کو پار کررہی ہوگی۔ ایسا کیسے ممکن ہوا؟ تو آیئے اس کی بھی وجہ سمجھیں۔ ہم اردو والے بڑے نفاست پسند ہیں اور چھوٹی نچلی ذاتوں، قوموں، طبقوں یا علاقوں کی زبان کو منہ نہیں لگاتے۔ ہم اسے پاک صاف رکھنے میں زیادہ یقین رکھنے لگے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہماری زبان سکڑنے لگی ہے اور اگر یہی صورتحال رہی تو وہ دن دور نہیں جب سنسکرت کی طرح ہماری زبان بھی تاریخ کا حصہ بن کررہ جائے گی۔ اس کے برعکس "ہندی والوں" نے چالاکی اور دانشمندی کا ثبوت دیا ہے، جس کے نتیجے میں اب ہندی میں ۴۸ بولیاں شامل ہو چکی ہیں بلکہ ضم ہو چکی ہیں۔ ان ۴۸ بولیوں کے بولنے والوں کی تعداد کم و بیش پندرہ کروڑ ہے۔ اب اتنی بڑی تعداد جس زبان کو حاصل ہو وہ طاقتور تو ہوگی ہی۔ ہندی نے ان زبانوں کو ہضم کرکے یقیناً اپنی زبردست قوت ہاضمہ کا ثبوت دیا ہے جبکہ اردو کو اردو والوں نے اب تک نازک مزاج بنائے رکھا ہے جسے ذرا سے میں چھینک آنے لگتی ہے اور "پچانے" کے نام پر ہی پیٹ میں درد ہونے لگتا ہے۔ یہ ہماری اس زبان کا حال ہے جو لشکری زبان کہلاتی ہے۔

ایک پہلو اور دیکھیں۔ آج سیاسی رہنماؤں کو بھی خوب احساس ہے کہ اردو کی کتنی اہمیت ہے اور ہندی کی کتنی۔ عوام کے رجحان نے ان رہنماؤں کو اچھی طرح سمجھا دیا ہے کہ اگر ملک کا حکمراں بننا ہے تو ہندی والوں کے درمیان خود کو مقبول بنانا ہوگا۔ اس کے مقابلے اردو والوں کے درمیان کچھ ہڈی کے ٹکڑے پھینک دینا ہی کافی سمجھا جاتا ہے۔ اردو والے آپس میں لڑتے رہیں گے اور اصل مسئلے کی طرف ان کا دھیان نہ ہی جائے گا۔

عالمی منڈی اور ٹریڈ کا رجحان بھی صاف ہے۔ وہ اس بات کو بخوبی سمجھتے ہیں کہ اگر ہندوستانی مارکیٹ میں اپنی چیز کو فروخت کرنا ہے تو ہندی کا استعمال کرو۔ اب ہندوستانی بازار میں تمام تر مصنوعات پر انگریزی سے زیادہ اور انگریزی سے پہلے ہندی کا استعمال ہوتا ہے۔ ڈبوں پر، بوتل پر، تھیلیوں پر ہندی کا استعمال جاری ہے۔ اس چیز کے بارے میں یا اس چیز کے طریقہ استعمال وغیرہ بھی اب ہندی میں زیادہ ہوتا ہے۔ 'ہمدرد' قسم کے چند ہی ادارے ہیں جو اردو کو کسی حد تک سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ لیکن ان کا بھی کام اب ہندی کے بغیر نہیں چلتا۔

اس طرح ہندی کی کشش کی چار خاص وجہیں سامنے آتی ہیں۔ کثیر آبادی کی زبان، سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی اسباب۔ آج ہندوستان کے اکثر حصے میں ہندی بولی اور سمجھی جارہی ہے، سیاسی طور پر بھی اس کا خوب استعمال ہورہا ہے۔ بالفاظ دیگر سیاسی گلیاروں میں اسے خاص مقام حاصل ہے، اقتصادی طور پر بھی یہ کافی مضبوط ہو چکی ہے۔ اس زبان کے استعمال کے بغیر کسی پروڈکٹ کی مارکٹنگ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور ثقافتی سطح پر بھی آج یہ سب پر حاوی ہے۔ آپ کے دعوؤں کے باوجود سنیما ہندی میں ہی ہوتے ہیں۔ آپ لاکھ شکوہ کریں کہ صاحب اس فلم کی زبان اردو ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ اسکرپٹ ہندی میں لکھی جارہی ہے، اداکار اور اداکارائیں دیوناگری میں اپنے مکالمے پڑھتے ہیں، یاد کرتے ہیں پھر ادا کرتے ہیں۔ فلمی نغمے چاہے وہ گلزار لکھتے ہوں، مجروح یا جاوید اختر یقیناً وہ اردو کے ہوتے ہیں لیکن جب یہی نغمہ گلوکار یا سنگر کے پاس پہنچتا ہے تو ہندی کا ہو جاتا ہے اور اس پر ہمارے شاعر صاحب کو بھی اعتراض نہیں ہوتا۔ فلم کا پروڈیوسر فلم کا سرٹیفکٹ ہندی میں لینا پسند کرتا ہے۔ مارکیٹنگ کے لحاظ سے یہی ان کے لیے سود مند بھی ہے۔

تھیٹر کا بھی یہی حال ہے۔ ڈرامہ چاہے اردو کا ہو لیکن اسکرپٹ ہندی میں ہی لکھی جاتی ہے۔ کلاکار بھی اسے ہندی ہی کے طور پر لیتے ہیں۔ چنانچہ جب وہ مکالمے ادا کرتے ہیں تو ان کا شین قاف درست نہیں ہوتا لیکن ترسیل پھر بھی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ دہلی اردو اکادمی کے اردو ڈرامہ فیسٹول میں بھی یہ بات واضح طور پر کھل کر سامنے آئی۔ فیسٹول میں پیش کیے

جانے والے اکثر ڈرامے ہندی کے نظر آئے، وجہ ظاہر ہے۔ ڈرامہ کے اکثر کلاکار اردو سے نابلد تھے۔ مطلب یہ کہ اب اردو ہندی دانی کی نذر ہوتی جارہی ہے۔ اس وقت بنیادی کام اردو داں اور اردو خواں افراد پیدا کرنے کا ہے۔ یعنی ایسے لوگ جو اردو جان سکیں اور اردو پڑھ سکیں۔ جب تک اردو پڑھی اور پڑھائی نہیں جائے گی صرف اوپری سطح پر ڈرامہ، فیسٹول یا اس طرح کے دوسرے پروگرام کے ذریعہ اردو کو فروغ نہیں حاصل ہو سکتا۔ اردو اکیڈمی نے اردو سکھانے کے لیے شبینہ کلاسز کا انتظام کر رکھا ہے، جو کامیابی سے چلائے جارہے ہیں اور یقیناً قابل تعریف ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کلاسز کی طرف زیادہ سے زیادہ لوگوں کو راغب کیا جائے۔ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اردو پڑھائی اور سکھائی جائے، جبھی آپ کے دوسرے پرگروام حقیقی معنوں میں کامیاب ہو سکیں گے۔

رہی بات ہندی کی، تو ہندی نے اب پورے طور پر پیر جمالیے ہیں۔ نئی سماجیات کے مطابق اب اس نے بول چال سے لے کر تفریح کے تمام تر ذرائع پر قبضہ کرلیا ہے۔ اسی طرح بازار اور صارفی برانڈوں میں بھی اپنی بھرپور جگہ بنالی ہے۔ اور یہ وہ طاقت ہے جو کسی بھی حکومت کی پالیسی پر بھاری ہے۔ اردو والے حکومت پر تکیہ کیے بیٹھے ہیں۔ اگر حکومت کی پشت پناہی سے ہی کسی زبان کو آگے بڑھنا ہوتا تو آج سنسکرت کو کافی آگے ہونا چاہئے تھا۔ یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ سنسکرت پر کتنا کچھ خرچ کیا جارہا ہے اور کیا کیا جتن نہیں کیے جارہے ہیں۔ لیکن مردم شماری کی رپورٹ بتاتی ہے کہ اس کے بولنے والے ایک فیصد بھی نہیں ہیں۔

ایک پہلو اور دیکھیں۔ آج ہندی زبان کو گرامر کے پیمانے سے نہیں ناپا جارہا ہے۔ دوسری زبانوں سے اس کے تعلقات اور لین دین کو بھی نیچی نظر سے نہیں دیکھا جارہا ہے۔ اور یہ سب باتیں وہ ہیں جن پر آج کوئی دھیان بھی نہیں دیتا، یہ آج معمول میں شامل ہو گیا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ آج یونیورسٹیوں میں اساتذہ کی تدریسی ہندی خالصیت کی قائل ہے لیکن اسے کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں ہے۔ آج تو طلبہ کی اکھڑی اکھڑی اور منتشر ہندی ہی زیادہ مقبول ہے۔ اسی طرح بلو لائن بسوں میں غلط سلط لکھے اشعار والی ہندی۔ ۱۳ میرا ۷ والی ہندی جو اکثر آٹو رکشا پر لکھی ہوتی ہے۔ ادبی سیمیناروں کی ہندی، مذہبی جلسوں میں گروؤں کی ہندی اور راج نیتاؤں کی ہندی غرض مختلف شکلوں میں سامنے آتی رہتی ہے۔ امریکہ، کناڈا، برطانیہ وغیرہ کے ٹیکسی ڈرائیور تو خیر ہندی گانوں کے کیسٹ سنتے ہی ہیں۔ پاکستان جیسے ملک میں بھی گانوں کے البم کے ذریعہ ہندی سر چڑھ کر بول رہی ہے۔

انگریزی کل تک ہندی پر حاوی تھی۔ شاید آج بھی ہے۔ لیکن اب پہلے کے مقابلے صورت حال بدلی ہے۔ اب ہندوستان میں ہندی دبی ہوئی نہیں رہ گئی ہے۔ اب ہندی انگریزی سے آگے نہیں تو پیچھے بھی نہیں ہے بلکہ معاملہ اب برابری کا ہے۔ لیکن اب بھی کچھ ہندی والے خاص کر وہ جو ہندی کا "خالص پن" برقرار رکھنا چاہتے ہیں، انہیں ڈر ہے کہ کہیں انگریزی ہندی کو نگل نہ لے۔ چنانچہ وہ ڈرتے بھی ہیں اور ہندی کو بچانے کے لیے اسے "شدھ" رکھنا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ لیکن ایسا طبقہ بہت مختصر ہے۔ اور شاید یہ صرف یونیورسٹی کے شعبہ ہندی تک محدود ہے۔ اور وہ دن دور نہیں جب یہ طبقہ اپنی "شدھتاوادی" سوچ کی وجہ سے بے معنی ہو کر الگ تھلگ پڑ جائے گا۔

جہاں تک اردو کا سوال ہے تو اردو آج بشمول ہندی، انگریزی دیگر کئی زبانوں سے بھی پچھڑ چکی ہے۔ انگریزی تو خیر اس پر حاوی ہے ہی۔ اب حال یہ ہے کہ برطانیہ سے ملنے والی اطلاع کے مطابق اردو والوں نے اسے رومن اسکرپٹ میں لکھنے کی بات شروع کردی ہے۔ کیا ایسا کرنا اردو کے ساتھ انصاف ہوگا؟ اور کیا اس طرح سے اردو زندہ رہ سکے گی؟ واضح ہو کہ انگریزی یا ہندی یا کسی بھی زبان کا صوتی نظام ایسا نہیں جو اردو کے الفاظ کی صحیح ادائیگی کرسکے۔ اس سے اگر اردو زندہ رہ بھی گئی تو اس کا حسن بری طرح مجروح ہو جائے گا۔

اردو اب بڑے پیمانے پر خود اردو والوں کے یہاں سے نکالی جاچکی ہے۔ جب ہم خود ہی اسے نہیں پڑھیں گے تو دوسرا اسے کیوں پڑھے گا۔ اب اردو کی زندگی کی ضمانت صرف اس بات میں ہے کہ ہم لازماً اپنے بچوں کو اردو پڑھائیں۔ جب تک زیادہ سے زیادہ کسی زبان کو پڑھنے والے نہیں ہوں گے اس زبان کو نہیں بچایا جاسکتا ہے اور یہی صورتحال اگر اردو کے ساتھ بھی رہی تو اردو کو بھی نہیں بچایا جاسکتا۔ اردو کے بڑے بڑے ادارے کھول لینے سے اردو کے روز نئے نئے رسالے اور اخبارات نکال لینے سے، اردو کی ڈھیروں کتابیں چھاپ لینے سے بھی کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ جب تک ان کتابوں کے پڑھنے والے نہیں ہوں گے۔ یہ کتابیں بے کار ہوں گی۔ یہ کاغذ کازیاں ہی سمجھا جائے گا۔ آج اردو کا سب سے بڑا کل ہند ادارہ اردو کی ترقی و فروغ کی بجائے محض اشاعتی ادارہ بن کر رہ گیا ہے اور یہ اشاعتی ادارہ بھی عوامی نہیں بلکہ ذاتی ہو کر رہ گیا ہے۔ اسی طرح اردو کی ترقی کا دوسرا بڑا ادارہ کمپیوٹر ٹریننگ سینٹر بنا ہوا ہے جو جگہ جگہ کمپیوٹر سینٹر قائم کر رہا ہے۔ لیکن ان سینٹر سے بھی اردو والوں کا کم ہی بھلا ہو رہا ہے بالفاظ دیگر اردو کا کوئی بھلا نہیں ہو رہا ہے پھر بھی ہمارا دعویٰ ہے کہ سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے۔ ◀◀

چند اہم مطبوعات ہم سے طلب فرمائیں

☆ قرآنی عربی (قرآن کریم کے ذریعے بنیادی عربی کی تعلیم) ڈاکٹر محمد حافظ اسمٰعیل سورتی 150.00

☆ ادب کا اسلامی تناظر — ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی 100.00

☆ سفرنامہ حرمین شریفین — مولانا طیب عثمانی 60.00

☆ اسباق النحو (مکمل) — مولانا حمید الدین فراہیؒ 30.00

☆ فلسفے کے بنیادی مسائل (قرآن کریم کی روشنی میں) مولانا امین احسن اصلاحی 100.00

☆ ذکر فراہی — ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی 350.00

☆ اردو کا ابتدائی زمانہ (کراچی ایڈیشن) — شمس الرحمٰن فاروقی 120.00

☆ ادراک معنی (مضامین) — ڈاکٹر محمد نفیس حسن 125.00

☆ تنقیح و تشریح: محمود عالم کے تبصرے اور تنقیدی مضامین — مرتب: عارف اقبال 100.00

☆ پرواز راز (نیا شعری مجموعہ) — ڈاکٹر خلیل الرحمٰن رازؔ 150.00

☆ آواز کے سائے (نیا شعری مجموعہ) — ڈاکٹر عبید الرحمٰن 120.00

☆ غزل: پس منظر، پیش منظر (مجلد) — ساحل احمد 400.00

☆ تشکیل و تعبیر (مروجہ اصناف سخن سے متعلق ناوک حمزہ پوری کے مضامین کا انتخاب) مرتب: عطا عابدی 150.00

☆ مجموعۂ قوانین اسلامی (مسلم پرسنل لاء بورڈ سے متعلق احکام شریعت اسلامی کا دفعہ وار مرتب مجموعہ) 140.00

انگریزی ایڈیشن (انگریزی مترجم: پروفیسر طاہر محمود) 70.00

Contact:

Applied Publications. Pvt. Ltd.
1739/3 (Basement) New Kohinoor Hotel Kohinoor
Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-110002

انفارمیشن ٹکنالوجی

اردو ”کی بورڈ“ کی معیار بندی...

اہمیت، وافادیت اور طریق کار

☆: فیروز ہاشمی

تختۂ کلید یا Keyboard کمپیوٹر کی بنیادی حصوں میں شمار ہوتا ہے جس کے ذریعہ کمپیوٹر کو ضروری احکامات دیئے جاتے ہیں۔ حروف (Alphabets) کے نقشے کے اعتبار سے کمپیوٹر کا کی بورڈ ٹائپ رائٹر کے کی بورڈ سے تقریباً ملتا جلتا ہوتا ہے لیکن کمپیوٹر کے کی بورڈ میں کچھ اضافی کلیدیں بھی ہوتی ہیں۔ اس وقت ہندوستان میں کمپیوٹر کے لیے جو انگلش کی بورڈ استعمال کیا جارہا ہے وہ یونائیٹڈ اسٹیٹس (United States 101) کا اسٹینڈرڈ ہے۔ ہندوستان کی دیگر جن زبانوں میں سافٹ ویئر تیار کیا گیا ہے انہوں نے اسی کو بنیاد بنایا ہے اور اسی میں اپنے حروف تہجی (Alphabets) کو منقش کیا ہے۔ کی بورڈ کی اہمیت کسی بھی زبان کے لیے اس کے پروگرام یعنی سافٹ ویئر پر منحصر ہے۔ کسی بھی زبان میں اس کی ضرورتوں اور سہولتوں وغیرہ کو مد نظر رکھ کر ہی مرتب کیا جاتا ہے۔

جہاں تک اردو ”کی بورڈ“ کی معیار بندی کا سوال ہے تو اس سلسلے میں یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ اردو زبان میں ابھی تک کی بورڈ کی معیار بندی ہی نہیں ہو سکی ہے۔ الفاظ کے ہجے اور املا کے سلسلے میں کئی کتابیں میری نظر سے گزری ہیں۔ لیکن ان سفارشات پر کتنا عمل ہو رہا ہے کہنا مشکل ہے۔ اس سلسلے میں اب تک میں جس نتیجے پر پہنچا ہوں اس کے کئی پہلو ہیں۔ لہٰذا ان پہلوؤں یا ذہن میں ابھرتے ہوئے سوالوں کے درجہ بندی کرلی جائے اس کے بعد ”کی بورڈ“ کی معیار بندی پر اظہار خیال ممکن ہوسکے گا۔

۱۔ اردو زبان میں دیگر کتنی زبانوں کے حروف شامل ہیں؟

۲۔ اردو زبان میں دوسری زبانوں کی آواز کی معیار بندی اور ان کے لیے حروف تہجی یا علامت کی شکلیں

۳۔ الف اور ہمزہ کا فرق واستعمال

۴۔ یا (ی/ے) اور ہمزہ (ءٔ) کا فرق واستعمال

۵۔ ہ ھ ۃ کا ضروری فرق اور استعمال

۶۔ نون (ن) اور نون غنہ (ں) کا فرق اور طریقہ استعمال

۷۔ آیا ہمزہ (ء) کا شمار اردو زبان میں حروف تہجی کے طور پر ہوتا ہے یا علامت کے طور پر

۸۔ کیا اردو زبان میں حرکت یا علامت (Vowels) کا کثرت سے استعمال اردو کے حق میں بہتر ہے یا نہیں۔

۹۔ اردو زبان میں طرز تحریر دائیں سے بائیں ہے۔ عددوں کا استعمال کس طرح ہونا چاہئے۔ جب کہ انگریزی یا ہندی زبانوں میں جس طرف سے (Verso) حروف لکھے جاتے ہیں یا ٹائپ کرتے ہیں اسی طرف سے عددوں کو بھی لکھتے یا ٹائپ کرتے ہیں۔

مذکورہ پہلوؤں پر اردو داں اور اہل علم و فن حضرات کو غور کرنا چاہئے کیوں کہ ان پہلوؤں پر غور و فکر کے بغیر اردو ”کی بورڈ“ کی معیار بندی کے بارے میں کوئی نسخہ پیش کرنا ممکن نہیں۔

کمپیوٹر سافٹ ویئر میں اردو ”کی بورڈ“ کی اہمیت وافادیت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی معیار بندی کے لیے بہتر طریقہ

☆ کیلی گرافسٹ، کانسپٹ سافٹ ویئر پرائیویٹ لمیٹڈ، نئی دہلی

یہ ہونا چاہئے کہ وہ حروف جو سب سے زیادہ استعمال ہوتے ہیں انہیں مرکزی سطر میں ڈالا جائے۔ یعنی ASDF والی سطر۔ اس کے بعد QWERT۔ اس کے بعد ZXCV اور 12345678 والی سطر۔ اردو زبان میں چونکہ Capital اور Small لیٹر کا مسئلہ نہیں ہوتا ہے اس لیے کوشش یہ ہونی چاہئے کہ سارے حروف Normal کنڈیشن میں ہی نقش کئے جائیں، Shift بٹن دبانے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ اس سے ٹائپنگ کی رفتار تیز ہو گی۔ اس طرح کے کی بورڈ کی میپنگ سب سے پہلے مونو ٹائپ ٹائپو گرافی، لندن نے کی ہے۔ جو ان کے ذریعہ بنائے گئے اردو کے کمپیوٹر سسٹم کے ساتھ کام کرتے رہے۔ بعد میں کئی سافٹ ویئر وجود میں آئے جس میں ہر بنانے والے نے اپنی سوچ کے مطابق کی بورڈ مرتب کیے۔ کسی نے عربی زبان کے کی بورڈ کو بنیاد بنایا۔ کسی نے صوتی انداز کو بنیاد بنایا۔ کسی نے ان کے ساتھ ساتھ اپنی مرضی کے کی بورڈ بنانے کی سہولت بھی رکھی۔ لیکن 1995 میں وجود میں آنے والا واحد کامیاب سافٹ ویئر ان پیج اردو میں اردو میں مونو ٹائپ کا کی بورڈ ہی آیا جو بہت ہی کار آمد ثابت ہوا۔ گرچہ اس میں دیگر مروجہ اور خود مختار کی بورڈ کو بھی داخل کر دیا گیا اس کے باوجود آج بھی ان پیج اردو سافٹ ویئر کے ساتھ استعمال کیا جانے والا اسٹینڈرڈ کی بورڈ مونو ٹائپ ہی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس میں وہی طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے جس کی معیار بندی میں نے پہلے کی ہے۔ اس میں سارے حروف نارمل میں میپ کئے گئے ہیں یہاں تک کہ چند حرکتیں جو اردو میں استعمال کرنا ضروری ہیں، انہیں بھی نارمل میں شامل کیا گیا ہے۔ مونو ٹائپ کے کی بورڈ کو بہتر سمجھنے کی اہم وجہ یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ اردو ٹائپ کرنے کے لیے Shift Key کی ضرورت نہیں پڑتی جس کی وجہ سے ٹائپنگ کی رفتار دو گنی ہو جاتی ہے۔ دوسرے مروجہ کی بورڈ (Key maps) جیسے شاہکار، گلوبل، مقتدرہ، صوتی وغیرہ کی بہ نسبت نئے سیکھنے والے طلباء یا افراد کے لیے مونو ٹائپ کا کی بورڈ زیادہ کار آمد ثابت ہوا ہے۔ میں خود مونو ٹائپ کا کی بورڈ 1994 سے استعمال کر رہا ہوں جبکہ اس سے قبل مختلف قسم کے چھ کی بورڈ استعمال کر چکا ہوں۔ اس وقت ٹائپنگ کا کام کرتے ہوئے بھی میری ٹائپنگ رفتار اڑتیس چالیس سے زیادہ نہ ہو سکی اور آج جبکہ میں سافٹ ویئر ڈیولپمنٹ اور فاؤنٹ ڈیولپمنٹ کے کام سے منسلک ہوں اور میرے ذمہ ٹائپنگ کا کام نہ کے برابر ہوتے ہوئے بھی میری ٹائپنگ رفتار چالیس الفاظ فی منٹ ہے۔ جبکہ جو افراد اس کی بورڈ کو استعمال کر رہے ہیں ان میں اوسطاً چالیس سے ستر الفاظ فی منٹ کی رفتار سے ٹائپ کرنے والے افراد موجود ہیں اور یہی کامیاب آپریٹر بھی ثابت ہوئے ہیں۔ Shift Key میں اردو زبان میں عربی کی ضرورتوں کو ذہن میں رکھ کر حرکات و اعراب کو منقش کیا گیا ہے تاکہ عربی کی ضروریات پوری ہو سکیں۔

اہمیت و افادیت

کمپیوٹر کے لیے کی بورڈ (Keyboard) کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنا کہ کمپیوٹر کے لیے مانیٹر کی۔ کیوں کہ ان دونوں کے بغیر پی سی محض ایک ڈبہ کی طرح ہے۔ آپ کو نہیں معلوم کہ اس ڈبہ میں کیا ہے؟ جس طرح ایک فرد اپنے کانوں سے کسی سوال کو سن کر اپنے دماغ کے ذریعہ اس پر غور کرتا ہے اور منہ کے ذریعہ اس کا جواب دیتا ہے ٹھیک اسی طرح ایک کمپیوٹر بھی کی بورڈ (Keyboard) کے ذریعہ سوال کو حاصل کرتا ہے، سی پی یو (Central Processing Unit) کے ذریعہ اس کا تجزیہ کرتا ہے اور جس طرح آدمی کسی سوال کا جواب بذریعہ منہ یا لکھ کر دیتا ہے۔ اسی طرح کمپیوٹر نتائج کو اسکرین پر ظاہر کرتا ہے یا پرنٹر کے ذریعہ پرنٹ کرتا ہے۔ کمپیوٹر کے بارے میں انسان سے الگ ایک خاص بات یہ ہے کہ کچھ معاملات میں کمپیوٹر کا عمل انسان سے زیادہ تیز اور صحیح ہوتا ہے۔ لہٰذا اردو اور عربی کے سارے کی بورڈز پر غور کرنے کے بعد میرا احساس یہ ہے کہ اردو کا سب سے کار آمد کی بورڈ وہی ہو سکتا ہے جس میں حروف نارمل میں منقش کئے جائیں تاکہ ٹائپنگ کی رفتار تیز ہو اور اردو بھی دوسری زبانوں کی طرح نئی ٹکنالوجی کے شانہ بہ شانہ چلتی رہے۔ ◀◀

تبصرۂ کتب

آسان ترجمۂ قرآن

تبصرہ: غطریف شہباز ندوی

نام کتاب: آسان ترجمۂ قرآن مصنف: مولانا محمد فاروق خاں
صفحات: ۱۲۶۸، قیمت: ۔/۱۷۵ روپے
ناشر: دار الحکمۃ ۱۳۵۳، بازار چتلی قبر، دہلی۔۶

علم و تحقیق کی دنیا میں مولانا محمد فاروق خاں کا نام محتاج تعارف نہیں ہے، اردو بک ریویو کے قارئین مختلف کتابوں پر تبصرہ کے حوالہ سے ان کی نگارشات سے اکثر محظوظ ہوتے ہیں۔ مولانا تحریک اسلامی ہند کے معتبر علماء و رہنماؤں میں سے ہیں۔ ہندی زبان و ہندوستانی فلسفہ کے ماہر، تصوف اور روحانیات کے شائق، ادیب و شاعر اور قرآنیات کے شیدا ہیں۔ بلکہ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ ان کا اصل شغف اور شوق قرآنیات میں ہے۔ اس سے پہلے انہوں نے اسلامی لٹریچر میں کافی اضافہ کیا ہے اور تصنیف و تالیف کے میدان میں ان کے بہت سے کام منظر عام پر آکر مقبول ہو چکے ہیں۔ جہاں تک قرآنیات کی بات ہے تو اس وسیع میدان میں بھی وہ کام کرتے رہے ہیں انہوں نے موضح القرآن اور شاہ عبدالقادر کی قرآن فہمی پر لکھا۔ مولانا مودودیؒ کے مختصر ترجمہ و تشریح کا شگفتہ ہندی میں ترجمہ کیا۔ پھر خود بھی ہندی میں ایک ترجمہ قرآن لکھا، اور اب ان کا زیر نظر ترجمہ قرآن "آسان ترجمہ قرآن" کے نام سے سامنے آیا ہے۔

برصغیر میں ترجمہ و تفسیر کی تاریخ امام شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے خانوادہ سے شروع ہوتی ہے۔ معروف و مشہور بات تو یہی ہے لیکن محققین نے اس کے قبل کے بھی بعض ترجموں اور تفاسیر کا سراغ لگایا ہے۔ اس کے بعد سے لے کر اب تک اردو زبان میں بے شمار ترجمے ہوئے، صدہا تفسیریں لکھی گئیں غالباً یہ بات درست ہو گی کہ عربی کے بعد قرآنیات پر اتنا بڑا ذخیرہ اردو کے علاوہ کسی اور زبان میں نہیں ہے۔ تاہم قبول عام ان میں سے چند ہی ترجموں اور تفسیروں کو مل سکا۔ امت مسلمہ کی علمی و فکری تاریخ میں تقلید جامد کا جو روگ لگا تھا اور جس کی وجہ سے اجتہاد و تحقیق کے دروازے بند ہو گئے تھے۔ علوم القرآن کے باب میں اس بیماری نے کچھ زیادہ ہی شدت اختیار کر لی تھی، چنانچہ یہاں ہمیں نقل در نقل، اناپ شناپ اقوال، بے سر و پا اسرائیلیات اور اصول تفسیر کے نام پر غیر ضروری اور لا طائل بحثوں کے طومار سے سابقہ پڑتا ہے۔ یہاں نقل در نقل اور بے جا تقلید سلف کو ایسا ضروری سمجھا گیا کہ کتنی ہی آیات کا مفہوم دقیق اور غامض اور بسا اوقات متضاد متن قرآن سے الگ اور متصادم تشریح و تاویل کی دبیز تہوں میں دب کر رہ گیا۔ تیسری بار ایسا ہوا ہے کہ متن قرآن کچھ کہہ رہا ہے اور منقول و معقول تفسیریں کچھ کہہ رہی ہیں۔ اسی وجہ سے محققین کو یہ کہنا پڑا کہ انسانی تشریحات و تاویلات فہم قرآن میں ممد و معاون ہونے کی بجائے ایک زحمت ہیں اور ان سے حتی الامکان بچا جائے۔ تفصیلات کے واسطے ان کا مطالعہ کر لیا جائے لیکن کسی مفہوم کی بنیاد ان پر نہ رکھی جائے، یہیں سے صرف ترجمہ قرآن کی افادیت سمجھ میں آسکتی ہے۔

محض ترجمہ قرآن سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ پڑھنے والا متن سے قریب تر رہتا ہے، اور انسانی طبع زاد باتیں، آیات اور ان کے مفاہیم سے طبیعت پر براہ راست جو اثر پڑتا ہے اس میں مداخلت نہیں کرتیں، تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ بعض مشکل مقامات ایسے بھی آتے ہیں جن میں محض ترجمہ سے پوری بات واضح نہیں ہو پاتی اور کچھ نہ کچھ تشریح کی ضرورت ہوتی ہے۔ زیر نظر ترجمہ میں حواشی اور تشریحی نوٹس نہیں ہیں اور بعض جگہوں پر ہیں بھی تو وہ برائے نام ہیں، دوسرے ایڈیشن میں مولف مختصر سے فٹ نوٹس لگادیں تو مناسب ہوگا، مثلاً الم ترکیف فعل ربک باصحاب الفیل میں "ترمیھم" کا جو ترجمہ انہوں نے کیا ہے وہ ہے "ان پر کنکریلے پتھر مار رہے تھے (ملاحظہ ہو سورہ فیل ص: ۱۲۲۲) یہ ترجمہ گول مول اور مبہم ہے اور اس سے یہ پتہ نہیں چل رہا ہے کہ ترمی کا فاعل وہ مخاطب کو بنارہے ہیں، یا طیر کو، اس طرح کے مقامات اور بھی ہیں ضرورت ہے کہ ان کی مختصر تشریح کردی جائے۔

شاہ عبدالقادرؒ اور شیخ الہندؒ کے ترجموں کے بعد اردو میں مشہور ترین ترجمے چند ہی ہیں۔ تھانویؒ ترجمہ و تفسیر، سید سلیمان ندویؒ اور عبدالماجد دریابادیؒ نے اس کی تعریف کے پل باندھ دیئے ہیں لیکن اس کا ترجمہ ترجمہ نہ رہ کر اچھی خاصی تفسیر بن گیا ہے۔ ان کے معاصر مولانا احمد رضاؒ خاں کا ترجمہ بھی اہم اور اچھا ہے لیکن بہتیرے مقامات پر ان کی بے جا تاویل اور آیات قرآنی سے بلاوجہ اپنے مزعومہ عقائد کا اثبات جو حد تحریف کو پہنچا ہوا ہے، اس کی ثقاہت کو مجروح کرتا ہے، مولانا مودودیؒ کا ترجمہ ادبی، رواں شگفتہ اور سلیس ہے۔ دعوتی مقاصد کے لیے بہت مفید ہے، لیکن متن سے قریب تر رہنے کا التزام نہیں ہو سکا، تدبر قرآن کے ترجمہ میں نیا پن ہے عربی زبان اور متن قرآنی سے قریب رہنے کا التزام ہے لیکن سلاست نہیں بلکہ ایک طرح کی ثقالت پیدا ہو گئی ہے۔ مولانا فاروق خاں صاحب نے ان سب سے فائدہ اٹھایا ہے، ان کا ترجمہ ترجمانی نہیں بلکہ متن سے قریب ہے، ایسا بھی محسوس ہوا کہ انہوں نے مولانا شبیر احمد ازہر میرٹھی کے غیر مطبوعہ ترجمہ و تفسیر (مفتاح القرآن چند اجزاء مطبوعہ ہیں) سے بھی فیض اٹھایا ہے۔ مولانا موصوف کے ترجمہ و تفسیر (مفتاح القرآن) کی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے کسی بھی مفسر و مترجم کی تقلید نہیں کی۔ چنانچہ بہتیرے مقامات پر ان کا ترجمہ بالکل الگ، منفرد اور ممتاز ہے۔ زیر نظر ترجمہ میں بھی راقم کو اس کے کچھ اثرات محسوس ہوئے۔ مثلاً سورہ انشقاق کی آیت نمبر ۱۰ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَہٗ وَرَآءَ ظَھْرِہٖ، کا ترجمہ زیر نظر ترجمہ قرآن میں یوں کیا گیا ہے "وہ شخص جس کی کتاب دی گئی جو اس کی پشت کے پیچھے ڈال رکھی گئی تھی" یہ ترجمہ تھوڑے سے لفظی تفسیر کے ساتھ مفتاح القرآن سے مستفاد ہے، اور کسی دوسرے ترجمہ قرآن میں نہیں ملتا۔

قرآن سے مولانا فاروق خاں کو گہرا شغف ہے۔ اس کے مختلف ترجموں اور تفسیروں کا مطالعہ، تدبر اور غور و خوض اور اس کے دروس و مطالعہ میں ہی ان کے شب و روز گزرتے ہیں یہی ان کا اوڑھنا بچھونا ہے، اس پہلو سے دیکھا جائے تو ترجمہ نہایت کامیاب ہے، علمی استناد کے ساتھ ہی فصیح و بلیغ رواں اور مؤثر بھی ہے، تاہم مبصر نے تبصرہ لکھنے سے پہلے سورۂ احزاب سے لے کر بعد کی مسلسل کئی لمبی سورتوں کا ترجمہ اسی ترجمہ قرآن سے پڑھا۔ سورہ احزاب سے اس لیے کہ یومیہ تلاوت وہاں تک پہنچ چکی تھی، اسے محسوس ہوا کہ مولانا حرف 'ف' کا ترجمہ پس سے کرتے ہیں۔ قدیم ترجموں میں یہ کثرت سے استعمال ہوتا تھا، لیکن اب متروک ہو چکا ہے۔ اس کے مقابلے میں صرف "تو" زیادہ مناسب ہے۔ اسی طرح یہ بھی محسوس ہوا کہ متن سے زیادہ قریب رہنے کی کوشش میں کیسی کیسی ثقیل عربی و فارسی الفاظ در آئے ہیں جو عام قاری کی دست رس سے باہر ہوں گے۔ اسے پڑھنے میں تھوڑی سی دقت آئے گی آج کی سہولت پسند طبیعتوں کے مد نظر مولانا مودودیؒ والا طریقہ زیادہ مناسب تھا، تبصرہ کی طوالت کے خوف سے مثالیں نہیں دی جارہی ہیں۔

اردو تراجم قرآنی میں غالباً مولانا مودودیؒ کی اولیات میں سے یہ ہے کہ انہوں نے موضوعات قرآنی کا اشاریہ یا

انڈیکس لکھا، مولانا سے پہلے اردو میں یہ چیز نہیں پائی جاتی، لوگ اسے اہمیت بھی نہیں دیتے تھے اور بظاہر کوئی خاص اہمیت محسوس بھی نہیں ہوتی، لیکن ایک تو یہ آج کے دور میں علمی دنیا کی معروف روایات میں سے ہے دوسرے تحقیق و ریسرچ سے دلچسپی رکھنے والوں کو اس سے اپنے موضوع و مراد سے متعلق آیات ڈھونڈنے اور نکالنے میں بڑی آسانی ہو جاتی ہے۔ محترم مترجم نے اس پہلو کو بھی مد نظر رکھا ہے اور مختصر طور پر کچھ خاص موضوعات کے اشاریے دے دیے ہیں ممکن ہو تو اگلے ایڈیشن میں اس میں مزید توسیع و اضافہ کردیا جائے۔

مترجم موصوف خود تحریک اسلامی ہند کے داعیوں اور سرگرم و معتبر علماء میں سے ہیں، لیکن بحیثیت مجموعی ان کے ترجمہ پر دعوتی سے زیادہ علمی رنگ غالب ہے۔ اگر وہ مختصر حواشی بھی تحریر کردیتے ہیں تو عام قاری سے زیادہ یہ نسبتاً پڑھے لکھے اور قرآنیات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے ایک خاصہ کی چیز بن جائے گا۔ بہر حال مبصر کی نظر میں اس ترجمہ سے حکمت قرآن کے نئے گوشے وا ہوتے ہیں، اس میں جدت اور نیا پن ہے، دوسرے تراجم سے تقابل کی تو یہاں گنجائش نہیں ہے البتہ یہ امید ہے کہ یہ ترجمہ قرآنیات کے باب میں ایک نیا اضافہ ہوگا اور شائقین اور اہل علم اسے ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔

قرآنیات کے باب میں مبصر کو اپنی بے بضاعتی کا بخوبی احساس ہے، اس لیے اس کا تبصرہ دراصل تذکرہ کی حیثیت رکھتا ہے، تبصرہ کا حق تو کوئی ایسا شخص ہی ادا کرسکتا ہے جو اس باب میں اچھا مطالعہ اور ذوق رکھتا ہو۔ یہاں شاید اس کا اظہار بے محل نہ ہوگا کہ تراجم و تفاسیر میں عام طور پر تقریظ و پیش لفظ وغیرہ لکھوانے کی روایت نہیں ہے، کم از کم علوم قرآن کے باب میں علمی دنیا میں ایک غیر معروف آدمی سے پیش لفظ لکھوانے والی بات جچی نہیں۔ مترجم موصوف کا دیباچہ اپنی جگہ کافی تھا یہ مبصر کا اپنا خیال ہے۔ ہو سکتا ہے مولانا موصوف نے اس کی کوئی ضرورت سمجھی ہو۔ ◀◀

پتہ: E-87، ابو الفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دھلی. 110025

مجلّہ ششماہی السیرۃ عالمی

تبصرہ: محمود عالم

مجلّہ: ششماہی السیرۃ عالمی ۳ مدیر: سید فضل الرحمٰن، نائب مدیر: سید عزیز الرحمٰن
صفحات: ۴۱۴، قیمت: ۔/۱۰۰ روپے، بیرون ملک ۱۸ امریکی ڈالر (شمارہ ۳ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ جون ۲۰۰۰ء)
پتہ: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز ۴/۱۷، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی۔ ۱۸، پوسٹ کوڈ ۷۴۶۰۰

برصغیر ہند و پاک بنگلہ دیش اور نیپال سے اردو زبان میں جو رسائل شائع ہوتے ہیں ان میں سیرت پاک پر مضامین ضرور شامل ہوتے ہیں۔ ان میں بعض رسائل نے سیرت نمبر بھی شائع کیے ہیں۔ ان میں نقوش کا سیرت نمبر خاص اہمیت کا حامل ہے۔ یہ اعزاز سید فضل الرحمٰن صاحب کے حصہ میں آیا کہ وہ ایک مجلّہ خاص اس موضوع پر شائع کر رہے ہیں۔ سیرت طیبہ اور تعلیمات نبوی ﷺ کا نقیب علمی و تحقیقی مجلّہ "ششماہی السیرۃ عالمی" کا یہ تیسرا شمارہ ہے جس پر تبصر کی سعادت اس سیہ کار کو حاصل ہو رہی ہے۔ حمد باری تعالیٰ اداریہ، قارئین کے خطوط و تاثرات اور کتابوں پر تبصرے کے علاوہ ۱۵ گراں قدر تحقیقی و علمی مضامین اس شمارے میں شامل ہیں۔

سیرت کی تعریف اور حدود و قیود (مولانا اکرام اللہ جان قاسمی) اسوہ اور اصول کی ہم آہنگی (پروفیسر محمد اقبال جاوید) مقام محمد ﷺ (ڈاکٹر ابوالخیر کشفی) حضور ﷺ کا تعلیمی انقلاب (مولانا محبوب حسن واسطی) احکام الرسول فی سل السیوف

(ڈاکٹر محمد امین) میثاق مدینہ، سیاست نبوی کا مثالی شاہکار (ڈاکٹر حافظ محمد ثانی) رسول اللہ کی دفاعی اور عسکری حکمت عملی (شاہ مصباح الدین شکیل) انسانی جنین کا ارتقاء قرآن مجید، احادیث نبویؐ اور جدید سائنس کی روشنی میں (ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری) جانوروں کے حقوق اور ان سے حسن سلوک (ڈاکٹر صلاح الدین ثانی) تجارت کے اصول ہادیٔ اعظمؐ کی نظر میں (سید عزیز الرحمٰن) بلوچستان میں پاکستانی زبانوں میں تذکرہ سیرت (پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر) تقدیس والدی المصطفیٰ ﷺ (ڈاکٹر محمود الحسن عارف) مخطوطات سیرت فارسی (بلال حسین نوشاہی) ہندوستان کے حفاظ حدیث (مترجم مولانا عبدالاحدؒ) اور سیرت طیبہ پر اہم مقالات و مضامین کی موضوعاتی فہرست (مولوی محمد اسماعیل)

ویسے تو اس شمارے میں شامل سارے مضامین معیاری ہیں۔ تحقیقی اعتبار سے بھی اور زبان اور بیان کے اعتبار سے بھی اعلیٰ معیار پیش کرتے ہیں لیکن ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی کا مضمون "مقام محمد ﷺ قرآن کریم کے آئینے میں" اور مولانا اکرام اللہ جان قاسمی کا مضمون "سیرت کی تعریف اور حدود و قیود" خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ مولانا اکرام اللہ جان قاسمی نے سیرت کی تعریف اور اس کے حدود و قیود کو قدیم و جدید سیرت نگاروں کے حوالے سے متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ سیرت کے بنیادی مآخذ اور روایات کی رد و قبول کے اصول و معیار کو بیان کر کے سیرت نگاروں کے لیے رہنما خطوط پیش کر دیے ہیں۔ اس مجلّہ میں سب سے اہم مضمون ڈاکٹر محمود الحسن عارف کا ہے۔ انہوں نے اپنے مقالہ میں مغلیہ دور کے ایک عظیم مفسر قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے رسالہ "تقدیس والدی المصطفیٰ ﷺ" کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش فرمایا ہے۔

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم دین، مفسر قرآن پاک، صوفی اور مجتہد تھے۔ انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور حضرت مرزا مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کیا تھا۔ ڈاکٹر محمود الحسن عارف نے ان کے رسالہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش کر کے سیرت کے طلبہ پر بلکہ پوری امت پر بڑا احسان کیا ہے۔ قاضی صاحب کا رسالہ عربی میں تھا، ڈاکٹر عارف نے اس کے مباحث کو اردو میں پیش کر کے اردو زبان کو مالا مال کر دیا۔ اس رسالہ میں قاضی صاحب نے یہ ثابت فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے والدین یوم آخرت میں نجات یافتہ لوگوں میں شامل ہوں گے۔ انہوں نے علامہ جلال الدین سیوطی کی کتاب مسالک الحنفاء اور دیگر کتابوں کے حوالے سے دلائل کے انبار لگا دیے ہیں۔ آج کے دور میں یہ ضروری ہو گیا ہے کہ سیرت نگاری کے اصول و آداب سے لوگ بخوبی واقف ہوں۔ اصول و آداب سے ناواقف ہونے کی وجہ سے پہلے بھی لوگوں نے ٹھوکریں کھائی ہیں اور اب بھی اس کا امکان ہے۔ تاریخ نویسی اور سیرت نگاری مسلمانوں کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ چنانچہ اسلامی تاریخ کی ابتدا ہی میں علوم و فنون کے شیدائیوں نے اس علم کی داغ بیل ڈال دی تھی۔ سیرت اور تاریخ کی قدیم کتب کو دیکھتے ہی محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے مورخین اور سیرت نگاروں کے سامنے سیرت نگاری اور تاریخ نویسی کے اصول و قواعد موجود تھے اور ان اصولوں کی روشنی میں انہوں نے سیرت نگاری اور تاریخ نویسی کا فریضہ انجام دیا تھا۔ ابن خلدون کا مقدمہ آج بھی مورخین کے لیے مشعل راہ اور تاریخ نویسی میں سنگ میل کا درجہ رکھتا ہے۔ واقدی اور ابن ہشام نے سیرت نگاری کی ابتدا کی اور علامہ شبلی نعمانی اور علامہ سید سلیمان ندوی نے اس فن کو درجہ کمال تک پہنچایا۔ اہل اردو دنیا کے سامنے فخر کا اظہار کر سکتے ہیں کہ اردو زبان میں لکھی جانے والی سیرت النبیؐ ایسی عظیم الشان ہے کہ اس کی مثال کسی دوسری زبان میں نہیں ملتی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اس نے یہ سعادت اردو والوں کو نصیب فرمائی۔ الحمد للہ علی ذالك.

مستشرقین نے جہاں قرآن پاک، احادیث نبوی اور اسلامی فقہ کو ہدف بنایا اور ان کے متعلق شکوک و شبہات کے جالے بُننے کی کوشش کی وہیں انہوں نے اسلامی تاریخ اور سیرت پاک کے متعلق بھی غلط فہمی پھیلانے کی کوشش کی۔ اسلامی تعلیمات کی ضیاباری کا مقابلہ کرنے کے لیے علم و تحقیق کے نام پر ظلمت و تاریکی کے ساتھ باطل کی آندھیاں

اٹھیں لیکن اسلام کے چمکتے ہوئے آفتاب کے سامنے ان کا زور نہ چل سکا۔ غبار کے چھٹتے ہی آفتاب کی روشنی دن بدن نکھرتی جا رہی ہے۔ نئی تہذیب کے اندھیروں نے سائنسی ترقی کے ساتھ آفتاب ہدایت کو پھر دھندلانے کی کوشش کی ہے۔ اخبارات، جرائد، کتب، سینما، ویڈیو، ٹی وی ڈش انٹینا اور اب انٹرنیٹ ـــــ سارے ساز و سامان کے ساتھ آفتاب ہدایت پر پھر یلغار کیا گیا ہے۔ شیطانی تہذیب پورے عالم اسلام کو مرعوب کر چکی ہے۔ ہماری بدقسمتی کہ ہم پر ایسے حکمراں مسلط ہیں جو اسی تہذیب کے ساختہ و پرداختہ ہیں اور شیطانی تہذیب کا مقابلہ کرنے کے بجائے اس کی ہمنوائی کر رہے ہیں۔ اسلامی تحریکات، جماعتیں اور تنظیمیں جو اس مسئلہ کی نزاکت کو سمجھتی ہیں اور اس خطرے کا مقابلہ کرنا چاہتی ہیں ان پر طرح طرح کی پابندیاں لگائی جا رہی ہیں اور ان کو بے اثر بنانے کے لیے ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے۔

جس زمانے میں مستشرقین سیرت النبیؐ اور تاریخ اسلامی کی صورت مسخ کرنے میں لگے ہوئے تھے اسی زمانے میں ہندوستان میں علامہ شبلی نعمانیؒ اور علامہ سید سلیمان ندویؒ نے دارالمصنفین کی بنیاد ڈالی اور تاریخ اسلامی کو اس کے اصل مآخذ کی روشنی میں مرتب کرنے کا منصوبہ بنایا۔ سیرت اور تاریخ اسلامی پر اس ادارے نے گراں قدر تصانیف شائع کی ہیں۔ افسوس کہ یہ ساری کتابیں اردو میں ہیں۔ انگریزی، ہندی اور دیگر زبانوں میں ہوتیں تو مسلمانوں کے علاوہ دیگر قومیں بھی اس سے فائدہ اٹھاتیں۔

سیرت نگاری عام سوانح نگاری سے مختلف ہے۔ کسی عام انسان کی زندگی کا مطالعہ پیش کرتے وقت ہم اگر اس پر تنقید کریں تو اس سے ہمارے ایمان میں کوئی فرق نہیں آتا لیکن رسول کریم ﷺ کی سیرت نگاری کرتے وقت اگر ذرا بھی شان رسالت میں معمولی سی بے ادبی ہوئی تو ہمارے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا بہر حال قتل کیا جائے گا۔ یہ جرم ناقابل معافی ہے۔ اس لیے سیرت نگار کو یہ احساس رہے کہ وہ کوئی عام انسان کی سیرت نہیں لکھ رہا ہے بلکہ ایسی ہستی کے بارے میں لکھ رہا ہے جو انسانوں میں سب سے زیادہ محترم سب سے زیادہ عظیم اور تمام خرابیوں سے پاک، معصوم عن الخطاء اور ایسا انسان کامل ہے جس کا اسوۂ حسنہ ہمارے لیے نمونہ تقلید ہے۔ اس ذات اقدس پر قلم اٹھاتے وقت نہایت احتیاط کی ضرورت ہے۔ آپؐ بہترین اخلاقی اوصاف سے متصف تھے۔ انبیاء سابقین کی تصدیق کرنے والے تھے۔ آپؐ نے وہی دین پیش فرمایا جو تمام انبیاء کا دین تھا۔ آپ کسی نئے مذہب کے بانی نہیں تھے۔ آپ کو جو شریعت دی گئی وہ مکمل نظام حیات ہے۔ آپ تمام انسانوں اور جنوں کے لیے مبعوث کئے گئے اور آپ پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

سیرت نگار کو اس حقیقت کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے کہ جس ذات اقدس پر وہ اظہار خیال کرنے جا رہا ہے اس سے ہمارے تعلق کی بنیاد یہ ہے کہ وہ ہمارا ایمان اور ایمان کی اساس ہے۔ اسے ہم اپنا ہادی برحق نبی اور رسول اور خاتم النبیین جانتے اور مانتے ہیں اس کی ذات ہمیں اپنے ماں باپ، عزیز و اقارب اور ساری دنیا اور خود اپنی ذات سے بھی پیاری ہے۔ اس کی اتباع اللہ کی محبت کی علامت ہے اور اس کے بغیر ہمارا مسلمان ہونا غیر معتبر ہے۔ اس سے تعلق کی بنیاد محض ایمان، اطاعت، محبت اور اتباع تک محدود نہیں بلکہ اس کا ادب و احترام اس کی توقیر و تعظیم کے بغیر ہمارا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا اور اس سے ہمارا تعلق انتہائی جذباتی نوعیت کا ہے۔ آپ ﷺ کی ذات گرامی کا مطالعہ محض ایک عظیم انسان کی حیثیت سے نہیں کرتے بلکہ آپ کا ایک ایک عمل ہمارے لیے قابل تقلید اور ہمارے لیے آپ کا اسوہ، اسوہ حسنہ ہے جس کی پیروی لازم ہے۔ آپؐ جس دین برحق کو لے کر آئے اس پر چلنا اور اس کو تمام ادیان پر غالب کرنے کی کوشش کرنا اور آپؐ کی دعوت کو تمام دنیا میں پھیلانے کا عزم ہمارا مقصد حیات ہے۔

سیرت نگار کو اس حقیقت کو سامنے رکھنا چاہئے کہ اگرچہ بظاہر حضور ﷺ ہم جیسے ہی ایک انسان ہیں لیکن مرتبہ اور

مقام کے لحاظ سے وہ فخر موجودات، عقل کل، امام الرسلین اور حبیب خدا ہیں۔ اپنے اوصاف ظاہری و باطنی اور شمائل کی لحاظ سے بھی تمام انسانوں پر آپ کو فضیلت حاصل ہے۔ آپ کی شخصیت کو موضوع بحث بناتے وقت ایسی باتوں سے گریز کرے جوان کے شایان شان نہ ہو۔ ہمارے بعض مصنفین نے توحید کے بیان میں اس درجہ غلو کیا کہ ایسے سوالات اٹھائے جن کا اٹھانا مناسب نہ تھا اور ایسی باتیں لکھ ڈالیں جسے دہرانا بھی کفر ہے۔ سیرت نگار کو ایسے سوالات اٹھانے اور اس کا جواب دینے سے گریز کرنا چاہئے جو امت میں انتشار اور اضطراب کا باعث بنے اور نفی یا اثبات کسی صورت میں کفر کا شائبہ یا شان نبوت میں گستاخی کا پہلو ہو۔

سیرت نگار کو اس حقیقت کو مد نظر رکھنا چاہئے کہ قرآن و حدیث سیرت کے بنیادی مآخذ ہیں اس لیے قرآن پاک اور مفسرین کے اقوال، احادیث شریفہ اور فقہا کے اقوال کو سامنے رکھے اور کوئی ایسی بات نہ لکھے جو قرآن و حدیث سے ٹکراتی ہوئی ہو۔ کوئی ایسی روایت جو قرآن و سنت سے ٹکراتی ہو خواہ کتنے ہی مستند حوالے سے ہم تک کیوں نہ پہنچے، ہم اسے قبول نہیں کر سکتے۔ سیرت پاک دراصل قرآن کی تفسیر بھی ہے۔ قرآن و سنت کو سمجھنے کے لیے حضور اکرمؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کا عمل کیا تھا یہ جاننا ضروری ہے۔

روایات میں اختلاف اور بظاہر باہم متعارض روایات کو دیکھ کر کم سواد مورخین اور مستشرقین نے احادیث اور روایات کے ذخیرے ہی کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھا ہے جبکہ محققین اور فقہائے کرام نے ان میں تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کی اور اختلاف روایت کے وجوہ اور تعبیر و تشریح کے ذریعہ حقیقت کو منقح کیا ہے۔ سیرت نگار کو ایسے مقامات پر ٹھہر کر محققین اور فقہاء کی رائے معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

حضور ﷺ کی زندگی کا کوئی واقعہ خواہ بعثت سے قبل کا ہو ـــــ غیر اہم نہیں ہے کہ اسے نظر انداز کر دیا جائے لیکن سیرت کے کسی واقعہ کو اس کے تاریخی تناظر میں اور سیاق و سباق میں دیکھنے کی کوشش کرنا چاہئے جس میں وہ واقع ہوا۔ واقعات کو اس پس منظر سے الگ کر کے استدلال کرنا اور کسی موجودہ صورتحال پر انطباق کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو طالع آزما ہیں اور اپنے عزائم کی تکمیل کے لیے سیرت کو بنیاد بنانا چاہتے ہیں۔ صلح حدیبیہ یا ہجرت حبشہ کے واقعہ کو بنیاد بنا کر عیسائیوں کی حکمرانی اور ہندوؤں کی بالادستی کو صحیح ثابت کرنا ایسے لوگوں کا کام ہے جو موقع پرست اور ابن الوقت ہیں۔

صحابہؓ کی سیرت دراصل حضور اکرم ﷺ کی سیرت کا حصہ ہے۔ صحابہؓ کی جماعت انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے افضل جماعت ہے۔ اس سے بہتر گروہ نہ پہلے ہوا اور نہ آئندہ اس کا امکان ہے۔ صحابہ کے حالات بیان کرتے وقت اس حقیقت کو ملحوظ رکھنا چاہئے کہ ان کو برا بھلا کہنے والا جہنمی ہے۔ بلاشبہ ان میں سے بعض سے غلطیاں ہوئیں لیکن تربیتی مراحل میں ہوئیں پھر وہ پاک صاف ہو کر بہترین، اوصاف کے مالک اور آسمان ہدایت کے ستاروں کے مانند بن گئے۔ صحابہ سے بغض رکھنا اور ان کے خلاف زبان درازی کرنا موجب ہلاکت ہے۔ ان کے آپس کے اختلاف میں ظاہر ہے کوئی ایک گروہ حق پر تھا لیکن دوسرے گروہ کی غلطی اجتہادی غلطی تھی اور اس پر انہیں اجر ملے گا۔ صحابہ کی جماعت ایسی جماعت ہے جن کو رضی اللہ عنہم کا سرٹیفکٹ اللہ تبارک و تعالیٰ نے دے رکھا ہے اس لیے ان کے خلاف زبان کو کھولنا بے ادبی ہے اور جہاں کہیں ان کی کوتاہیوں کا ذکر ہو بڑے احتیاط کے ساتھ ان کا ادب واحترام ملحوظ رکھتے ہوئے واقعہ کو صحیح صحیح پس منظر میں بیان کرنا چاہئے۔ صحابہ کرامؓ کے باہمی اختلافات اور ایک دوسرے کے بارے میں ان کے جو اقوال ہیں ان کو اس طرح استعمال کرنا جس سے ان کی اہانت ہو بدبختوں کا کام ہے۔ صحابہؓ آپس میں حد درجہ محبت کرنے والے تھے۔ خلیفۂ راشدین آپس میں شیر و شکر تھے اور ایک دوسرے سے بے پناہ محبت کرنے والے اور ایک دوسرے کے لیے ایثار کرنے والے تھے۔ کسی کو کسی پر فضیلت دینا اس طرح کہ دوسرے کی توہین ہو مناسب نہیں ہے۔ ہمارے لیے سب قابل

احترام اور محبوب ہیں۔ سیرت نگار کو اس نازک مسئلہ کو ذہن نشیں رکھنا چاہئے۔ صحابہ کا ذکر کرتے وقت شیطان کے شر سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ ڈھونڈنی چاہئے۔

واقعہ معراج کے بیان میں اس حقیقت کو سامنے رکھنا چاہئے کہ معراج روحانی اور جسمانی دونوں اعتبار سے تھا۔ جو لوگ جسمانی معراج کے قائل نہیں وہ بالعموم عقلیت پرست اور اہل مغرب سے مرعوب لوگ ہیں۔ واقعہ معراج ایک نہایت مہتم بالشان واقعہ ہے۔ اسے نظر انداز کرنا یا اسے محض روحانی کہنا اس واقعہ کی اہمیت کو کم کرنا ہے۔ سیرت نگار کو اس واقعہ کو نہایت تفصیل سے بیان کرنا چاہئے۔

بعض کم سواد مصنفین نے معجزات کا انکار کیا ہے۔ قرآن پاک ایک معجزہ خالدہ ہے ہی، اس کے علاوہ بے شمار معجزات آپ کو عطا ہوئے تھے۔ مستشرقین اور ان کے متبعین نے معجزات کا انکار کر کے درحقیقت آپ کے مرتبے اور مقام کو گھٹانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ ایک مسلمان سیرت نگار کو بہر حال اس حقیقت کو سامنے رکھنا چاہئے کہ آپ کو بے شمار معجزات عطا ہوئے تھے۔ کفار و مشرکین کے مطالبہ پر آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے معجزہ نہیں دیا کہ انکار کی صورت میں اللہ کا عذاب نازل ہوتا اور اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ تھی کہ سب ایمان لائیں اس لیے ان کے مطالبہ پر معجزہ عطا نہیں ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے بغیر مطالبہ کے آپ کو بے شمار معجزات عطا فرمائے۔

خاص کر سیرت پاک پر مجلّہ کی اشاعت جہاں ایک عظیم الشان کام ہے وہیں یہ خطرات سے بھری ہوئی راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حفظ وامان میں رکھے، مدیران اور اس میں شرکت کرنے والوں کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

خاص سیرت پاک پر مجلّہ کی اشاعت اردو زبان کے لیے نیک فال اور باعث فخر ہے اور یہ اس بات کا اشارہ بھی ہے کہ یہ زبان کبھی مر نہیں سکتی نہ ہندوستان میں اور نہ پاکستان میں۔ ہندی زبان کا مفاد بھی اسی میں ہے کہ اردو ترقی کرے۔ سیرت پاک پر خصوصی مجلّہ کی اشاعت ایسا بابرکت اقدام ہے جس پر ناشر اور ادارہ کو مبارکباد دینا ایک خوشگوار فریضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے دوام بخشے۔ آمین

جس طرح قرآن کریم کے عجائبات قیامت تک ختم نہیں ہوں گے اسی طرح جس ذات اقدس پر قرآن کا نزول ہوا اس کی سیرت کے عجائبات ختم نہ ہوں گے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ محققین محض تاریخی واقعات کے بیان پر اکتفا نہ کریں بلکہ ان واقعات کے بحر سے حکمت کے موتی ڈھونڈ کر سامنے لائیں۔ رسول اللہ ﷺ کا منہج اور حکمت انقلاب، اخلاقی و روحانی تربیت کے اصول و ضوابط سیرت طیبہ کی روشنی میں، دعوت و تبلیغ کے اصول، حکمت عملی اور طریقہ کار، غیر مسلموں سے روابط، معاشرتی انقلاب کیوں اور کیسے؟ اور اس طرح کے بہت سارے موضوعات ہیں جن پر محققین لکھ سکتے ہیں۔ ◀◀

پتہ: WAMY، پوسٹ بکس نمبر 10845، ریاض 11443، سعودی عرب.

نوٹ: قارئین کے لیے اطلاعاً عرض ہے کہ اس تبصرہ کی اشاعت تک السیرۃ عالمی کے مزید دو شمارے ۴ اور ۵ منظر عام پر آچکے ہیں۔ (مدیر)

اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس کی تازہ پیشکش
The Oxford Elementary Learner's
ENGLISH-URDU DICTIONARY
انگریزی سے اردو سیکھنے والوں کے لیے ایک نایاب تحفہ
اردو ترجمہ و ترتیب: سارہ نقوی (بی بی سی لندن) صفحات: 422 سائز: 20x30/8 قیمت: 195.00
اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس کی دیگر کتابیں بھی ہم سے طلب فرمائیں
Applied Publications Pvt.Ltd. 1739/3 (Basement) New Kohinoor Hotel, Pataudi House, Daryaganj, New Delhi-110002

ہماری مطبوعات

قرآن مجید پاکٹ سائز مع ترجمہ	شاہ عبدالقادر صاحبؒ	50.00
تفسیر فی ظلال القرآن (اردو) سید قطب ترجمہ: مولانا سید حامد علی		
تفسیر فی ظلال القرآن (سورہ الفاتحہ والبقرہ)		200.00
تفسیر فی ظلال القرآن (سورہ آل عمران)		140.00
تفسیر فی ظلال القرآن (سورہ النساء)		160.00
تفسیر فی ظلال القرآن (سورہ المائدہ)		140.00
تفسیر فی ظلال القرآن (پارہ عم)		160.00
فکری تربیت کے اہم تقاضے	یوسف القرضاوی	60.00
حیوانات قرآنی	مولانا عبدالماجد دریابادی	55.00
مقصد اور معاش	سید اسعد گیلانی	8.00
رسول کریم ﷺ	مائل خیر آبادی	100.00
اسلامی زندگی: کتاب وسنت کی روشنی میں	محمد علی الہاشمی	75.00
اسلام میں اختلاف کے اصول وآداب	ڈاکٹر طٰہٰ جابر فیاض	20.00
اللہ کے سپاہی	مسکین حجازی	120.0(
اسلام کا پیغام بھارت کے نام (نیا ایڈیشن)	ڈاکٹر ابوذر کمال الدین	10.00
اسلامی ریاست میں عورت کے حقوق	مائل خیر آبادی	7.00
بائبل قرآن اور سائنس	موریس بوکائے	65.00
تاریخ دعوت وجہاد	عبیداللہ فہد فلاحی	70.00
جہاد اسلامی	خلیل احمد حامدی	35.00
دلہن بھائی	مائل خیر آبادی	35.00
رسول اکرمؐ کی حکمت انقلاب	مولانا سید اسعد گیلانی	125.00
زنداں کے شب وروز	زینب الغزالی	60.00
سیرت النبی ﷺ	مصطفیٰ سباعی	35.00
عجائبات ہند	مولانا مقبول احمد سیوہاروی	17.00
غلامی کا مسئلہ	مائل خیر آبادی	10.00
ہندوستان میں ملی مسائل	عمر حیات خاں غوری	55.00
تبرج (میک اَپ کے حدود)	ابوالعزم	15.00
کتاب النکاح	ابوالعزم	30.00

نیو کریسنٹ پبلشنگ کمپنی
2035۔ گلی قاسم جان، بلی ماران، دہلی۔۶ فون: 3262545

فہرست کتب مفت طلب فرمائیں

UBR Advtt. 2001

دجّال

تبصرہ: ابوالقاسم اصلاحی

نام کتاب: دجال جلد اول مصنف: اسرار عالم
صفحات: ۴۰۰، قیمت: ۔/۱۲۰ روپے
ناشر: دارالعلم، نئی دہلی

کائنات کی تاریخ میں معرکہ خیر وشر کی تاریخ ہی اصل، غیر معمولی اہمیت کی حامل، موثر، فیصلہ کن اور نتیجہ خیز ہوتی ہے۔ معرکہ خیر وشر ہے کیا؟ یہ سمجھنا اہل ایمان کے لیے نہایت ضروری ہے۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ اس معرکے کو سمجھے بغیر رضائے الٰہی کا حصول ممکن نہیں۔ معرکہ خیر وشر کی اس تاریخ کو جو فانظرنی الیٰ یوم یبعثون سے شروع ہوتی ہے۔ اب اپنے آخری Phase میں ہے۔ اس لیے کہ حضرت آدم علیہ السلام اس روئے ارض پر نہ صرف پہلے بشر تھے بلکہ وہ پہلے پیغمبر بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رشد وہدایت کے لیے انبیائی سلسلہ کا آغاز بھی فرمایا۔ چنانچہ وہ آخری نبی جس کے بارے میں پچھلی کتابوں میں خبر دی جاتی رہی ہے۔ بالآخر وہ نبی، نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بھی آگئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے ذریعہ اس دین، دین اسلام کی تکمیل کی، اور نعمت کا اتمام فرمادیا اور فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔

اب یہ بات تحقیق شدہ ہے کہ اب کوئی نبی آنے والا نہیں ہے اور نہ کوئی شریعت۔ قیامت تک کی ہدایت (Guidance) کے لیے قرآن مجید اور حضور ﷺ کی حدیثیں و پیش گوئیاں کافی ہیں۔ حضورؐ کی صحیح احادیث کم وبیش تین لاکھ ہیں اور اس میں زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق رہنمائی موجود ہے۔ اسی طرح آپ نے قرب قیامت کی علامتوں اور فتنوں سے بھی بہت واضح انداز میں آگاہ فرمادیا ہے۔

نبی آخرالزماںؐ نے قیامت سے متعلق جتنی پیش گوئیاں کی ہیں اس میں سے بہت ساری وجود پذیر ہو چکی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ قیام قیامت کے تعلق سے جو بھی پیش گوئیاں دی گئی ہیں، اس میں سب سے زیادہ خطرناک اور خوفناک تصویر "دجال" کی ہے۔ اس لیے دجال تمام انسانوں کے لیے سراپا دجل ہوگا اور ابلیس کے ترکش کا آخری تیر، فتنے کے اعتبار سے سب سے بڑا فتنہ اور اہل ایمان کے لیے سب سے بڑی آزمائش، چنانچہ دجال کی شناخت (Identification) اہل ایمان کے لیے نہایت ضروری ہے۔ خود حضور اکرم ﷺ فرض نمازوں کے بعد مسیح دجال کے فتنے سے اللہ کی پناہ چاہتے تھے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دجال کیا ہے، اس کا معنی ومفہوم کیا ہے، اور اس سے مراد کیا ہے؟ اصطلاحی طور پر دجال ایک بھیانک شبیہ سے مشخص ہے۔ جس کے بارے میں حدیثوں میں بہت ساری تفصیلات ملتی ہیں مثلاً وہ ایک آنکھ کا کانا ہوگا۔ اس کے پیشانی پر کافر لکھا ہوگا۔ اس کے ایک ہاتھ میں آگ ہوگی اور ایک ہاتھ میں پانی۔ لیکن اہل ایمان آگ ہی کو پسند کریں گے۔ اور جن کے ایمان مضبوط نہ ہوں گے وہ ضرور اس کے دھوکے میں آجائیں گے۔ وغیرہ وغیرہ

"دجال" دراصل عربی کا ایک لفظ ہے جو دجل سے مشتق ہے۔ دجل کے معنی ہیں دھوکا دینا، جھوٹ بولنا، فریب دینا، چال بازی وغیرہ۔ دجال بروزن فعال سراپا دجل وفریب، حقائق پر ملمع سازی کرنے والا، جو پوری نوع انسان کو دھوکے کی

ٹی کی طرف دعوت دے، سراب و فریب نظر میں ڈال دے۔ حقیقتاً دجال اور فتنہ مسیح دجال اہل ایمان کے لیے فتنہ عظیم ہے۔ یہ فتنہ عظیم فتنہ مال ہے اور فتنہ مال فتنہ دجال ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لکل امة فتنة و فتنة امتی المال ہر امت کے لیے ایک فتنہ رہا ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔

اس وقت جب ہم دنیا پر نظر ڈالتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ سارے لوگ مال و اولاد کے فتنے سے دوچار ہیں بلکہ سر برآوردان قیادت و امامت بھی تکاثر و تنافس کی دوڑ میں ہیں۔ جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا تھا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اپنی امت کے بارے میں اس بات کا اندیشہ نہیں ہے کہ وہ عقائد کی بیماری میں مبتلا ہو جائیں گے بلکہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ آپس میں تنافس کرنے لگیں گے۔

اس سلسلے کی ایک کڑی جناب اسرار عالم کی ایک کاوش کتاب "دجال جلد اول" منصۂ شہود پر آئی ہے۔ موصوف کی شخصیت برصغیر ہند و پاک بالخصوص عالم اسلام کے لیے کسی تعارف و تعریف کی محتاج نہیں۔ وہ ایک مفکر، دانشور، اور عظیم اسلامی اسکالر ہیں۔ ان کی کئی فکر انگیز، ولولہ آفریں، روحانی و ربانی، تہ دار معلومات سے بھری ہوئی پر مغز کتابیں قبول عام حاصل کر چکی ہیں۔ وہ کئی قدیم زبانوں سے نہ صرف واقف ہیں بلکہ براہ راست اخذ و استفادہ کرتے ہیں۔ ان کو اصل مآخذ و مصدر سے استفادے کی عادت ہے ان کی ہر کتاب Multidiscipline سے بحث کرتی ہے۔ اسلامی دنیا کا یہ واحد مصنف ہے جس نے Futurology (علم مستقبلیات) کے موضوع پر اتنے شرح و بسط کے ساتھ اور براہ راست کتاب و سنت کی روشنی میں اور مسلمانوں کے مستقبل کی پلاننگ و دور رس اثرات و نتائج کے تعلق سے اتنا مواد پیش کیا ہے۔ ان کی ایک صفت یہ ہے کہ اب تک مستشرقین نے جو کہ عالم مشرق بالخصوص اسلام کا مطالعہ کیا تھا اور اسلام کی بیخ کنی کی تھی، یقیناً ارباب حل و عقد نے اس کا دندان شکن جواب دیا تھا، لیکن جناب اسرار عالم صاحب نے عالم مشرق میں بیٹھ کر عالم مغرب کے افراد و شخصیات، اسلام دشمن تخریبی عزائم، مغربی تہذیب و تمدن، عقائد و افکار، علم و فن، معاشرت و معیشت، سیاست و قانون حتی کہ زمینی حقائق کا گہرا جائزہ پیش کیا ہے۔ عالم اسلام کے خلاف معاندانہ عزائم اور ہونے والی سازشوں کا تاریخی شواہد کے ذریعہ پردہ فاش کیا ہے۔ ان کا قلم برداشتہ اور بے محابا ہے۔

غواص محبت کا اللہ نگہبان ہو
ہر قطرۂ دریا میں دریا کی ہے گہرائی

زیر تبصرہ کتاب دجال جلد اول موصوف کی وہ کتاب ہے جو ۴۰۰ سو صفحات پر بسیط ہے۔ کتاب کے مباحث اور مشمولات نہایت علمی و فکری ہیں۔ چار تفصیلی ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب ضرورت عجالہ (کتاب کو جلد از جلد امت کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت) کے تحت پانچ اہم اسباب و علل کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ دوسرا باب ستارہ و صلیب ہے جس میں تین فریق یہودی، عیسائی اور مسلمان ایک ہی مسئلے کو اپنا محور قرار دیتے ہیں اور تینوں کے دعوے بظاہر یکساں نظر آتے ہیں لیکن ایسا قطعاً نہیں ہے وہ مسئلہ یہ ہے □ آمد مسیح □ ظہور دجال □ حکومت □ عدل کا قیام۔ اس باب میں ان تینوں امور کے تعلق سے یہودیت اور نصرانیت کے نظریات و عقائد کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مسئلے کی تنقیح اور حقائق کو واشگاف کیا گیا ہے۔ باب سوم حقیقت دجال ہے اس تعلق سے تین حقائق بیان کیے گئے ہیں اور اس میں دقیق علمی بحث موجود ہے۔ باب چہارم معرکۂ خیر و شر کی تاریخ ہے۔ اس کے تحت چھ مرکزی مراحل کا تذکرہ ہے نیز ضمنی مراحل و اقسام تبویب و تقسیم بھی پائی جاتی ہے۔

ضرورت عجالہ کے تحت جو اسباب بیان کیے گئے ہیں ان میں پہلا سلامتی کونسل ہے۔ اس تعلق سے جو تحقیق و انکشاف ہے بے مثال ہے۔ مجلس اقوام متحدہ، ورلڈ بینک، آئی ایم ایف، کے قیام کے حقیقی اغراض و مقاصد کیا ہیں اسی

طرح مختلف اصطلاحات مثلاً انٹرنیشنل سیکوریٹی، انٹرنیشنل پیس، بین الاقوامی، انسانی حقوق، Rule of Law وغیرہ اصطلاحات کے معانی دنیا کچھ سمجھتی ہے اور واضعین اصطلاحات اس سے کچھ اور مراد لیتے ہیں۔ ان مروج Terms کے اصل معانی (Imports) یا خفتہ معانی (Hidden Meanings) کیا ہیں، اور ان خوبصورت ملمع ساز مصطلحات کے حسین پردوں میں کس طرح یہودی ذہن کار فرما ہے۔ اس کا مصنف نے بڑی باریک بینی سے جائزہ لیا ہے۔

دنیا کو ہے اس مہدیٔ برحق کی ضرورت
ہو جس کی نگہ زلزلۂ عالم افکار

اس کتاب کا حاصل دجالی و ابلیسی فتنے اور نظام کی شناخت (Identification) ہے۔ اہل ایمان کو اس عظیم دجالی و شیطانی سازشوں اور حربوں سے آگاہ کرنے کی ایک کوشش ہے۔ موصوف نے چار بڑی قوموں عاد، ثمود، قوم شعیب، قوم لوط کی انتہا پسندیوں (Extemisms) کا تذکرہ کیا ہے۔ اور بتایا کہ وہ قومیں جن صلاحیتوں (Skills) سے مالا مال تھیں اس میں انہوں نے حدود اللہ کو توڑ ڈالا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ تہذیبیں تباہ و برباد کر دی گئیں اور دنیا کے لیے نشان عبرت بنا دی گئیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ آج مغربی دنیا بالخصوص امریکہ جو اپنے آپ کو سپر پاور مانتا ہے اور دنیا پر اپنی چودھراہٹ و بالادستی جمائے رکھنا چاہتا ہے۔ جس کے اندر سیاسی و عسکری، سائنسی و تکنیکی، معاشی و مالی، جنسی و اخلاقی انتہاپسندیاں یکجا ہو گئی ہیں یہ اس بات کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے بھی حدود اللہ کو توڑنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہے۔ امید ہے کہ آنکھوں کو خیرہ کرنے والی یہ انتہاپسند مغربی تہذیبیں عنقریب نیست و نابود ہو جائیں گی۔ ایسے میں اسلام کی نشأت کے امکانات روشن نظر آتے ہیں۔

ہر باب میں وسیع علمی تناظر میں گفتگو کی گئی ہے۔ جناب اسرار عالم نے اس کتاب میں ایسے بعض موضوعات و مباحث زیر بحث لائے ہیں جو اہل علم کے لیے نئے اور انوکھے ہیں، اور غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں۔ اہل علم کو ان پر غور کرنا چاہئے۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ ان کے خیالات اور نتیجہ فکر حرف آخر ہیں اور ان کے افکار و مباحث پر گفتگو نہیں کی جا سکتی بلکہ یہ انسانی کوشش ہے اور ہر انسان کوشش میں صحت مند تنقید کی پوری گنجائش ہے۔ کتاب دلائل سے موثق ہے اور کئی Discipline اور کئی زبانوں سے بحث کرتی ہے۔ ◄◄

پتہ: شیو ایجوکیشنل اینڈ کلچرل ایسوسی ایشن، (انگلش میڈیم اسکول) پوسٹ شیو (BDK)، تعلقہ: کھیڈ، رتناگری۔ 415709 (مہاراشٹر)

مقدس رسول ﷺ

تبصرہ: حاذق ضیائی سہسرامی

نام کتاب: مقدس رسول ﷺ بجواب "رنگیلا رسول" مصنف: شیخ الاسلام علامہ ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسری
صفحات: ۱۲۰، قیمت: ۔/۳۲ روپے
ناشر: مکتبہ الفہیم مئوناتھ بھنجن (یوپی)

کتاب ہذا کا سرورق دیدہ زیب، رنگین، طلوع سورج کا سرخ منظر اور مسجد نبویؐ کی خوشنما تصویر۔ کتاب کے "مصنف شیخ الاسلام ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ (۱۸۶۸۔۱۹۴۸ء) عہد برطانیہ کے شہرہ آفاق اہل حدیث عالم دین، مصنف اور کامیاب مناظر تھے، عیسائیوں اور آریوں سے انہوں نے خوب خوب علمی مناظرے کیے۔

جب "**رنگیلا رسول**" نامی بدنام زمانہ کتاب ایک دشمن اسلام اور شاتم رسولؐ کے قلم سے آئی تو ہندوستان کے ہندو مسلم اتحاد میں ایسا رخنہ پڑا کہ مت کہیئے۔ جس کی روداد طویل ہے۔

اس کتاب کا لکھنے والا مشہور آریہ سماجی بلکہ اس کا بانی سوامی دیانند تھا، یہی وہ شخص تھا جس سے مسلمانوں نے جامع مسجد دہلی کے مکمبر سے تقریر کرائی تھی۔ آزادئ ہند کے لیے جو جیالے انگریزوں سے لوہا لے رہے تھے، انہی کے ہمراہ یہ شخص بھی جیل گیا مگر انگریزوں کی سازش سے جیل سے باہر آیا تو مذکورہ فتنہ خیز کتاب لکھی، نتیجتاً مارا گیا تو گاندھی جی نے ایسا بیان دیا، جس سے متاثر ہو کر مولانا محمد علی جوہرؒ نے جامع مسجد دہلی میں ایک تقریر کی اور ان کی تقریر سے متاثر ہو کر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ جو ایک جواں سال صحافی تھے، صحافی سے الجہاد فی الاسلام نامی کتاب کے مصنف ہو گئے اور اسلام ایک نظام حیات ہے کہ داعی اور ایک تحریک اسلامی (جماعت اسلامی ہند) کے بانی ہو گئے، یعنی شر سے خیر کی نمود۔

حاصل کلام یہ ہے کہ 'رنگیلا رسول' نامی کتاب بڑی ہیجان خیز ثابت ہوئی، اس کے جواب میں مقدس رسولؐ نامی کتاب سامنے آئی۔ اس کتاب کے جملہ عنوانات ۲۵ ہیں۔

کتاب کا آغاز "رسالہ مقدس رسول" پر علمائے کرام کی رائیں کے عنوان سے ہوا ہے۔ اور وہ بھی اس تدارک کے پیش نظر کہ آریہ سماجی یہ نہ کہیں کہ کتاب ہذا مجیب کی رائے پر مبنی ہے بلکہ اس کے مندرجات پر اسلام کے ہر مکتب خیال کے علما کی تصدیق ہے۔ علمائے کرام کی آراء کے بعد اخبارات کی آراء درج ہیں "دعا بدرگاہ خدا" (محرم ۱۳۴۳ھ اگست ۱۹۲۴ء) سے اس فتنہ کا عہد متعین ہو جاتا ہے یعنی تحریک خلافت کا خاتمہ اور ہندو مسلم میں ناچاقی کا عہد۔

دیباچہ میں مولف نے سوامی جی کی کتاب ستیار تھ پرکاش کا جائزہ لیا ہے جس میں اس نے بذات خود از بسم اللہ تا سورہ الناس پر اعتراض کیا اور نبی اکرم ﷺ کے متعلق اس کے قبیح الفاظ یہ ہیں:

◀واہ واہ دیکھو جی مسلمانوں کا خدا شعبدہ بازوں کی طرح کھیل رہا ہے۔

◀واہ جی محمد صاحب! آپ نے تو کوکلے گوسایوں کی ہمسری کرلی۔

◀ثابت ہوتا ہے کہ محمد صاحب بڑے شہوت پرست تھے۔ (ستیار تھ پرکاش باب ۱۴، نمبر ۴۳، ۸۶، ۱۲۷)

سوامی جی کی سخت کلامی سے سمجھ سکتے ہیں کہ سوامی کتنے بدزبان تھے۔ ان کا اصل مقصد رسولؐ کو شہوت پرست دکھانا تھا، انجام کار جھوٹ پر اتر آئے جس کی قلعی مقدس رسولؐ صفحہ ۵۰ میں کھولی گئی۔

سوامی جی نے لکھا کہ وہ عہد شباب میں پر اثر اشعار کہتے تھے یہ اس کا پہلا جھوٹ ہے۔۔۔ جواباً کہا گیا کہ قرآن تردید کرتا ہے کہ نہ وہ شعر کہتے تھے اور نہ انہیں زیبا تھا۔ (ملخصا) دوسرا جھوٹ، قصص الانبیاء، کے حوالے سے لکھا کہ "خدیجہ نے محمد کو ڈھارس بندھائی، محمد کو شک تھا کہ مجھ پر جنوں کا جادو ہے۔ یہ الہام نہیں..." مولانا امر تسری نے جواباً لکھا سرے سے یہ قصہ، قصص الانبیاء میں ہے ہی نہیں۔

تیسرا جھوٹ یہ کہ "محمد کو الہام کے وقت سخت تکلیف ہوتی تھی بعض کا خیال ہے کہ یہ مرگی کے دورے تھے۔"

سوامی نے حوالہ بخاری باب الوحی کا دیا تھا جواباً کہا گیا "بخاری میں یہ نہیں جس میں مرگی کے دورے اور خدیجہ کے پانی کے چھینٹ دینے کا ذکر ہو" یہ سب آریہ مباحثے کی کی ایمانداری کا ثبوت ہے۔

سوامی جی نے حضورؐ کی ازدواجی زندگی کو غیر مہذب بنا کر پیش کیا۔ مولانا نے بہت خوبصورتی اور سنجیدگی سے ہر ایک زوجہ رسولؐ کی حالات زندگی کی صحیح تصویر کشی کی جس سے سوامی کی دلیل بازی ہی ذلیل و خوار ہو کر رہ گئی۔

کتاب مقدس رسولؐ ان بعض اعتراضات کا سہولت سے جواب دیتی ہے۔ جس سے آج بھی بہت کم لوگ واقف ہیں

یہی وجہ ہے کہ مولانا امر تسری کی اس کتاب کی علماء نے غیر معمولی قدر کی۔

ایک غیر مسلم نے تبصرتاً "حامی آریہ دھرم پرکاش" لاہور میں یہ لکھا: "مقدس رسولؐ" ایک کتاب کا نام ہے جو امر تسر کے مشہور مناظر مولانا ثناء اللہ صاحب نے "رنگیلا رسول" کے جواب میں لکھی ہے۔ ہاں وہی رنگیلا رسول جس کے خلاف مسلمان اخبارات نے اس قدر شور مچایا کہ آخر کار گورنمنٹ کو اس کے پبلشر کے خلاف مقدمہ دائر کرنا پڑا، ہم مولوی صاحب کی اس تصنیف کا دل سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ یہ ہے مذہبی میدان میں جوہر طبیعت دکھانے کا اصلی ڈھنگ، یہ ہے اسلام کو دیگر مذاہب کے خلاف سچا ثابت کرنے کا طریقہ (۱۷ اسوج، ۲۲ ستمبر ۱۹۲۴ء)——

مولانا امر تسری نے مخالف کی مذہبی روایات کا حوالہ دے کر بھی اس کا پول کھولا ہے، جو آج بھی لائق مطالعہ اور واقفیت خیز ہے۔

نیز مولانا مرحوم نے "شردھانند" کی شرمناک اخلاقی موت، روپیہ کمانے کے لیے سنیاس ہونے کی حقیقت، پبلک فنڈوں کا حساب پوچھنے پر بازاری گالیاں، کے عنوانات سے صفحہ ۶۰ سے کئی صفحات آگے تک جو کچھ لکھا آج بھی اس کی تاریخی حیثیت سمجھی جا سکتی ہے۔ معزز "وطن" لاہور نے کتاب مقدس رسولؐ کی قدر شناسی کے ذیل میں یہ عبارت لکھی، مختصراً خوب ہے۔

جس قدر "رنگیلا رسول" اشتعال انگیز، فحش اور دائرہ تہذیب سے خارج ہے اسی قدر مقدس رسولؐ انتہائی متانت اور شائستگی کو لیے ہوئے ہے۔ ہم مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی کی اس رائے سے متفق ہیں کہ رسالہ معنوی خوبیوں کے علاوہ ظاہری محاسن سے بھی آراستہ ہے یعنی کاغذ، لکھائی اور چھپائی کے لحاظ سے بھی کچھ کم قابل تحسین نہیں۔ (۱۰ اکتوبر ۱۹۲۴ء) میری پیش نظر "مقدس رسولؐ" مطبوعہ مارچ ۲۰۰۱ء بھی انہی خوبیوں سے مملو ہے۔ جس کا اوپر ذکر ہوا۔◀◀

پتہ: نورن گنج، سہسرام 821115، ضلع روھتاس (بہار)

فلسفے کے بنیادی مسائل

تبصرہ: مولانا محمد فاروق خاں

نام کتاب: فلسفے کے بنیادی مسائل: قرآن حکیم کی روشنی میں، تصنیف: مولانا امین احسن اصلاحیؒ
ترتیب۔ محبوب سبحانی و خالد مسعود صفحات: ۲۴۸ قیمت: -/۱۰۰ روپے (مجلد)
ناشر: قرآن و سنت اکیڈمی، نئی دہلی۔ ۲۵
تقسیم کنندہ: (۱) البلاغ پبلی کیشنز، N-1 ا عظمی اپارٹمنٹس، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۲۵
(۲) اپلائڈ پبلی کیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ، نئی دہلی۔ ۲

زندگی کے کچھ مسائل نہایت بنیادی نوعیت کے ہیں۔ ان کے حل کی تلاش میں انسان ہمیشہ سرگرداں رہا ہے۔ یورپین فلاسفہ کے پیش نظر بھی یہ مسائل رہے ہیں لیکن اس سلسلے کی ان کی کاوشوں اور افکار میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔ جبکہ یہ مسائل ایسے ہیں کہ ان کے صحیح حل کی روشنی ہی میں انسان کے لیے یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں صحیح رویہ اختیار کر سکے۔ کتاب "فلسفے کے بنیادی مسائل" میں ان ہی بنیادی مسائل کو زیر بحث لایا گیا ہے اور یہ جائزہ لیا گیا ہے کہ ان کے

بارے میں مغربی فلاسفر کیا کہتے ہیں۔ اور ان میں اگر اختلافات رونما ہوئے ہیں تو وہ اختلافات کیا ہیں۔ اور ان میں کون سے مفکر ہیں جو حق سے زیادہ قریب نظر آتے ہیں۔ مغربی مفکرین اور فلاسفہ کے افکار کے جائزے کے بعد یہ دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے کہ قرآن اس سلسلے میں ہماری کیا رہنمائی کرتا ہے۔ اور جن مسائل کے حل کرنے میں فلاسفہ نے اپنی فکری توانائیاں صرف کی ہیں قرآن انہیں کس طرح حل کرتا ہے۔

جن مسائل کو اس کتاب میں زیر بحث لایا گیا ہے وہ خدا کی ذات و صفات، کائنات میں انسان کا مقام، خیر و شر، جبر و اختیار، آخرت اور جزاوسزا کے مسائل ہیں۔ جن فلسفیوں اور مفکروں کے افکار کا جائزہ لیا گیا وہ دنیا کے معروف و مشہور مفکر اور فلاسفر ہیں۔ مثلاً سقراط، افلاطون، ارسطو، ابیقوری فلاسفہ، رواقی فلاسفہ، پلوٹینس، سینٹ آگسٹاین، فرانسس بیکن، ڈیکارٹ، جان لاک، برکلے، فریڈرک ہیگل، ولیم جیمز، کانٹ، شوپنہار اور رسل وغیرہ۔

فلسفیوں کے افکار اور انکی الجھنوں سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد جب قرآن کی روشنی میں مسائل کا حل تلاش کرتے ہیں تو اس کا بخوبی انداز ہوتا ہے کہ قرآن، کتاب ہدایت اور سراپا رحمت ہے۔ اور قرآن اپنے اس اعلان میں بالیقین صادق ہے کہ **هٰذا بصائر من ربکم و هدی ورحمة لقوم یوقنون.**

کتاب کا انداز بیان دلکش اور موثر ہے۔ مثال کے طور پر اس کا ذکر کرتے ہوئے کہ سپنوزا کے فلسفہ کی رو سے خدا قانون قدرت اور قوت محرکہ ہے۔ اس پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے "اس کائنات میں ربوبیت کا جو نظام ہے جو عظیم قدرت، عظیم حکمت اور عظیم صناعی نظر آتی ہے، قدم قدم پر رحمانیت یا رحیمیت کے جو مظاہر دیکھنے میں آتے ہیں ان سب کی توجیہ ایک قوت محرکہ کے تصور سے ہو سکتی ہے؟" پھر آگے چل کر لکھا ہے "قرآن مجید خدا کی جو صفات بیان کرتا ہے وہ صرف ایک محرک، ایک علۃ العلل یا ایک قوت اور قانون فطرت پر منطبق نہیں ہوتیں۔ یہ آسمانی تشریف ان کے جسم ناتواں پر راس نہیں آتی۔ یہ صفات بہر حال خدا کی صفات ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا ایک متشخص ذات ہے۔"

بعض فلسفیوں کے اس خیال کی مدلل تردید کی گئی ہے کہ مذہب کا آغاز توحید سے نہیں شرک سے ہوا ہے۔ یہ کتاب حقیقت میں مولانا امین احسن اصلاحیؒ کی تقاریر پر مشتمل ہے۔ مولانا علیہ الرحمہ کی تقاریر جوں کی توں نہیں لی گئی ہے بلکہ ایڈٹنگ کے ذریعہ سے تقریر کے اسلوب کو تحریری اسلوب میں منتقل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور یہ ضروری بھی تھا۔ مسودہ مولانا کو دکھالیا گیا تھا اس لیے اس میں شبہ نہیں رہتا کہ یہ کتاب مولانا اصلاحی کے فکر ہی کی ترجمان ہے۔

ہمیں پوری امید ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ سے قارئین کی علمی و فکری بصیرت میں قابل قدر اضافہ ہوگا۔ ◄◄

پته: 1353، بازار چتلی قبر، دهلی. 110006

اطلاع عام

آپ ہندوستان میں ہوں یا دنیا کے کسی ملک میں۔ آپ اردو، عربی اور فارسی کی تمام کتب بذریعہ ڈاک گھر بیٹھے حاصل کریں۔

ہمارے یہاں تمام علوم و فنون کی کتب دستیاب ہیں۔ کتابیں منگانے والے حضرات کتب کی چوتھائی رقم پیشگی ارسال فرمائیں۔ دو ہزار کتب کی فہرست مفت منگائیں۔ کتب فروشوں کو معقول کمیشن دیا جاتا ہے۔

Contact: Nafees Ahmed Bookseller
Ruknuddin Sarai, Sambhal-244302 (U.P) India)

Adv.UBR 02-2001

اِعْلَامُ الْمُوْقِعِیْن عَنْ رَّبِّ الْعٰلِمِیْنَ

تبصرہ: مولانا محمد فاروق خاں

> نام کتاب: اعلام الموقعین عن رب العلمین (ترجمہ اردو ۲ جلدوں میں) تصنیف: شیخ الاسلام امام ابن القیمؒ
> ترجمہ: خطیب الہند مولانا محمد صاحب محدث جوناگڑھی، صفحات: جلد اول ۶۱۲، جلد دوم ۶۴۰ قیمت: درج نہیں
> (دونوں جلدوں کی قیمت: ۶۰۰ روپے سے کم نہ ہوگی۔ مبصر)
> طابع و ناشر: مکتبہ الفہیم مرزاہادی پورہ چوک، مئوناتھ بھنجن (یو۔ پی)

"**اعلام الموقعین**" علامہ ابن قیمؒ کی مشہور و معروف تالیف ہے۔ دین کے بنیادی مسائل اور اصول شرائع کو جاننے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے۔ علامہ نے مسائل اور استنباط مسائل دینیہ کے سلسلے میں جس شرح و بسط کے ساتھ اپنی اس کتاب میں گفتگو کی ہے اس کی مثال کم ملے گی۔ ہر اس طالب علم کے لیے جو دینی امور مسائل میں تفقہ حاصل کرنا چاہتا ہے اسے اس کتاب کا مطالعہ لازماً کرنا چاہیے۔

علامہ ابن قیمؒ کا مطالعہ نہایت وسیع تھا۔ علم حدیث اور اس کے جملہ علوم اور رواۃ پر ان کی نظر تھی۔ وہ بیک وقت محدث، مفسر، فقیہ اور متکلم سبھی کچھ تھے۔ مختلف موضوعات پر ان کی قابل قدر کتابیں پائی جاتی ہیں۔ وہ مذہب سلف کی عظمت کے قائل تھے۔ ابن قیمؒ نے اپنے زمانے میں دیکھا کہ مسلمانوں میں فکر و نظر پر جمود طاری ہو گیا ہے۔ فکری تعلق کی وجہ سے تقلید جامد کا دروازہ چوپٹ کھول دیا گیا ہے۔ فکر و نظر کی کوئی خاص اہمیت باقی نہیں ہے تو انہوں نے اس کے خلاف آواز بلند کی۔ اور تقلید جامد کو ترک کرنے کی دعوت دی۔ ان کے پیش نظر جو مقاصد رہے ہیں وہ یہ ہیں۔ عقائد میں طریق سلف کو ہرگز نظر انداز نہ کیا جائے بلکہ اسی کی پیروی کی جائے۔ فکر و نظر کی حرمت کا احترام کیا جائے۔ دین کے ساتھ استہزاء سے اجتناب کیا جائے۔ روح شریعت کا فہم حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

تقلید پرستی اس زمانے میں اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ اپنے ائمہ کے فتاویٰ ہی لوگوں کے لیے حرف آخر کا درجہ رکھتے تھے۔ چنانچہ ابوالحسن عبداللہ کرخی فرماتے ہیں **کل آیة تخالف ما علیه اصحابنا فهی موولة او منسوخة و کل حدیث فهو موول او منسوخ** "یعنی قرآن کی جو آیت یا حدیث ہمارے اصحاب کے خلاف ہو اس کی تاویل کی جائے گی یا اسے منسوخ ٹھہرایا جائے گا۔" حالانکہ کتاب و سنت اور صحابہؓ کے فتاویٰ کی حیثیت اصل منبع کی ہے۔ ائمہ اور علمائے دین کے فتاویٰ ان سے مستنبط ہونے چاہئیں نہ کہ اس کے برعکس ائمہ کے فتاویٰ کو اصل قرار دے لیا جائے اور کتاب و سنت کو ان کے تابع رکھا جائے۔ احناف بھی غلو میں بہت آگے پہنچ گئے تھے اس کا ذکر علامہ نے اپنی کتاب اعلام الموقعین میں کیا ہے۔

علامہ ابن قیمؒ کے نزدیک تقلید کی تین قسمیں بالکل حرام ہیں: ☆ جس سے خدا کے نازل کردہ احکام سے روگردانی لازم آتی ہو۔ ☆ ایسے شخص کی تقلید جس کے بارے میں مقلد کو یہ بالکل معلوم نہ ہو کہ اس کے اقوال قابل عمل ہیں بھی یا نہیں۔ ☆ متبوع کی ایسے قول میں پیروی جس کے خلاف حجت قائم ہو اور اس کے مخالف دلائل واضح ہو چکے ہوں۔ واضح رہے کہ تقلید کی یہ تین قسمیں ائمہ اربعہ کے نزدیک بھی حرام ہیں۔

ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ جو شخص خدا کے نازل کردہ احکام کی امکان کی حد تک پیروی کرتا ہو مگر بعض احکام سے آشنا نہ

ہونے کی وجہ سے وہ ان میں اپنے سے بڑے عالم کی پیروی اختیار کرلے تو ایسی تقلید لائق مذمت نہیں۔ قابل ستائش ہے۔ مقلد کو ابن قیمؒ اہل علم میں شمار نہیں کرتے۔ ان کی نظر میں علم اس معرفت کو کہتے ہیں جو دلیل سے حاصل کی گئی ہو۔ اقوام امام کی پیروی میں سنن نبویہ کو ترک کرنا ابن قیمؒ کے نزدیک جادۂ صواب سے ہٹ جانا ہے۔

ابن قیمؒ نے دینی احکام سے استہزاء کے خلاف آواز بلند کی۔ استہزا کی ایک واضح مثال حیلہ گری ہے۔ مثلاً رمضان میں دن کے وقت کوئی اپنی بیوی سے مجامعت کرنا چاہے اور کفارہ سے بچنا چاہے تو پہلے کھانا کھا کر روزہ توڑ دے پھر مجامعت کرے۔ اس طرح کے حیلوں میں سراسر مکر و فریب پایا جاتا ہے۔ ان سے دینی مقاصد فوت ہو جاتے ہیں۔ جو مشروع حیلہ جات ہیں وہ یہاں زیر بحث نہیں۔ جن سے شریعت کا مقصد فوت نہیں ہوتا۔

ابن قیمؒ کے نزدیک محرمات اور مکروہات کے ذرائع و وسائل بھی حرام اور مکروہ ہوتے ہیں اور عبادات کے وسائل قابل تحسین ہوں گے۔ درحقیقت محرمات کے ذرائع کا سد باب ان کے پیش نظر ہے۔ بعض ذرائع تو ایسے ہیں جو اپنی وضع ہی کے لحاظ سے موجب فساد ہیں۔ جیسے شراب نوشی، اتہام، اور زنا کا ارتکاب وغیرہ۔

ابن قیمؒ کا اولین اعتماد کتاب و سنت پر ہوتا ہے وہ ان سے شرعی احکام کا استنباط کرتے ہیں۔ پھر مسئلہ پر عقلی دلائل کے انبار لگا دیتے ہیں۔ مختلف قسم کی احادیث ان کا ساتھ دیتی نظر آتی ہیں۔ ان کو وہ اپنے افکار و نظریات کی تائید میں استعمال کرتے ہیں۔ اور اس کا انہیں سلیقہ بھی حاصل ہے۔ وہ علمائے سلف کی تنقیص کے مرتکب نہیں ہوتے۔ جس کسی کا مسلک دلائل کے اعتبار سے انہیں وزنی نظر آتا ہے اس کو ترجیح دیتے ہیں۔ اپنے مخالف کے دلائل بھی وہ بڑی فراخی سے پیش کرتے پھر ان کا بطلان کرتے ہیں۔ ابن قیمؒ کسی خاص مسلک کے پابند نہ تھے۔ جہاں بھی حق ملتا اس کی پیروی اختیار کر لیتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مختلف ائمہ کی پیروی کرتے نظر آتے ہیں۔

ابن قیمؒ حدیث کو قرآن کی شرح مانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مسائل کے مباحث میں پہلے قرآن کی آیات پیش کرتے ہیں۔ پھر احادیث کو زیر بحث لاتے اور مسائل کا استنباط کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک احادیث میں تعارض نہیں ہو سکتا۔ اگر دو حدیثوں میں تعارض نظر آتا ہے تو تین احتمالات ہیں یا تو دونوں میں سے کوئی ایک حدیث غلط طور پر حضور ﷺ سے منسوب کر دی گئی یا پھر دونوں میں سے ایک حدیث دوسری کی ناسخ ہو گی۔ یا پھر ان میں حقیقی تعارض نہ ہو گا۔ ایسا تعارض فہم سامع میں پایا جاتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے فہم حدیث میں دخل نہیں۔

اعلام الموقعین درحقیقت علم کا خزینہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے لازماً دینی بصیرت حاصل ہو گی اور شریعت کے کتنے ہی اسرار ہم پر کھلیں گے۔ ابن قیمؒ سے بعض مسائل و امور میں اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن اس سے ان کی خدمات کی عظمت میں فرق واقع نہیں ہوتا۔ دینی فکر و نظر اور عقائد میں بصیرت حاصل کرنے کے لیے اور فقہی مسائل کی حقیقت اور حیثیت کو سمجھنے کے لیے اعلام الموقعین کا مطالعہ ضروری ہے۔ مکتبہ الفہیم نے اعلام الموقعین کا اردو ترجمہ شائع کر کے ایک عظیم خدمت انجام دی ہے۔ ◀◀

فخر الاسلام اعظمی کی دو اہم کتابیں

◀ **شعور فن** یو۔جی۔سی اور نیٹ امتحانات کے لیے انتہائی مفید

صفحات: 436 قیمت: 120.00

◀ **ادب نما** (نظر ثانی و اضافہ شدہ ایڈیشن) ایم۔اے کلاسز اور یو۔پی و بہار پبلک سروس کمیشن امتحانات کے لیے بے حد کار آمد

صفحات: 396 قیمت: 90.00

ملنے کا پتہ: Applied Publications Pvt. Ltd, New Delhi-110002

لمحات نبویؐ

تبصرہ: عارف اقبال

نام کتاب: لمحات نبویؐ مصنف: محمد الیاس ندوی

صفحات: ۱۰۴، اشاعت: ۲۰۰۱ء (دوسرا ایڈیشن) قیمت: -/۵۰ روپے

ناشر: مکتبہ الحسنات، ۲۲۴۱، کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۰۲

مولانا محمد الیاس ندوی جامعہ اسلامیہ بھٹکل (کرناٹک) میں استاذ ہیں، علم و فن کے دلدادہ ہیں اور وہ طلبہ و نوجوان کی علمی و فکری تربیت کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ موصوف کی کئی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں جن کو بے پایاں خراج تحسین حاصل ہوئی۔ ان میں مدارس اسلامیہ کے طلبا کے لیے لکھی گئی سات کتابیں بھی شامل ہیں۔ موصوف نے ٹیپو سلطان کی سرفروشانہ زندگی اور باغیرت شخصیت پر بھی ایک دستاویزی کتاب مرتب کی۔ موصوف کی تصنیف و تالیف کا سفر جاری ہے اور "ارض الحدیث" جیسے منفرد موضوع پر بھی کتاب کی تیاری میں مصروف ہیں۔

زیر نظر کتاب "لمحات نبویؐ" کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ موصوف کو خاتم الانبیاء حضور اکرم ﷺ سے کس درجہ شغف اور محبت ہے۔ کتاب میں مدینہ منورہ کے ۳۴ منظر نامے کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ جس کے ہر منظر میں حضور اقدسؐ موجود ہیں۔ کتاب کے مقدمہ میں مولانا عباس ندوی نے مصنف کے بارے میں درست اظہار خیال فرمایا ہے کہ "سیرت نبویؐ کے وسیع مطالعے سے جو نقشہ ان کے ذہن پر اترا اس کو نوک قلم سے مجسم بنا کر ایک رسالہ کی شکل میں پیش کیا ہے جس میں مدینہ منورہ کی بستی کا ایک منظر ہے، کاشانہ نبوت اور مسجد نبوی کا وہ نقشہ ہے جو تاریخ و سیر کی کتابوں میں ملتا ہے۔ کھجور کے تنوں پر اینٹوں سے بنا ہوا حجرۂ رسول کریمؐ اور مٹی کے فرش پھوس کی چھت پر قائم مسجد نبویؐ پتھر اور کنکر سے تعمیر کیا ہوا چبوترہ محبت کی نگاہ میں ایک قصر سلطانی نہیں ہزاروں قلعوں سے زیادہ پر رونق، لاکھوں فلک بوس عمارتوں سے اونچا ہے۔ وہ شہر جس میں کاشانہ ہے جو آسمانی عظمت کا شامیانہ معلوم ہوتا ہے۔ وہ چبوترہ جس پر فاقہ کش و مفلوک الحال مزدور پیشہ صحابہ کرامؓ قیام پذیر تھے، تاریخ نے اس کو عظیم دانش گاہ قرار دیا ہے جس کے معلم انسانیت، آبروئے بشریت، امی لقب مگر پیکر دانش و حکمت تھا۔ اللہ کے ہزاروں سلام ہوں اس کی ذات والا صفات پر۔"

کتاب میں درج تمام تاریخی واقعات مستند حوالوں سے موثق ہیں۔ اس کتاب کی مقبولیت کی دلیل یہ ہے کہ اس کا دوسرا ایڈیشن جلد ہی شائع ہوا۔ توقع ہے کہ یہ کتاب سیرت رسولؐ کے ہر شیدائی کے لیے مفید ہی نہیں بلکہ ایمان کی حرارت کی لو کو تیز کرنے میں معاون ثابت ہو گی۔ کتاب کا مقدمہ آخر میں دیا گیا ہے۔ حالانکہ اسے شروع میں ہونا چاہئے تھا۔ اسی طرح کتاب کی فہرست میں "مراجع" کی جگہ "مقدمہ" لکھنا غالباً عجلت کی وجہ سے رہ گیا ہے۔ توقع ہے کہ "لمحات نبویؐ" کے دوسرے ایڈیشن کو بھی بھرپور پذیرائی حاصل ہو گی۔ ◀◀

اردو بک ریویو

اردو کی حقیقی ترقی کا ترجمان ہے۔ اس کی "حیات" کے لیے مالی وسائل کی شدید ضرورت ہے۔ براہ کرم اس کی سرپرستی فرما کر خود اپنی نظر میں سرخرو ہوں اور اردو کے حقیقی خادم بنیں۔

Contact: Editor, Urdu Book Review, 1739/3, (Basement) New Kohinoor Hotel, Pataudi House,Daryaganj, New Delhi-110002

آیۃ الکرسی

تبصرہ: منور حسن کمال

نام کتاب: آیۃ الکرسی۔ تفسیر و تفہیم: غلام سرور
صفحات: ۱۴۸، ہدیہ: -/۸۰ (مجلد)
ناشر: غلام سرور مرکز تحقیق، پٹنہ۔ ملنے کا پتا: کتاب منزل، سبزی باغ، پٹنہ۔ ۴

غلام سرور کا نام دنیائے صحافت و سیاست میں ان کی گوناگوں مصروفیتوں کی وجہ سے خاصا مقبول و معروف ہے۔ صحافی اور سیاست داں ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ایک کثیر التصانیف مصنف بھی ہیں۔ جہاں بینی، صدا دے چلے، وی لاسٹ ورڈ اور چراغ مصطفوی، شرار بولہبی وغیرہ تصانیف ایک بڑے حلقے میں قبول عام کی سند حاصل کر چکی ہیں ــــ اردو زبان کے والا و شیدا ہیں۔ بہار قانون ساز اسمبلی میں شعبہ اردو کا قیام انہی کی بے پناہ کوششوں کا ثمرہ ہے۔

زیر تبصرہ کتاب "آیۃ الکرسی" میں انہوں نے بنیادی طور پر آیۃ الکرسی کے متعدد ترجمے اور تفاسیر ایک جگہ جمع کردیے ہیں اور اس کے جو معانی و مطالب انہوں نے سمجھے ہیں انہیں بھی بیان کر دیا ہے۔ ساتھ ہی کلمہ طیبہ اور سورہ اخلاص پر بھی سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ غلام سرور کو آیۃ الکرسی سے بے انتہا عقیدت ہے۔ آیۃ الکرسی سے متعلق ان کا ایک اہم واقعہ محمد انعام ظفر شمسی نے یوں نقل کیا ہے: پٹنہ میں جج بھون بنانے کے اعلان کے موقع پر سنگ بنیاد کے لیے ایک بڑی تقریب منعقد کی گئی جیسا کہ عام عادت ہے۔ چاپلوسی میں ہر کوئی ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتا تھا، جب غلام سرور کا تقریر کے لیے نمبر آیا تو صرف آیۃ الکرسی کی تلاوت کی، ترجمہ کیا اور یہ جا وہ جا، لوگ حیرت و استعجاب میں ڈوبے رہ گئے۔ گویا ان کا منشا یہ تھا کہ لوگ جو ارباب اقتدار کے لیے تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں، یہ سب غلط ہے۔ تعریف کے قابل تو صرف وہی ذات واحد ہے جو ایک "الکرسی" پر متمکن ہے اور پوری دنیا کو چلا رہا ہے۔

آیۃ الکرسی میں تفسیر دعوۃ القرآن از مولانا شمس پیرزادہ، معارف القرآن از مولانا مفتی محمد شفیع، تفسیر فی ظلال القرآن از سید قطب، تدبر قرآن از مولانا امین احسن اصلاحی، تفسیر حقانی از علامہ عبدالحق حقانی، ترجمہ، از مولانا اشرف علی تھانویؒ، ترجمہ از شیخ الہند مولانا محمود حسن، تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی، تفسیر ثنائی از مولانا ثناء اللہ، تفسیر ماجدی، مولانا عبدالماجد دریابادی اور تفہیم القرآن از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ وغیرہ کے تراجم اور تفاسیر دل نشیں انداز میں بیان کی گئی ہیں۔

غلام سرور نے زیادہ تر اردو تفاسیر کو پیش کیا ہے۔ اگر وہ بعض عربی تفاسیر جو عرف عام میں مستند سمجھی جاتی ہیں ان کے بھی تراجم و تفاسیر جمع کرتے تو زیادہ اچھا تھا۔ جیسے روح المعانی اور تفسیر ابن کثیر وغیرہ۔

بہر حال آیۃ الکرسی اپنے تمام تر ماخذات اور خوبصورت سرورق، سفید گلیزڈ کاغذ اور کمپیوٹرائز کتابت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آچکی ہے۔ یقین ہے اس کی قابل قدر پذیرائی ہوگی۔ ◄◄

پتہ: G-5/A ابو الفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ 110025

کتابیں ذہن و فکر کو زنگ آلود ہونے سے محفوظ رکھتی ہیں۔

مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں

تبصرہ: سالک دھامپوری

نام کتاب: مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں مولف: علامہ غلام احمد پرویز
صفحات: ۱۹۲، قیمت: -/۶۰ روپے اشاعت: ۲۰۰۱ء
ناشر: حمد پبلی کیشنز، گلی قاسم جان، بلی ماران، دہلی۔ 110006

انسان کی فطرت کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ ہمیشہ سے تجسس کا متلاشی رہا ہے اللہ نے اس کو عقل سلیم عطا کی ہے اس لیے انسان اپنی عقل سے کام لیتے ہوئے اپنی فطری خواہش کی تکمیل کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کبھی کبھی انسان اس فطری خواہش کی تکمیل کرتے کرتے تعمیر کی بجائے تخریب کرنے لگتا ہے۔

اس دنیا میں انسان ہر چیز کی تلاش میں رہا ہے اور بہت سی چیزوں کو اس نے تلاش کیا ہے۔ مذہب ہر زمانہ میں انسان کی ضرورت رہا ہے اور ہر مذہب نے اپنے پیروؤں کو ایک مذہبی کتاب سے متعارف کرایا۔ یہ الگ بات ہے کہ بہت سے مذاہب کی کتابیں ان کے خود ریفارمروں کی تصنیف کردہ ہیں اور بہت سے مذہب کی کتابیں آسمانی کتابیں مانی گئی ہیں۔ یہ موضوع چند کتابوں کو چھوڑ کر آج تک متنازعہ رہا ہے کہ دنیا میں جس قدر مذاہب آئے ہیں وہ سب آسمانی کتابیں بھی لائے ہیں ان میں سے کچھ مذاہب کا دعویٰ صحیح ہے اور کچھ کا مشکوک۔

زیر تبصرہ کتاب "مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں" اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے ایک معلوماتی کتاب ہے جس کے مؤلف علامہ غلام احمد پرویز ہیں۔ کتاب میں کہیں بھی مصنف کا تعارف نہیں ہے جس سے یہ اندازہ کرنا مشکل ہے کہ مصنف پاکستان کے وہی غلام احمد پرویز ہیں جو "منکر حدیث" تھے یا یہ کوئی اور ہیں۔ تاہم اندازہ یہی ہے کہ کتاب ہٰذا کے مصنف غلام احمد پرویز وہی ہیں جن سے علماء کی معرکہ آرائی ہوئی جن میں مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ کا نام سر فہرست ہے۔ لہٰذا ناشر کو اس کتاب میں مصنف کا تعارف شائع کرنا چاہئے تھا۔ تاکہ قاری کتاب سے استفادہ کے وقت مصنف کی اصل حیثیت سے واقف رہتا۔

کتاب کے آغاز میں مؤلف نے تعارف کے نام سے ایک تمہیدی مضمون پیش کیا ہے اس مضمون میں مولف نے اس کتاب کے نام کی مناسبت سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید میں بہت سے انبیاء کا نام لے کر تعارف کرایا گیا ہے اور بعض رسولوں کے بارے میں اشارے میں بتایا گیا ہے۔ مؤلف کا کہنا ہے کہ اس طرح قرآن کی تعلیم کے مطابق ان تمام رسولوں پر ایک مسلمان کے لیے ایمان لانا ضروری ہے۔

اس کتاب میں تمام مذاہب کی کتابوں اور مذاہب کے تذکرے کے بعد قرآن حکیم کے بارے میں بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ ایک جگہ مولف نے اس بات کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ اب شیعہ حضرات اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ قرآن میں کسی قسم کی تحریف یا ردوبدل نہیں ہوا اس کے لیے مولف نے شیعی دنیا کے نامور فاضل شیخ محمد حسین الکاشف کی کتاب "اصل واصول شیعہ" کے حوالے سے لکھا ہے کہ

"وہ کتاب جو اس وقت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے یہ وہی ہدایت نامہ ہے جس کو اللہ نے معجزہ بنا کر نازل کیا اور اس کے ذریعہ احکام دین کی تعلیم دی۔ نہ اس میں کوئی کمی ہوئی نہ زیادتی۔ مسلمانوں میں جو لوگ تحریف کے قائل ہیں وہ غلطی پر ہیں کیوں کہ اس اعتقاد سے نص قرآنی

انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون کی تردید ہوتی ہے۔" (اصل واصول شیعہ ص: ۶۳)

اسی کے ساتھ قرآن حکیم کے مختلف ممالک کے نسخہ جات کا بھی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ مؤلف نے اس کتاب میں دنیا کے بڑے بڑے اور مشہور مذاہب کی آسمانی کتابوں کا حوالہ دیا ہے لیکن وہ یہ بات ثابت نہیں کر سکے کہ انہوں نے جتنے مذاہب کی تفصیل اپنی اس کتاب میں دی ہے کیا ان کی کتابیں واقعی آسمانی کتابیں ہیں۔

اس کتاب میں اسلام کے علاوہ جن دیگر مذاہب کے بارے میں تفصیل سے بتایا گیا ہے ان میں یہودیت، عیسائیت، مجوسیت، ہندو مذہب، بدھ مت، جین مت، چین کے مذاہب، طاؤ مذہب، جاپان کا مذہب شامل ہیں۔

ان تمام مذاہب کا اور ان مذاہب کی کتابوں کا مؤلف نے بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے اور ان مذاہب کی کتابوں کا بھی اجمالاً تعارف کرایا ہے۔ نہ جانے کیوں مؤلف کھل کر ان کتابوں کو آسمانی کتابیں ثابت کرنے سے احتراز کرتا رہا۔ یہ الگ بات ہے کہ مولف نے قرآن کریم کے بارے میں نہایت تفصیل سے اس کی حقانیت اور اس کے آسمانی کتاب ہونے پر روشنی ڈالی ہے۔ مولف کے قلم سے یہ بات جان کر حیرت ہوئی کہ نبی کریم ﷺ امی (ان پڑھ) نہیں تھے بلکہ پڑھنا لکھنا جانتے تھے یہ بات مولف نے کئی واقعات کو دلیل بنا کر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

سب سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس کتاب میں حضرت داؤد علیہ السلام کی آسمانی کتاب زبور کا سرے سے ذکر تک نہیں ہے جبکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی کتاب "زبور" آسمانی کتاب تھی اور اس بات کا قرآن کریم میں واضح طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

مجموعی طور پر یہ کتاب آسمانی کتابوں سے زیادہ دنیا کے بہت سے مذاہب کی تفصیل پر مبنی کتاب ہے۔ قارئین کو اس کے مطالعہ سے بہت سی نئی نئی جانکاری حاصل ہوگی اور ان کی معلومات کے ذخیرے میں چند چیزوں کے اضافہ کا سبب بھی بنے گی۔ اس کتاب کا مطالعہ ان لوگوں کے لیے بھی مفید ہے جو دعوت کا کام کر رہے ہیں۔ ◀◀

پتہ: E-35B ابو الفضل انکلیو، اوکھلا، نئی دھلی۔ 110025

بچوں کا دینی لغت

تبصرہ: حاذق ضیائی سہسرامی

نام کتاب: بچوں کا دینی لغت　　مؤلف: محمد اسحاق جلال پوری
صفحات: ۲۶۰، قیمت: -/۴۰۰ روپے (مجلد)
ملنے کا پتہ: ارم سنٹر، بک سیلرز اینڈ سٹیشنرز، دکان نمبر ۶، بلاک ۱۶، ایف ۸ مرکز، اسلام آباد (پاکستان)

دیدہ زیب سرورق پر ادب اطفال مرقوم ہے، جس کی پیش لفظ میں یوں توضیح کی گئی ہے "بچے قوم کا مستقبل ہوتے ہیں اور ان کی صحیح تعلیم و تربیت ہی روشن مستقبل کی ضمانت ہوتی ہے۔" آگے چل کر کہا گیا ہے "پاکستان ایک اسلامی مملکت ہے" مگر یہ تاثر بھی دیا گیا ہے:

"دینی خطوط پر ہمارے نظام تعلیم میں موثر تربیت و رہنمائی کا اہتمام نہ ہونے کی وجہ سے عام فرد سے لے کر ذمہ دار افراد تک اکثریت اسلامی تعلیمات سے پوری طرح آگاہ و آشنا نہیں۔"

یہ لغت بچوں کو دینی آگاہی کے لیے مرتب کیا گیا ہے، جس کی وضاحت یوں بیان کی گئی ہے۔:

"بچوں کا دینی لغت" اپنی نوعیت کا منفرد کام ہے جو نئی نسل کی دینی تربیت و رہنمائی کے لیے جاں فشانی اور دیدہ ریزی

سے کیا گیا ہے۔ وہ تمام ضروری دینی معلومات، جن سے ایک عام مسلمان کو آگاہ ہونا چاہئے، دینی لغت میں نہ صرف شامل ہیں بلکہ بہت سادہ انداز میں ان کی تشریح بھی کی گئی ہے۔ اسلام کے بنیادی عقائد اور ارکان اسلام کی تفہیم و تشریح زیادہ تفصیل سے کی گئی ہے تاکہ ان بنیادی اسلامی تعلیمات کو سمجھنے میں کسی قسم کا ابہام اور اشکال باقی نہ رہے۔"

ڈاکٹر محمد افتخار کھوکھر (ایم۔ اے، پی ایچ۔ ڈی) شعبہ بچوں کا ادب دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد نے پیش لفظ میں جو کچھ لکھا لغت کے تعارف کے لیے کافی ہے۔ نیز اس کا دوسری زبانوں میں ترجمہ بھی ہونا چاہئے، اس طرف بھی موصوف نے اشارہ کیا ہے۔

پیش لفظ کے علاوہ تعارف پروفیسر ڈاکٹر اصغر علی شیخ (کلیۃ التربیہ، جامعہ ملک عبدالعزیز) مدینہ منورہ نے یہ لکھا ہے کہ "یہ لغت دینی معلومات کا گراں قدر خزانہ ہے جس سے ہمارے ثانوی مدارس تک کے طلبہ و طالبات سہولت سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ امریکہ، یورپ اور غیر ممالک میں بسنے والے مسلمانوں، بچوں کے لیے یہ لغت خاص طور پر مفید اور نفع بخش ہے۔ "نیز بتایا گیا ہے کہ اس سے ہر عمر کے لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ نیز اسے انگریزی قالب میں ڈھالنے کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے۔

پروفیسر عبدالمنعم خواجہ (گورنمنٹ کالج پوسٹ گریجویٹ، اصغر مال، راولپنڈی) کا یہ تاثر بھی لغت کے سلسلے میں صحیح ہے کہ مولف نے:

"انہیں قرآن وسنت سے روشناس کرانے، انہیں بنیادی دینی مسائل سے متعارف کرانے کے ساتھ ساتھ ان کے اندر اسلامی فکر کو اجاگر کرنے کی سعی کی ہے جو ایک اہم دینی خدمت ہے۔"

آگے چل کر "پیش کش" کے عنوان سے بڑی عبرت خیز بات محمد اسحاق صاحب مولف نے یہ کہی ہے:

"پاکستان کی قومی زبان اردو... میں دینی ادب کا وسیع ذخیرہ موجود ہے۔ دینی موضوعات پر بہتر سے بہتر کتاب مل سکتی ہے۔ لیکن دور حاضر کے مادی رجحانات کے باعث دینی کتب کے مطالعہ کا ذوق کم تر ہوتا جا رہا ہے، نئی نسل کا مسجد سے تعلق برائے نام رہ گیا ہے۔ انگریزی ذریعہ تعلیم کے پروردہ طلبہ عالمانہ انداز میں لکھی ہوئی کتابیں پڑھ سکتے ہیں نہ سمجھ سکتے ہیں۔"

مملکت خداداد کے دینی حس کے بارے میں مزید مولف نے جو کچھ لکھا ہے یہ ہے "قومی نصاب تعلیم میں دینیات و اسلامیات لازمی مضمون کی حیثیت سے شامل ضرور ہے۔ لیکن اس مضمون میں ضروری شرعی احکام اور مسائل کی تفصیل سے بوجوہ احتراز برتا گیا ہے۔ اس ناقص یا ادھوری تعلیم کا نتیجہ یہ ہے کہ بچے جنابت اور طہارت کے بنیادی اور ضروری مسائل سے بھی آشنا نہیں ہو پاتے۔"

ان حالات کے پیش نظر مختصر مگر جامع کتاب مرتب کی گئی ہے۔ اس لغت کی خصوصیت۔ زبان سلیس، عام فہم ہے، الفاظ کے معنی ہی نہیں شخصیات کا بھی اچھا تعارف ہے۔ گویا یہ دینی لغت اسلامی انسائیکلوپیڈیا ہے جو دس خصوصیات نمایاں پر مبنی ہے۔ اصل کتاب دیکھنے کی ضرورت ہے۔ گویا پورا لغت لائق مطالعہ ہے۔ طلبہ، علماء یا عوام ہر ایک کے لیے مفید ہے۔ خاص کر بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے ایک بہترین تحفہ ہے۔ امید کہ اسے مقبولیت عام حاصل ہوگی۔

بطور مثال الف کی تختی میں پہلا لفظ اباحت آیا ہے جس کی شرح یہ ہے۔

اباحت　(ا+با+حت) اسم مؤنث

☆ جائز ہونا، مباح ہونا، شریعت میں کسی بات کی اجازت ہونا، شخصیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، ابرہہ، ابو ایوب انصاریؓ، ابو بکرؓ، ابو جہل، ابو حنیفہؒ پر نوٹ یہ ہے:

ابو حنیفہ　(ح+نی+فہ)　اسم معرفہ۔ کنیت۔ مذکر

☆ عالم، فقیہ، ابو حنیفہ، نعمان بن ثابت جو اہل سنت کی فقہ کے امام ہیں اور "امام اعظم" کے نام سے معروف ہیں۔ آپ کوفہ کے رہنے والے تھے اور کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔

برصغیر پاک

☆ برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی اکثریت امام ابو حنیفہ کی پیرو ہے۔

ایک اصلاحی لفظ کی شرح ملاحظہ ہو۔

اجماع

(اِج + ماع) اسم مذکر

☆ جمع ہونا، متفق ہونا، ہم رائے ہونا۔

☆ کسی شرعی حکم یا فیصلے پر علمائے حق کا متفق ہونا

☆ شریعت کے چار مآخذ میں تیسرا مآخذ اجماع ہے۔

مطالعہ کرنے والے پر لغت کے ہر لفظ کی معنویت خوب تر واضح کی گئی ہے، گویا بلاشبہ لغت لائق مطالعہ اور مفید ہے۔ دینی مدرسہ کے طلبہ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔◀◀

سرخ کینسر

تبصرہ: سہیل انجم

نام کتاب: سرخ کینسر مصنف: ڈاکٹر عبداللہ عزام شہید ترجمہ: ڈاکٹر عبدالقادر خاں قاسمی
صفحات: ۱۱۱، قیمت: ۲۲ روپے
ناشر: مکتبہ الامام محمد قاسم، 19 عظیم ڈیری کالونی، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵

"سرخ کینسر" جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کیمونزم پر لکھی گئی کتاب ہے۔ اس کے مصنف عزام شہید اردن یونیورسٹی میں شریعت فیکلٹی میں استاد تھے۔ انہوں نے اس کتاب میں روس میں کیمونسٹ یعنی بالشویکی انقلاب کیوں لایا گیا، اس کے کیا اسباب تھے، انقلاب کے بانیوں میں کون کون لوگ تھے، ان کے نظریات کیا تھے، دنیا کے کن کن ملکوں میں کیمونسٹ جماعتیں قائم ہیں، عالم اسلام میں وہ کون کون سے ممالک ہیں جن میں کیمونسٹ پارٹیاں ہیں اور عالم اسلام میں کیمونزم کے پروان چڑھنے کے کیا اسباب ہیں جیسے موضوعات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ یہ عربی میں لکھی گئی کتاب ہے جس کا عبدالقادر قاسمی نے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔

اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ بالشویکی انقلاب سے وابستہ تمام لوگ یہودی تھے اور انہوں نے روس سے انتقام لینے اور روس کو غلام بنانے کے لیے وہاں یہ انقلاب برپا کیا۔ انقلاب کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر عزام نے لکھا ہے کہ "اہل یوروپ انیسویں صدی میں چرچ کی جابرانہ اور بیجا پابندیوں سے آزادی حاصل کرنے کے لیے ایک زبردست معرکہ آرائی کر چکے تھے اس لیے معاندانہ رد عمل کے طور پر ہر مذہب مخالف اور غیبی افکار کی مخالفت کرنے والی چیز کو قبول کر لیا کرتے تھے۔" اس کے بعد چرچ اور یوروپ کے ٹکراؤ اور خداؤں اور دیوتاؤں کی تبدیلی جیسے امور سے تفصیلاً بحث کی گئی ہے۔ انہوں نے تیسرے باب میں لکھا ہے کہ دراصل کیمونزم کے نفاذ کا پلان برطانیہ میں تھا لیکن ۱۸۴۸ء میں یہ پلان بدل

گیا۔ ۱۸۸۱ء کی جنگ کے بعد روسیوں نے جب یہودیوں پر بہت زیادہ مظالم توڑے تو انہوں نے روسیوں سے انتقام لینے کے لیے وہاں کیمونزم کے نفاذ کا فیصلہ کر لیا۔ کچھ دنوں کے بعد یہودیوں کے علاقائی سربراہوں کو لکھے گئے خط میں کہا گیا تھا کہ دنیا کی قیادت ہمارے ہاتھوں میں آنے والی ہے۔ روس میں حکومت پر اب ہمارا قبضہ ہو گیا ہے کبھی روسی ہمارے آقا تھے وہ اب ہمارے غلام بن گئے ہیں۔

اس کے بعد بالشویکی انقلاب اور قوم یہود کے رشتے پر روشنی ڈالی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ مارکس کا دادا، مارکس، لینن اور دیگر قائدین سبھی یہودی تھے۔ ایک قرارداد میں یہودیوں نے کہا تھا کہ ہم نے غیر قوم کے اندر جھوٹی آزادی کے انقلاب کی روح پھونک دی ہے تاکہ ہم انہیں ان کے دین کے چھوڑنے پر قائل کر سکیں۔ عالم عرب میں کیمونسٹ تحریک پر روشنی ڈالتے ہوئے مصر، عراق، شام، لبنان، فلسطین اور اردن وغیرہ میں کیمونسٹ پارٹی کے خدوخال کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں کیمونزم کے موقف سے بھی تفصیلی بحث کی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ کیمونزم کی بنیاد مذہب مخالفت پر کیوں رکھی گئی۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کن اسباب کی بنا پر عالم اسلام میں کیمونزم کو فروغ حاصل ہوا۔

اس طرح اس کتاب میں کیمونزم (Communism) کے اصل چہرے کی نقاب کشائی کی گئی ہے اور اس کے پھیلے جال سے لوگوں کو روشناس کرایا گیا ہے۔ گرچہ سوویت روس (U.S.S.R) میں یہ انقلاب پارہ پارہ ہو گیا ہے۔ لیکن اب بھی کئی ملکوں میں اور ہندوستان میں بھی کیمونسٹ پارٹیاں موجود ہیں۔ ڈاکٹر عبدالقادر عزام نے اس کتاب میں جتنے جامع انداز میں بالشویکی انقلاب (Bolshevik Revolution) اور اس کے عزائم و مقاصد پر روشنی ڈالی ہے وہ قابل تعریف ہے۔ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد کیمونزم کے پس پردہ عزائم کے بارے میں بہت کچھ ہمارے سامنے آجاتا ہے۔

غالباً اردو میں کیمونزم پر اتنی اچھی کتاب اور کوئی نہیں ہے۔ قابل مبارکباد ہیں عبدالقادر قاسمی جنہوں نے اس کتاب کا اردو میں ترجمہ کیا اور اسے شائع کرایا۔ اس کتاب کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر عبداللہ عزام شہید کو کیمونزم کے بارے میں بے انتہا معلومات تھیں انہوں نے اگر چاہا ہوتا تو اس مسئلے پر بہت ضخیم کتاب تیار ہو جاتی لیکن جامعیت کے ساتھ انہوں نے اسے تحریر کر کے کوزے میں دریا کو بند کر دیا۔ ترجمہ بھی بہت سلیس اور رواں ہے اور اس پر ترجمہ نہیں بلکہ اصل کا گمان ہوتا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ میں جو وقت صرف ہو گا وہ بے کار نہیں جائے گا۔ ابتداء میں ڈاکٹر عزام کی شخصیت پر ایک تفصیلی مضمون بھی ہے۔◀◀

پتہ: 426. ذاکر نگر ویسٹ، جامعہ نگر، نئی دھلی. 110025

اردو دانشوروں کے سیاسی میلانات

تبصرہ: عرفان احمد

نام کتاب: اردو دانشوروں کے سیاسی میلانات: نوآبادیاتی ہندوستان، ۱۸۵۷۔ ۱۹۱۴ء مصنف: مظہر مہدی
اشاعت: ۱۹۹۹، صفحات: ۲۲۴، قیمت: ۱۵۰/- روپے
ناشر: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، کوچہ پنڈت، لال کنواں، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶

حصول آزادی کا سب سے بڑا المیہ یہ رہا ہے کہ اردو خود اپنی جائے پیدائش ہندوستان میں اجنبی اور بے بس بن کر رہ گئی۔ اس اجنبیت اور بے بسی کا سب سے اندوہناک مظہر اردو میں دانشوروں کی نسبتاً عدم موجودگی ہے۔ لہٰذا فہم عامہ میں آج اردو کے ذکر سے ابھرنے والے معنی و تصورات زبان وادب کی سرحدوں میں مقید نظر آتے ہیں۔ آزاد ہندوستان میں

اردو اور سماجی علوم کے مابین اول تو بادی النظر میں کوئی رشتہ نظر نہیں آتا اور دوم اگر تلاش بسیار کے بعد وہ آجائے تو بالکل کمزور حالت میں۔ اس تناظر میں مظہر مہدی کی زیر تبصرہ کتاب "اردو دانشوروں کے سیاسی میلانات" غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ غدر سے لے کر بیسویں صدی کی پہلی دہائی تک کے زمانے کی اہمیت جس کا فاضل مصنف نے اپنے مقالے میں احاطہ کیا ہے، جدید برصغیر کی پیچ وخم سے عبارت تاریخ میں فیصلہ کن ہے۔ اس نہایت ہی اہم عہد اور موضوع پر ایک زمانے کے بعد کوئی علمی کام منظر عام پر آیا ہے جو اتنا جامع اور فکر انگیز ہے۔ اس سے قبل بیش تر کتابیں انگریزی میں لکھی گئیں اور بعد میں ان کا اردو میں ترجمہ ہوا۔ مثلاً رفیق زکریا کی کتاب "ہندوستانی سیاست میں مسلمانوں کا عروج"۔ زیر تبصرہ کتاب کی اہمیت کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ غالباً پہلی دفعہ اس عہد کی چار نمایاں شخصیتوں، سر سید، حالی، شبلی اور نذیر احمد، کے افکار کا تقابلی مطالعہ کیا گیا ہے۔

آٹھ ابواب پر مشتمل یہ کتاب نو آبادیات کے مبادیات کی بحث سے شروع ہوتی ہے۔ اس باب میں مصنف نے مختلف سماجی علوم، مثلاً تاریخ، سماجیات وغیرہ کی روشنی میں نو آبادیات کے تصور سے عالمانہ بحث کی ہے۔ نظری طور پر یہ باب کافی اہم ہے کیوں کہ اسی کی بنیاد پر بعد کے ابواب میں ہندوستانی مسلمانوں کی سیاست کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں ان تاریخی حالات کا جائزہ لیا گیا ہے جن کی وجہ سے انڈین نیشنل کانگریس معرض وجود میں آئی۔ بعد کے دو ابواب "کانگریس کی مخالفت" اور "نو آبادیات حامی رویہ" میں مذکورہ بالا چاروں مصلحین دانشوروں کے کانگریس اور نو آبادیات سے متعلق رجحانات پر بالترتیب بحث کی گئی ہے۔ ڈاکٹر مظہر مہدی کے مطابق سر سید اور نذیر احمد دونوں نے کانگریس کی علی الاعلان مخالفت کی اور مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ اس تنظیم اور تحریک سے گریز کریں۔ نو آبادیاتی نظام کے بارے میں ان رہنماؤں کا رویہ حمایت کا تھا۔ بہ استثنائے شبلی ان تینوں اکابرین نے نئے نظام کی اطاعت کا بگل بجایا۔ شبلی نے انگریزی عملداری کی، بقول مصنف "نہ تو حمایت کی اور نہ اس سے اپنی وفاداری ظاہر کی۔" (ص:۱۰۱)

پانچویں باب میں مصنف نے مسلم دانشوروں کے "نو آبادیات مخالف شعور" کی نوعیت سے بحث کی ہے۔ مصنف کے مطابق سر سید اور نذیر احمد دونوں انگریزی عملداری کے حامی تھے۔ اس کے برعکس حالی اور شبلی اس سے آزادی چاہتے تھے۔ اس باب کی خصوصیت یہ ہے کہ جہاں مصنف نے مختلف موضوعات مثلاً معیشت، مذہب، تعلیم، اقتصادی پالیسی کے تحت بکھرے مواد کو بڑی کامیابی کے ساتھ برتا ہے وہیں بحث کے ارتکاز کو بھی برقرار رکھا ہے۔ اگلے باب میں سر سید کی وفات کے بعد سے ۱۹۰۶ء تک کے سیاسی حالات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے جس میں ان عوامل پر روشنی ڈالی گئی ہے جو مسلم لیگ کے قیام کا محرک ہوئے۔ مصنف کے مطابق اس عہد کی مسلم سیاست بھی کلیتاً وفادار رہی۔

ساتویں باب میں ڈاکٹر مظہر مہدی نے ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے بعد سے چلی آرہی وفادارانہ سیاست کے خلاف اٹھی شبلی کی آواز کا کامیابی کے ساتھ احاطہ کیا ہے۔ اس میں ان عوامل اور حالات پر مدلل بحث کی گئی ہے جو سر سید اور علی گڑھ تحریک، جس کے شبلی خود ایک سرکردہ رہ نما تھے، سے ان کی علاحدگی اور بغاوت کا موجب ہوئے اور جن کے نتیجے میں وہ کانگریس کے قریب اور انگریزی حکومت سے دور ہوتے چلے گئے۔ آخری باب میں سر سید، حالی، نذیر احمد اور شبلی کے تصور قوم سے بحث کی گئی ہے۔ مصنف کے خیال میں سر سید اور شبلی دونوں کے ہاں قوم کی بنیاد مذہب ہے۔ اس ضمن میں نذیر احمد کی فکر میں کافی نشیب وفراز ہے۔ لیکن زندگی کے آخری دور میں ان کے خیال میں تبدیلی واقع ہوئی اور انہوں نے وطن کو قومیت کی بنیاد قرار دیا۔ اس موضوع پر نذیر احمد اور حالی کے خیالات میں کافی مماثلت ہے۔

زیر تبصرہ کتاب کا غیر جانبدارانہ خلاصہ پیش کرنے کے بعد یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نظریاتی پہلو پر مختصراً روشنی ڈالی جائے۔ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد نو آبادیاتی ہندوستان میں مسلم سیاست کی جو اجتماعی تصویر ابھرتی ہے وہ لازماً

برطانوی وفاداری کی ہے۔ اس سے دوسرا فطری نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انڈین نیشنل کانگریس بنیادی طور پر ایک سیکولر اور انگریز مخالف تنظیم تھی۔ "پیش لفظ" ہی میں مصنف نے لکھا ہے کہ "مسلم فرقے کے علیحدہ مفادات کا یہی وہ تصور تھا جس کو مسلم لیگ کی تشکیل کی شکل میں عروج حاصل ہوا۔" اس دلیل کی توسیع کرتے ہوئے وہ آگے رقم طراز ہیں "سر سید کے بعد کی مسلم سیاست میں یہ نقطہ نظر زور دار قوت کا حامل تصور کیا جانے لگا جس کا منطقی نتیجہ پاکستان کے قیام کی شکل میں سامنے آیا۔" (ص ۱۵۳) یہ دلیل اتنی عام ہے کہ ہندوستان کا ہر زعفرانی قوم پرست اسے ایک صداقت مان بیٹھا ہے اور بدقسمتی سے بہت سارے روشن خیال اور سیکولر دانشور بھی اس سے مبرا نہیں۔ اس نظریے کی تبلیغ میں پاکستانی مورخوں کا رول بھی کوئی کم اہم نہیں۔ اس کتاب کے کلیدی Thesis میں مصنف نے ان تاریخی، سماجی اور سیاسی عوامل کو ذرا کم اہم شمار کیا ہے جن کے رد عمل میں وفادارانہ مسلم سیاست کی ابتدائی ہوئی۔ بنگال کے نشاۃ ثانیہ کے پس منظر کو ذہن میں رکھے بغیر مسلم سیاست کی تفہیم مکمل طور پر ممکن نہیں ہو سکتی۔ فاضل مصنف نے جو طریقہ کار اختیار کیا ہے اور اس کی روشنی میں تاریخ کا جو مطالعہ پیش کیا ہے اس سے یہ بات ابھر کر آتی ہے کہ کم وبیش ان چاروں دانشوروں کے افکار میں ایک قسم کا تناؤ ہے جسے وہ تاحیات حل نہیں کر سکے۔ ایسا وہ کر بھی نہیں سکتے تھے۔ تاریخ کی ناگزیر بندش ہی ایسی تھی۔

اس کتاب کی دانشورانہ اہمیت اور معنویت مسلم ہے۔ مظہر مہدی نے یہ کتاب لکھ کر آزادی کی چھاؤں میں پروان چڑھی نئی اردو نسل کو ایک گراں قدر علمی خزانہ دیا ہے جس سے آنے والی نسلیں بھی مستفید ہوتی رہیں گی۔ مصنف نے نہایت عرق ریزی سے اردو انگریزی دونوں زبانوں میں دستیاب بنیادی اور ثانوی مآخذ کا بغایر نظر مطالعہ کیا ہے۔ اس کتاب میں اتنا مواد ہے اور اسے اتنی خوبصورتی سے پیش کیا گیا ہے کہ ہر سنجیدہ قاری جدید مسلم سیاست اور تاریخ کے بارے میں نئے خطوط پر سوچنے کے لیے مجبور ہوگا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ یہ کتاب اردو دنیا میں نئی اور معنی خیز بحث کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔ ◀◀

پتہ: شعبہ عمرانیات، یونیورسٹی آف ایمسٹرڈم، نیدر لینڈ.

اردو غزل کی تنقید

تبصرہ: ڈاکٹر ضیاء الدین انصاری

نام کتاب: اردو غزل کی تنقید مصنف: ڈاکٹر شاہدہ بیگم
سن اشاعت: ۲۰۰۰ء، صفحات: ۳۱۹، قیمت: -/۲۰۰ روپے
ناشر: یونیورسل بک ہاؤس، علی گڑھ

بقول پروفیسر رشید احمد صدیقی: "غزل اردو شاعری کی آبرو ہے" اس میں کوئی شک نہیں کہ غزل اردو اور فارسی شاعری کی مقبول ترین صنف ہے۔ اردو شاعری کی ابتداء اصلاً غزل سے ہی ہوتی ہے۔ اس کی تین سو سالہ تاریخ میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ غزل چلن سے باہر ہو گئی ہو، یا اس کا وجود عدم میں تبدیل ہو گیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ہر زمانہ اور برصغیر ہندو پاک کے ہر خطہ میں اس کی مقبولیت عام رہی ہے۔ اب یہ یورپ اور امریکہ میں بھی مقبول ہوتی جارہی ہے۔

یہ ایک فطری بات ہے کہ جو شے جتنی زیادہ مقبول اور ہر دلعزیز ہوتی ہے، اس کو اتنی ہی زیادہ سختی سے حسن وقبح کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے۔ بعینہ غزل کے ساتھ بھی یہی صورتحال پیش آئی۔ اس کا بھی بڑی سختی سے محاسبہ کیا گیا۔ اور اگر یہ

کہا جائے تو بعید از حقیقت نہ ہوگا کہ غزل اور تنقید دونوں شانہ بہ شانہ چلتی رہی ہیں۔ اس طرح تنقید غزل کی تاریخ بھی اتنی ہی قدیم ہے، جتنی کہ غزل گوئی کی۔

اردو شاعری، بالخصوص اردو غزل پر تنقید کے واضح اور مربوط اشارے ہمیں اردو شعرا کے تذکروں میں ملتے ہیں۔ اب تک کی تحقیق کے مطابق اردو شعرا کا اولین تذکرہ ندائے سخن میر تقی میر کا نکات الشعراء ہے جو ۱۱۶۵ھ / ۱۷۵۰ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اس کے بعد حمید اورنگ آبادی نے گلشن گفتار (۱۱۶۵ھ / ۱۷۵۱ء) اور سید فتح علی گردیزی نے تذکرہ ریختہ گویاں (۱۱۶۶ھ / ۱۷۵۳ء) تالیف کر کے تذکرہ نگاری کی روایت کو آگے بڑھایا۔ ان کے بعد تذکرہ نگاری کا چلن عام ہوا۔ ان تذکروں کی تاریخی اور سوانحی اہمیت کے ساتھ تنقیدی اہمیت بھی مسلم ہے۔ ان میں شعراء کے کلام کے بارے میں مختصراً لیکن انتہائی اہم اشارے ملتے ہیں اور یہی اشارے مستقل تنقید کے لیے بنیادی اور اساسی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن اب یہ زمانہ اس نوع کی تذکرہ نگاری کا نہیں ہے۔ اب تنقید نے بہت زیادہ ترقی یافتہ شکل اختیار کرلی ہے۔ اب خالی اشاروں اور کنایوں سے کام نہیں لیا جاتا بلکہ شاعر کے کلام اور ادیب کے مکمل ادب پاروں کے محاسن و معائب سے تفصیلی گفتگو کی جاتی ہے۔ اور ان کے ہر پہلو کو وضاحت کے ساتھ اجاگر کیا جاتا ہے۔ اس نوع کی تنقید نگاری کی ابتدا مولانا حالی نے انیسویں صدی کی آخری دہائی میں اپنے دیوان کے مقدمہ سے کی جو بعد میں مقدمہ شعر و شاعری کے نام سے مشہور ہوا۔ اس میں حالی نے اردو شاعری کی مختصر اصناف سے بحث کی ہے اور مشرق و مغرب کے کلاسیکی ادب، بالخصوص کلاسیکی شاعری سے تقابلی مطالعہ بھی کیا ہے۔ انہیں غزل کی تنگ دامانی سے شکایت ہے۔ ان کے خیال میں غزل کے مقابلے میں نظم کا میدان کہیں زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ اسی لیے انہوں نے خود جدید نظم کی بنیاد ڈالی ہے۔ حالی کے بعد مولوی عبدالحق، پروفیسر یوسف حسین خاں، پروفیسر کلیم الدین احمد، پروفیسر احتشام حسین، پروفیسر آل احمد سرور اور پروفیسر مجنوں گورکھپوری جیسے اہم دانشوروں نے تنقیدی روایت کو نہ صرف آگے بڑھایا، بلکہ اس میں معتد بہ اضافے بھی کیے۔ ان کے علاوہ بھی ہمارے بے شمار نقادوں نے اردو تنقید کو بام عروج تک پہچانے میں اہم کردار ادا کیا۔

ضرورت اس بات کی تھی کہ اس پورے تنقیدی سرمایے کا جائزہ لیا جائے اور اس کی خصوصیات پر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے نیز اس کی خامیوں اور کمزوریوں سے سیر حاصل بحث کی جائے۔ خوشی کی بات ہے کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی ایک ہونہار طالبہ ڈاکٹر شاہدہ بیگم نے اس اہم کام کی جانب توجہ کی اور غزل کی تنقید کا بھرپور جائزہ لیا۔ یہ دراصل ان کا تحقیقی مقالہ ہے جس پر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے انہیں ڈاکٹر آف فلاسفی کی ڈگری عطا کی۔ اس پورے مقالہ کو انہوں نے بارہ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے باب میں انہوں نے اردو غزل کی تنقید کا تاریخی پس منظر پیش کیا ہے، دوسرے باب میں مولانا حالی کی تنقید نگاری سے بحث کی ہے۔ اس کے بعد الگ الگ ابواب قائم کر کے امداد امام اثر، نیاز فتح پوری، مسعود حسن رضوی، جوش ملیح آبادی، عندلیب شادانی، فراق گورکھپوری، مجنوں گورکھپوری، یوسف حسین خاں اور کلیم الدین احمد کے تنقیدی نظریات کا تفصیلی اور ناقدانہ جائزہ لیا ہے اور ان کے مقام و مرتبہ کا تعین کیا ہے۔ بارہویں اور آخری باب میں نسبتاً کم اہم نقادوں کے فن سے بحث کی ہے۔ ان دوسرے نقادوں کی صف میں پروفیسر رشید احمد صدیقی اور پروفیسر آل احمد سرور بھی نظر آتے ہیں۔ یہ دونوں اردو ادب کی بہت بڑی اور بہت قد آور شخصیات ہیں۔ ان کی ناقدانہ حیثیت بھی مسلم ہے۔ لہٰذا ان پر بھی جداگانہ ابواب قائم کیے جانے چاہئے تھے۔

کتاب کے بالاستیعاب مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ کام بڑی محنت اور دیانت داری سے کیا گیا ہے اور موضوع کے ساتھ مکمل انصاف سے کام لیا گیا ہے۔ اس کی بڑی خوبی یہ ہے کہ غزل کے رموز و علائم کا تجزیہ کرنے کے بعد فن تنقید سے بھی اچھی بحث کی گئی ہے اور تنقیدی نظریات کی توضیح بھی کی گئی ہے۔ ہر تنقید نگار کے تنقیدی رویے اور نظریات سے

جداگانہ طور پر بحث کر کے اس کا موازنہ دوسرے ناقدوں کے رویے اور نظریات سے کر کے کتاب کو عالمانہ انداز اور محققانہ شان عطا کی گئی ہے۔ اس کی ایک نمایاں خوبی غیر جانبداری اور ژرف نگاہی ہے جس سے کتاب کی وقعت اور قدر و قیمت میں یقیناً اضافہ ہوا ہے۔ ◀◀

مبصر کا پتہ: ڈائرکٹر خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ. 800004

مکالمہ

تبصرہ: انور کمال حسینی

نام کتاب: مکالمہ (’آج کل‘ کے اداریے) . مصنف: محبوب الرحمٰن فاروقی
صفحات: ۳۱۲ قیمت: ۔/۲۰۰ روپے
ناشر: تخلیق کار پبلشرز، B-104، یاور منزل، آئی بلاک، لکشمی نگر، دہلی۔ ۱۱۰۰۹۲

’مکالمہ‘ تخلیق کار پبلشرز کی تازہ ترین پیشکش ہے۔ یہ کتاب ماہنامہ آج کل کے مدیر محبوب الرحمٰن فاروقی کے ان اداریوں کا مجموعہ ہے جو مذکورہ رسالے میں نومبر ۱۹۹۰ء سے جولائی ۱۹۹۹ء تک شائع ہوئے تھے۔ اردو والے تو آج بھی بہت سے ہیں لیکن اردو کا درد محسوس کرنے والے اب گنے چنے ہی رہ گئے ہیں۔ ان گنے چنوں میں ایک محبوب الرحمٰن فاروقی بھی ہیں۔ ان کے بارے میں کتاب کے ابتدائی صفحات میں مشرف عالم ذوقی نے اپنے الفاظ میں جن تاثرات کا اظہار کیا ہے، ویسے ہی بلکہ تقریباً وہی تاثرات میرے بھی ہیں۔ اردو کے ساتھ جب کوئی ناانصافی ہوتی ہے یا کوئی اردو دشمنی ان کے علم میں آتی ہے تو محبوب صاحب جھنجھلا اٹھتے ہیں۔ ذوقی کی میں تائید کرتا ہوں کہ جہاں بھی محبوب صاحب ہوں سمجھئے کہ وہاں اردو کی بات چل رہی ہوگی۔ کیا ہونا چاہئے اور کیا نہیں۔ اردو پر کیا گزر رہی ہے، اردو اپنے لوگوں میں ہی رسوا ہو رہی ہے۔ لوگ اپنے بچوں کو اردو نہیں پڑھاتے۔ اکادمیاں اردو کے نام پر صرف لوٹ رہی ہیں۔ ریسرچ اسکالرز کو اردو سے کچھ بھی لینا دینا نہیں۔ یونیورسٹی کے پروفیسران تو محض اردو کے نام پر اپنی جیب بھر رہے ہیں اور اس میں غلط بھی کیا ہے۔ اللہ بھلا کرے نہیں کہ اردو کے فروغ و ترقی، حمد و ثنا اور بڑے بڑے دعوے کرنے والے آزاد، مہربان اور خلیق صاحبان قلم، آزادی کے بعد اردو کے کمزور، نارنگ اور بے بس ہو جانے کا شور تو مچاتے ہیں لیکن غور سے دیکھئے تو پتہ چلے گا کہ ان ہی لوگوں نے اردو کے کاز سے سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا ہے مالی بھی اور سماجی بھی۔ ایسے اردو والوں کے لیے اردو ایک تجارت ہے جس میں ان کے لیے نفع ہی نفع ہے۔ چونکہ بزعم خود وہ اس زبان کے فروغ میں لگے ہوئے ہیں جبکہ سچ یہ ہے کہ اردو کی کسمپرسی کا درد وہی محسوس کرے گا جسے یہ زبان اپنی جان سے بھی زیادہ پیاری ہو۔ محبوب صاحب ایسے ہی ہیں۔ آج کل میں پہلے اداریہ نویسی کا چلن نہیں تھا۔ محبوب صاحب ہی نے یہ طرح ڈالی تھی۔ تقریباً نو سال مسلسل انہوں نے یہ ذمہ داری نبھائی اور اردو کے تعلق سے کوئی گوشہ ایسا نہیں تھا جس پر انہوں نے قلم نہ اٹھایا ہو۔ اردو زبان اور مسائل کے حوالے سے جتنے بھی موضوع ہو سکتے تھے، انہوں نے انہیں اپنے اداریوں کا موضوع بنایا اور بغیر کسی لاگ لپیٹ کے حقائق کو پیش کر دیا۔ اپنے اداریوں میں وہ تعلیم کا اصل مقصد سامنے لائے تو مشترکہ کلچر اور عصری ادب پر بھی گفتگو کی۔ جدیدیت اور ترقی پسندی کو موضوع بنایا تو اکیڈمیاں دھیان دیں جیسا اداریہ بھی لکھا۔ اردو بولنے والوں کی تعداد پر گفتگو کی تو اردو زبان و ادب میں کیا نہیں ہے کے ذریعہ اردو کی وسیع دامنی سامنے لائے۔ اردو زبان کا مسئلہ اردو

کے بہی خواہ اور اردو کتابوں کی فروخت کا مسئلہ ان کے اداریوں کا موضوع بنے تو آہ! یہ اردو کے نام لیوا ادارے کے ذریعہ اردو کے فروغ کے لیے کام کرنے والے اداروں کی کم مائیگی کی عکاسی کی۔ اقلیتوں کے مسائل پر بھی لکھا اور اردو کے مسائل پر تو بار بار لکھا لیکن بظاہر اردو کے فروغ و ترقی کے لیے کام کرنے والوں کو محبوب صاحب کی بیباکی اور صاف گوئی نہ بھائی اور ایسے حالات پیدا کر دئے گئے کہ 'آج کل' سے یہ خوشگوار روایت ختم ہو گئی۔

اب چونکہ محبوب صاحب اداریے نہیں لکھ رہے ہیں تو "مکالمہ" ایک عہد ساز پیشکش کہی جا سکتی ہے جس کی پذیرائی بھی ہونی چاہئے اور قدر بھی۔ کتاب صاف ستھری شائع ہوئی ہے۔ ڈمائی آکٹو سائز میں ۳۱۲ صفحات والی اس کتاب کی قیمت دو سو روپے ہے۔ ◄◄

مبصر کا پتہ: کوچہ دکھنی رائے، دریا گنج، نئی دہلی۔ 110002

آئینۂ حقیقت

تبصرہ: مولانا محمد فاروق خاں

نام کتاب: آئینۂ حقیقت تصنیف: سید امان اللہ نقوی شجر
صفحات: ۶۵۶، قیمت: درج نہیں ہے
ملنے کا پتہ: مکان نمبر A-215، بلاک C، تیموریہ کراچی 74700 (پاکستان)

یہ کتاب (آئینۂ حقیقت) دراصل دو کتابوں کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ ان میں سے پہلی کتاب "اثبات حقیقت" ہے اس کے مصنف سید محمد تقی خاں نقوی امروہوی ہیں۔ اس کتاب میں دکھایا گیا ہے کہ صوفیہ میں بھی شیعہ ہوئے ہیں اور شاہ ولایت صاحب" صوفی شیعہ تھے۔ اور ان کے پسر اکبر قاضی سید امر علی بھی مسلکاً شیعہ تھے۔ دوسری کتاب ہے "سید حسین شرف الدین شاہ ولایت، حالات و کرامات' یہ کتاب سید ضمیر اختر نقوی لکھنوی ثم کراچوی کی تصنیف ہے۔ اس کتاب میں بھی سید شرف الدین کو شیعہ قرار دیا گیا ہے۔ نیز اس میں یہ بھی درج ہے کہ تصوف کا آغاز صرف آل محمد ﷺ کی روحانیت کو گھٹانے کے لیے ہوا۔ لیکن اس مقصد میں تصوف کامیاب نہیں ہو سکا۔ ان دونوں کتابوں میں شاہ ولایت علی امروہوی، ان کے دو صاحبزادوں اور ان کے دو پوتوں کو کھینچ تان کر شیعہ ثابت کرنے کی نا محمود کوشش کی گئی ہے۔

"آئینۂ حقیقت" کے مصنف نے ان دونوں کتابوں میں پیش کئے ہوئے شواہد اور استدلال کا بتمام و کمال جائزہ لیا ہے اور دکھایا ہے کہ کس طرح ان تالیفات میں غیر حقیقی بنیادوں پر اپنی عمارت کھڑی کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور ان کے مولف تاریخی حقائق کو نظر انداز کرنے اور ان پر پردہ ڈالنے کی سعیٔ مذموم کے مرتکب ہوئے ہیں۔

"آئینۂ حقیقت" کے مطالعہ سے شیعہ مسلک کے اصول دین، شیعی عقائد و نظریات اور اس طرح کی کتنی باتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے جن سے بالعموم لوگ بے خبر ہیں۔ امروہہ کی وجہ تسمیہ پر بھی اس کتاب میں دلچسپ گفتگو کی گئی ہے۔ مختصر یہ کہ یہ کتاب اپنے مقصد کے لحاظ سے ایک کامیاب کوشش ہے۔ تاریخ کے ساتھ ظلم کی روش نے کتنے ہی فتنوں کو سر اٹھانے کا موقع فراہم کیا ہے جن سے اہل علم بخوبی واقف ہیں۔ ◄◄

مہاتما گاندھی

تبصرہ: عارف اقبال

کتاب: مہاتما گاندھی (سوانح حیات) مصنف: جے۔بی۔ کرپلانی ترجمہ: لکشمی چندر یاس
صفحات: ۵۱۰، قیمت: ۔/۳۰۰، اشاعت اول: ۱۹۹۹ء
ناشر: ڈائرکٹر پبلی کیشنز ڈیویژن، وزارت اطلاعات و نشریات حکومت ہند، پٹیالہ ہاؤس، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۰۱

جدید ہندوستان کے معمار سیریز کے تحت پبلی کیشنز ڈیویژن نے ملک کے کئی ممتاز رہنماؤں پر کتابیں شائع کی ہیں۔ لیکن مہاتما گاندھی کی شخصیت دیگر سیاسی رہنماؤں سے منفرد خیال کی جاتی ہے کیوں کہ ان کو بابائے قوم کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ پبلی کیشنز ڈیویژن نے یہ ایک عمدہ کام کیا ہے کہ اردو میں ملک کی ممتاز سیاسی شخصیتوں پر کتابیں شائع کرنے کا سلسلہ جاری کیا ہے۔ یہ کتاب بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ دراصل یہ کتاب آچاریہ جے۔بی۔ کرپلانی نے ۱۹۶۹ء میں ہی لکھی جو گاندھی جی کی صد سالہ تقریبات کے موقع پر شائع کی گئی تھی۔ جس کا اردو ترجمہ ۱۹۹۹ء میں شائع کیا گیا۔

آچاریہ جے۔بی۔ کرپلانی کا شمار بھارت کی آزادی کے ان سپاہیوں میں ہوتا ہے جنہوں نے ابتدا ہی سے گاندھی جی کا ساتھ دیا۔ جب گاندھی جی ۱۹۱۵ء میں بھارت واپس آئے تو ملک کی سیاسی اتھل پتھل میں ان کا ساتھ دینے والوں میں کرپلانی جی پہلے شخص تھے۔ چمپارن ستیہ گرہ کے بعد پانچ سال تک سابر متی آشرم میں ان کو گاندھی جی کی رفاقت ملی۔ وہ گاندھی جی کے ساتھ سفر بھی کرتے لیکن کرپلانی جی اپنی کتاب کے پیش لفظ میں اس کا اعتراف بھی کرتے ہیں کہ ان کی رفاقت گاندھی جی سے تیس سال سے زیادہ تو رہی ہے لیکن کبھی بھی انہوں نے گاندھی جی سے اپنی ذاتی زندگی کے بارے میں گفتگو نہیں کی۔ حتی کہ گاندھی جی نے بعض موقعوں پر انہیں جو خطوط لکھے وہ بھی ضائع کر دیئے کیوں کہ انقلابیوں کے ساتھ ملنے کے بعد ان کی یہ عادت بن گئی تھی کہ کام ہونے کے بعد تمام خطوط ضائع کر دیتے اور اس وجہ سے وہ ذاتی ڈائری بھی لکھنے کے قائل نہ تھے۔ اس کے برعکس مصنف کا کہنا ہے کہ جواہر لال نہرو، گاندھی جی سے ذاتی مراسم رکھتے تھے اور دل کی بات بھی کہتے تھے۔

گاندھی جی کی یہ سوانح عمری دو حصوں میں منقسم ہے۔ کتاب کے پہلے حصے میں گاندھی جی کی زندگی کے واقعات بیان کئے گئے ہیں اور دوسرے حصے میں ان کے افکار و نظریات پر بحث کرتے ہوئے اس وقت کی سیاسی و انقلابی صورتحال بیان کی گئی ہے۔ اس حصے میں ضمیمہ کے طور پر جواہر لال نہرو، گاندھی اور دیگر شخصیات کے چند خطوط کے ترجمے بھی دیئے گئے ہیں۔

مصنف کا خیال ہے کہ گاندھی جی کی سوانح عمری لکھتے وقت انہوں نے اس بات کو ملحوظ رکھا ہے کہ وہ اپنی جانکاری کے مطابق واقعات کو اس طرح بیان کریں جس طرح وہ وقوع پذیر ہوئے۔ لہٰذا کتاب کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف نے یقینی طور پر اس کا لحاظ رکھا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ تحریر کرتے ہیں کہ "۱۹۲۶ء میں ملک کے کئی حصوں میں فرقہ وارانہ فسادات ہوئے۔ دہلی میں ایک مسلمان کے ہاتھوں سوامی شردھانند کے قتل سے "مسلم جنونیوں" کو چھوڑ کر سارے ہندوستان کو دکھ ہوا۔ تحریک خلافت کے دنوں میں سوامی جی مسلمانوں میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ انہیں دہلی کی جامع مسجد میں منبر سے خطاب کرنے دیا گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا جنون پرست طبقہ ان سے اس لیے ناراض تھا کہ انہوں نے ان کے ان "نامعقول مطالبات" کی تائید نہیں کی تھی جو ہندوؤں اور ملک کے لیے مضرت رساں تھے۔ گاندھی جی کو اس المناک خبر سے بہت رنج ہوا۔" انہوں نے سوامی جی کو خراج تحسین ادا کرتے ہوئے

کہا کہ "وہ نہایت بہادر انسان تھے خطروں سے ذرا نہیں ڈرتے تھے۔ وہ ایک جانباز سپاہی تھے اور سپاہی میدان جنگ میں مرنا پسند کرتا ہے۔" (ص:۱۱۱)

پبلی کیشنز ڈیویژن نے مصنف کی کتاب کا اردو ترجمہ شائع کر کے اردو ملت پر احسان کیا ہے۔ گاندھی جی کی زندگی اور سیاسی افکار و نظریات کو سمجھنے کے لیے یہ کتاب بے حد مفید ہے۔ توقع ہے کہ یہ کتاب ہاتھوں ہاتھ لی جائے گی۔ ◄◄

کاوش نظر

تبصرہ: عبدالرحمٰن شاکر

نام کتاب: کاوش نظر (تنقیدی مقالات کا مجموعہ)　　مصنف: ڈاکٹر سید عبدالباری
صفحات: ۲۳۲، قیمت: -/۲۰۰ روپے
پتہ: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، کوچہ پنڈت، لال کنواں، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶

کاوش نظر ادب اسلامی کی معروف شخصیت ڈاکٹر سید عبدالباری (صدر ادارہ ادب اسلامی ہند) کے ان تنقیدی مقالات کا مجموعہ ہے، جو انہوں نے مختلف رسائل و جرائد یا علمی و ادبی سیمیناروں کے لیے لکھے تھے۔ اس میں انہوں نے مختلف عنوانات اور شخصیات کے حوالے سے اپنے ادبی نقطہ نظر کا اظہار کیا ہے۔

ڈاکٹر سید عبدالباری نے "ادب میں اظہار خیال کی آزادی" کے عنوان سے قرآنی آیات اور احادیث رسولؐ کے حوالے سے بتایا ہے کہ اسلام نے ہمیشہ فرد کے احترام اور عزت نفس کا خیال رکھا ہے۔ انہوں نے اہل یوروپ کے نظریات پر کھل کر تنقید کی ہے، جہاں اظہار خیال کی آزادی کے نام پر اخلاقی حدود و قیود کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

ڈاکٹر سید عبدالباری کی رائے میں موجودہ صدی میں ادب، عدم توازن کا شکار ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اگر زندگی کے معاملات میں توازن اور اعتدال کو برقرار نہ رکھا گیا تو اس سے ذہنی پستی اور فکری زوال پیدا ہوگا۔ ادب اور ادیب کے اندر عدم توازن کی فضا در اصل بیسویں صدی کی گمراہ کن اور انتہا پسندانہ نظریات اور فلسفیوں نے پیدا کی ہے۔ ان کی رائے میں انسانیت کو بے اعتدالیوں اور عدم توازن سے نجات دلانے کی صلاحیت صرف اسلامی ادب میں ہے۔ انہوں نے چند مشہور شعراء کے کلام سے استشہاد کر کے تہذیب جدید اور اس کے گمراہ کن خیالات پر بھی تنقید کی ہے۔

"کاوش نظر" میں تقسیم ملک سے پیدا شدہ حالات و مسائل کے ذکر کے ساتھ ساتھ تہذیب، زبان، ثقافت اور شاعری پر پڑنے والے اثرات کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔ اس کتاب میں شعراء، ادباء اور افسانہ نگاروں کی ان خدمات کا ذکر بھی ملتا ہے، جنہوں نے ادبی تہذیب و ثقافت کو پرپیچ وادیوں سے نجات دلائی۔

مصنف نے مولانا عبدالماجد دریابادی کی کتاب "محمد علی ـــ ذاتی ڈائری" پر اظہار خیال کرتے ہوئے اس کے چند وہ اقتباسات بھی نقل کئے ہیں جن سے ایک طرف مولانا دریابادی کی سوانح نگاری کے فن پر کامل دسترس اور جولانیٔ قلم کا اندازہ ہوتا ہے تو دوسری طرف مولانا محمد علی جوہر کی شخصیت کے عجیب و غریب گوشے بھی کھل کر سامنے آتے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالباری، حکیم سید عبدالحی حسنی کے تذکرے "گل رعنا" کو اردو کے اہم تذکروں میں شمار کرتے ہیں۔ انہوں نے اردو ادب کے مختلف حوالوں سے اس کتاب کی تاریخی، لسانی اور تنقیدی مقام کا تعین کیا ہے۔

"کاوش نظر" میں ماہر القادری کی ادبی زندگی کے مراحل اور ان کے نظریہ و فکر میں تبدیلی کے روشن پہلو کو اجاگر

کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ماہر القادری کے بارے میں یہ عام خیال ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے مستقبل سے متعلق بہت فکرمند رہتے تھے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے عوام کے اندر اسلامی شعور بیدار کرنے کے لیے طویل نظموں کا سلسلہ شروع کیا، حضورؐ سے والہانہ عشق نے ان کو نعت گوئی کی طرف متوجہ کیا اور انہوں نے اس فن کا بھی حق ادا کر دیا۔ ماہر القادری کے آخری دور کی شاعری کے مطالعے سے مصنف نے رائے قائم کی ہے کہ وہ اسلامی نظام فکر کی تشکیل اور صالح معاشرے کے قیام کے لیے کوشاں تھے۔

ملک کے ذرائع ابلاغ کی طرف سے اقلیتوں کی حوصلہ شکنی، ان کی لسانی، تہذیبی اور ثقافتی شناخت کو ختم کرنے کی معاندانہ سازشیں ہو رہی تھیں۔ غرض ملک کی مظلوم عوام خاص کر مسلمانوں کے خلاف ظلم و زیادتی، نفرت اور عداوت کی فضا قائم ہو چکی تھی اور یہ سلسلہ مسلسل برسوں چلتا رہا تھا۔ ایسے حالات میں ملک کے دانشور اہل قلم کا کردار بہت اہم رہا ہے۔ اردو زبان و ادب سے تعلق رکھنے والوں کا بھی کردار کچھ کم اہم نہیں رہا۔ فیض، تاباں، جذبی، مجروح نے اپنی شاعری سے نئی نسل کے لوگوں کے اندر اعتماد اور جرأت کی فضا قائم کی ہے۔

ڈاکٹر سید عبدالباری نے علامہ سید سلیمان ندویؒ کے تنقیدی افکار و خیالات پر بھی گفتگو کی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ شبلی نے تنقید کے لیے جو اصول اور معیار قائم کیے تھے، اس کو سید سلیمان ندوی نے بھی قائم رکھے۔ سید عبدالباری نے مولانا ندویؒ کی "خیام" نامی کتاب جو اپنے عہد کی مشہور و معروف اور ایک مکمل تصنیف ہے، کے تنقیدی جہات کو اجاگر کرنے کی بھی کوشش کی ہے جس میں مولانا نے خیام کے کلام پر تنقید کرنے والوں کا بھی محاکمہ کیا ہے۔

"کاوش نظر" کے مصنف نے علامہ اقبال کو ایک سچے وطن دوست اور وطن کی عظمت پر جان قربان کرنے والے ہندوستانی شاعر کی حیثیت سے یاد کیا ہے۔ علامہ اقبال شخصیت کی تعمیر کے لیے عشق، فقر، صبر، شجاعت اور تخلیقی جدوجہد کو ناگزیر قرار دیتے ہیں۔ اس مقالے میں علامہ اقبال کی حیات، ان کی تعلیم و تربیت اور ان کے صوفیانہ کردار، شاعری کے آغاز اور قیام یوروپ کے درمیان وہاں کے علماء مفکرین سے استفادے کی تفصیلات بھی بیان کی ہیں۔

سید عبدالباری نے فراق کی شاعری کا بڑی تفصیل سے مطالعہ کیا ہے۔ "فراق" کے سلسلے میں ان کی رائے ہے کہ وہ اقبال سے متاثر ہیں اور انہیں کی طرح اسلامی تلمیحات کا استعمال بھی کرتے ہیں۔ فراق، اقبال کی طرح حوصلہ مندی، خودی اور خود اعتمادی کا پیغام دیتے ہیں۔ تبصرہ نگار کو ان کی اس رائے سے اتفاق نہیں ہے۔ انہوں نے فراق کے ہاں جن قدروں کی دریافت کی ہے وہ ان کے ہاں مفقود ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس رائے کو قائم کرتے وقت ان کے پیش نظر کلام فراق نہیں تھا۔

"مومن" کی شاعری اور ان کی حیات و خدمات کا ذکر بھی اس کتاب میں پڑھنے کو ملا۔ ڈاکٹر سید عبدالباری نے مومن کی شاعری کو محض عشق و محبت اور ہجر و وصال کی حد تک محدود رکھا ہے، چنانچہ ان کا کہنا ہے کہ سوانح نگاروں نے مومن کے متعدد معاشقوں کی تفصیلات لکھی ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی شاعری زیادہ تر عشقیہ تھی۔ میرے نزدیک یہ مومن کا نہایت سطحی مطالعہ ہے۔ کیوں کہ مومن کا ذخیرہ شعری اس کے برعکس ثبوت فراہم کرتا ہے۔

میں "کاوش نظر" کی اشاعت پر ڈاکٹر سید عبدالباری کو تہہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ ادبی حلقے میں اس کی خاطر خواہ پذیرائی ہوگی۔ ◄◄

مبصر کا پتہ: F-149/1، ابو الفضل انکلیو II، جامعہ نگر، نئی دھلی. 110025

"اردو بک ریویو" کا سالانہ زر تعاون طلبہ کے لیے صرف -/80 روپے ھے۔
زر تعاون کے ساتھ طلبہ اپنے شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی ارسال فرمائیں (ادارہ)

مقالات اثر

تبصرہ: منور حسن کمال

نام کتاب: مقالات اثر   مصنف: ڈاکٹر محمد علی اثر

صفحات: ۱۸۰، قیمت: -/۱۵۰

ناشر: نشاط پبلشرز، ۹/۲۲۶-۴-۲۰، محبوب چوک، حیدر آباد ۵۰۰۰۰۲

دکنی ادب میں تلاش و تحقیق کی جو روایت مولوی عبدالحق سے شروع ہوئی تھی، وہ ابھی جاری ہے۔ زیر نظر کتاب "مقالات اثر" کے مصنف ڈاکٹر محمد علی اثر کا تعلق اسی سلسلے کی ایک کڑی سے ہے۔ محمد علی اثر نے دکنی ادب میں تخلیق و تحقیق کے کئی دبستانوں کی خاک چھانی ہے۔ ان کے اس مجموعہ مقالات میں پندرہ مقالے شامل ہیں۔ جن میں بہ اعتبار تازہ تحقیق کے "گجراتی اردو" اور ملک محمود جوہر اور مثنوی اشتیاق نامہ" قابل ذکر ہیں۔ دونوں مقالے منفرد ہونے کے ساتھ ساتھ پذیرائی کے قابل ہیں۔

اس سے قبل بھی ان کے تنقیدی مضامین کے کئی مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں۔ اور پسند کیے گئے ہیں — اثر کے یہاں تنقیدی نوع کے مضامین بھی سادہ اور عام فہم زبان میں ملتے ہیں۔ اسی وجہ سے مضمون خشک اور سپاٹ ہونے کے باوجود پڑھتے وقت بوریت محسوس نہیں ہوتی۔

بہ اعتبار موضوع "عہد عثمانی کا اردو ادب" اہمیت کا حامل ہے۔ جس میں جامعہ عثمانیہ کی عہد بہ عہد تاریخ اور جامعہ سے متعلق کورسز وغیرہ کا تذکرہ ملتا ہے، جو یقیناً قدیم اساتذہ فن کے ساتھ ساتھ طلبہ کے لیے بھی مفید ہے۔ سائنسی، سماجی اور علمی موضوعات پر عہد عثمانی سے قبل ہی تصنیف و تالیف کا کام ہوا ہے، لیکن نواب میر عثمان علی خاں کے دور میں ان موضوعات پر نہ صرف سائنٹفک انداز میں کتابیں تصانیف کی گئیں، بلکہ تعلیمی و تدریسی ضروریات کے پیش نظر مختلف علوم و فنون پر اردو زبان میں بکثرت کتابیں لکھی گئیں —

اسی مقالے میں عثانی عہد کے چند معتبر شاعروں اور ادیبوں کا بھی اجمالی تعارف پیش کیا گیا ہے۔ جن میں نظم طباطبائی، مخدوم اور ڈاکٹر محی الدین زور کا نام تصانیف کی دنیا میں بڑے احترام سے لیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر اثر کے مضامین میں ایک چیز بہت کھٹکتی ہے، وہ جب مقالہ ختم کرتے ہیں تو مقالہ اپنی پیاس باقی چھوڑ جاتا ہے۔ لگتا ہی نہیں کہ مقالہ ختم ہو رہا ہے۔ مثلاً "گجری اردو" میں آخری اقتباس یوں ہے: "چھند چھنداں" کے نام سے ایک رسالہ منظوم کیا تھا، جس میں فارسی عروض کو ہندوی عروض کے حوالے سے سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس لسانی اتھل پتھل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں — پھر جالبی کے اقتباس کے بعد مقالہ ختم — مقالے کا ایسا اختتام گراں گزرتا ہے۔

مقالات اثر کمپیوٹر کے پرانے خط سے جواب پسند نہیں کیا جارہا ہے، آراستہ ہے۔ انہیں اس طرف بھی توجہ دینی چاہیے۔ امید ہے مصنف اور ناشر اس جانب توجہ کریں گے۔ ◀◀

کتابیں ذهنی انتشار سے نکال کر سنجیدہ تفکر کی طرف مائل کرتی ہیں

انور شیخ بحیثیت شاعر

تبصرہ: ڈاکٹر فیروز دہلوی

نام کتاب: انور شیخ: بحیثیت شاعر   مرتب: ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی

صفحات: ۱۶۰، قیمت: -/۱۵۰ روپے

ملنے کا پتہ: نرالی دنیا پبلی کیشنز A-358، بازار دہلی گیٹ، دریا گنج، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۰۲

انور شیخ اردو کی تیسری بستی (انگلستان) کے شاعر، افسانہ نگار اور صحافی ہیں۔ اردو میں ان کے تین شعری اور افسانوی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ انگریزی میں کئی کتابیں طبع ہو چکی ہیں اور 'لبرٹی' کے نام سے اردو اور انگریزی میں سہ ماہی جریدہ بھی شائع کر رہے ہیں۔

انور شیخ ۱۹۲۸ء میں گجرات (پاکستان) کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ پشاور یونیورسٹی سے بی اے اور بی ٹی کے امتحانات پاس کر کے ایک ہائی اسکول میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے، کچھ عرصہ بعد انگلستان آنے کا موقع ملا اور پھر یہیں بس گئے۔ یہاں ملازمت بھی کی اور اپنا کاروبار بھی کیا۔ پچاس سال کی عمر میں بزنس ترک کر کے تصنیف و تالیف میں مصروف ہو گئے۔ مختلف موضوعات پر انگریزی میں کتابیں لکھیں۔ لاہور میں زمانہ طالب علمی میں شاعری شروع کی لیکن اس خیال سے طبع آزمائی چھوڑ دی کہ شاعری انسان کو بے عمل بنا دیتی ہے۔ ۱۹۹۴ء سے پھر شعر کہنے لگے اور اپنے باعمل ہونے کا یہ ثبوت دیا کہ چھ سال میں تین شعری مجموعے منظر عام پر آ گئے۔ زیر تبصرہ کتاب کے مرتب مناظر عاشق ہرگانوی نے انور شیخ کی شخصیت و شاعری سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ۱۶۰ صفحات پر مبنی یہ کتاب مرتب کر دی۔ اس کتاب میں ایک انٹرویو کے علاوہ برصغیر ہند و پاک کے معروف ادیبوں، شاعروں اور نقادوں کے ۲۲ تنقیدی و تاثراتی مضامین ہیں۔ ان مضامین میں انور شیخ کی غزل (غزل ر نظم ر تکونی) کا تجزیہ ہے۔ علاوہ ازیں ساحر شیوی (انگلینڈ) نے انور شیخ کے تعلق سے منظوم خیالات پیش کیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

جو بھی ہو بات سچ کہتا ہے   دور اپنے وطن سے رہتا ہے
دھوپ اور چھاؤں اس کی سہتا ہے   عشق اردو سے اس کو اس حد تک

حرف سخن کے عنوان سے ڈاکٹر مناظر عاشق لکھتے ہیں:

شاعری میں انور شیخ کی غزلیں، نظمیں اور تکونی خصوصیت سے متاثر کرتی ہیں۔ وہ اشیاء کے ادراک کے پیچھے پر اسرار اور علمی عناصر کو برہنہ دیکھتے ہیں اور ان کے اوصاف کو اجاگر کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ احساسات کے رمزی وجود کی تہہ تک پہنچنے میں کامیاب ہیں۔ قدرت نے انہیں سیمابی دل بخشا ہے۔ ساختگی اور جذباتی بہاؤ ان کی فطرت کا حصہ ہیں۔ انور شیخ کی شاعرانہ عظمت کو اجاگر کرنے کے لیے میں نے یہ کتاب ترتیب دی ہے۔ 'تکونی' کی ایجاد کی وجہ سے وہ میر کارواں بن چکے ہیں اور غزلوں اور نظموں میں ان کی بصیرت ریگزار حیات کو آرزوؤں اور امیدوں کی ارفع بستی بناتی ہے...."

انور شیخ کا کلام وقتاً فوقتاً ہندوستانی اردو جرائد میں شائع ہوتا رہتا ہے مگر ضروری نہیں کہ ایسے جرائد کا مطالعہ اردو کے بیشتر قارئین نے کیا ہو۔ اس لیے ضروری تھا کہ اس کتاب میں انور شیخ کے تینوں شعری مجموعوں کا انتخاب بھی پیش کیا جاتا۔ کتاب میں شامل مضامین میں مضمون نگاروں نے مختلف اشعار شامل کیے ہیں مگر ان سے تشفی نہیں ہوتی۔ کتاب میں شامل چند مضامین انور شیخ کے ساتھ انصاف نہیں کرتے۔ یہاں مضامین کی نشاندہی سے اس لیے گریز کیا گیا ہے کہ اسے

''تضحیک'' نہ سمجھا جائے۔

انور شیخ کی شاعری سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اس کتاب کے مطالعہ سے محظوظ ہو سکتے ہیں۔

کتاب کی کمپوزنگ، طباعت اور سرورق نفیس اور دلکش مگر قیمت نسبتاً زیادہ۔ ◄◄

مبصر کا پتہ: 1419، گلی شاہ تارا، اجمیری دروازہ، دھلی . 110006

پہچان

تبصرہ: پروفیسر سلمان اطہر جاوید

نام مجلہ: کتابی سلسلہ ''پہچان'' مدیران: زیب النساء نعیم اشفاق
صفحات: ۳۵۴، قیمت مجلد ایک سو روپے، غیر مجلد پچاس روپے
پتہ: پہچان پبلی کیشنز، 1، برتلہ، الہ آباد ۲۱۱۰۰۳
دہلی میں ملنے کا پتہ: ''اردو بک ریویو'' 1739/3، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی۔ 110002

یہ ادبی ڈائری کسی اور موضوع پر ہوتی لیکن ہوا یہ کہ الہ آباد سے شائع ہونے والے سہ ماہی کتابی سلسلہ ''پہچان'' کا پانچواں شمارہ آن پہنچا۔ میرے لیے پہچان کا یہ پہلا شمارہ ہے جس کے مطالعے کا موقع ملا۔ ساڑھے تین سو سے زائد صفحات پر مشتمل اس شمارے نے کئی زاویوں سے متوجہ کیا کمپوزنگ، کاغذ، طباعت اور سرورق ہی باعث کشش نہیں ہیں ''پہچان'' کے مشمولات بھی دیدہ و دل کو کھینچتے ہیں۔ مالی طور پر خسارہ کا سودا ہونے کے باوجود ان دنوں ادبی جرائد کی اشاعت ہوتی رہتی ہے۔ ایسے جیالے ہیں جو اپنے ذوق کی تسکین اور ادب کی خدمت کے لیے تن من دھن لگائے۔ یہ زیاں برداشت کرتے ہیں بلکہ اس زیاں ہی کو سود سمجھتے ہیں۔ ''پہچان'' کے سرپرست، پہچان گروپ اور ادارہ لائق ستائش ہے کہ یہ خوبصورت اور وقیع سلسلہ جاری کیا گیا۔ اس شمارہ میں متوجہ کرنے والی چیزوں میں سب سے اہم اور اولین افسانے اور افسانے کے بارے میں ڈھیر سا مواد ہے۔ ان مشمولات کی روشنی میں جی چاہتا ہے کہ گفتگو ہو۔ مہدی جعفر کا مقالہ ''بیسویں صدی کا اردو فکشن: افسانہ'' طویل ہے لیکن وقیع اور سیر حاصل ہے۔ اس میں مجموعی طور پر برصغیر کے اردو افسانے کا تفصیل اور گہرائی کے ساتھ جائزہ لیا گیا ہے۔ مہدی جعفری نے نہایت اہتمام اور کشادہ دلی کے ساتھ اردو افسانے کے رجحانات، میلانات اور رویوں پر قلم اٹھایا ہے یہاں پریم چند سے لے کر انور قمر تک اردو افسانہ بے نقاب ہے۔ برصغیر میں اردو افسانے کے بارے میں یہ ایک عمدہ مقالہ ہے۔ اعجاز راہی نے ''نئے افسانے کے بارے میں چند سوال'' اٹھائے ہیں۔ افسانہ نگاروں اور فکشن کی تنقید کرنے والوں کو ان پر غور کرنے اور ان کے جوابات فراہم کرنے کی ضرورت ہے۔ علاوہ ازیں اس شمارے میں شامل تین مذاکرے ''اردو افسانے پر ایک نظر'' نیا اردو افسانہ اور علامت اور پاکستان میں اردو افسانے کا پچاس سال'' قابل لحاظ ہیں۔ ان سے فکر کے کئی در اور دریچے وا ہوتے ہیں۔ جدید افسانے کا ایک امتیازی رجحان علامت / اشاریت پسندی ہے۔ پاکستان میں علامت پسندی کے تعلق سے کہا جاتا ہے کہ ۱۹۵۸ء میں پاکستان میں مارشل لا کے باعث جبر اور پابندی ایسے عوامل تھے جن کی وجہ سے اظہار پر قدغن اور تحدید عائد ہوئے اور افسانہ نگاروں نے علامتوں سے کام لیا۔ چلئے پاکستان کے تعلق سے ہم یہ بات مان لیتے ہیں لیکن ہمارے ہاں ہندوستان میں تو آزادیٔ رائے رہی ہے۔ یہاں بھی علامت پسندی کو خاص موقف حاصل رہا۔ بات یہ کہ علامت پسندی کا رشتہ جبر، استبداد اور

پابندیوں سے ہوتے ہوئے بھی ان سے نہیں ہے۔ اس کے محرکات کچھ اور بھی ہو سکتے ہیں اور ہیں بھی۔ بدلتے ہوئے سیاسی، تہذیبی اور ادبی منظر نامہ میں شاید ایسا ضروری بھی تھا۔

اسی طرح زندگی کے مسائل اور پھیلاؤ اور انسان کی باطنی ارتقا نے علامت پسند افسانے کے لیے فضا کو سازگار بنایا۔ ایک اور بات جس کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے وہ یہ کہ علامت (اور تجرید) کے تعلق سے جو بحثیں ہو رہی ہیں وہ دراصل نظم کی بحثیں ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ان کے اثرات ادب کے دیگر اصناف میں بھی نظر آتے ہیں افسانے میں کہیں زیادہ! شاید اسی لیے بعض حضرات افسانے کو شاعری سے قریب تر پاتے ہیں۔ ان مباحث کی روشنی میں افسانے کے خدوخال خاصی حد تک واضح محسوس ہوتے ہیں۔ ان مباحث اور افسانوں کی معنویت مزید اجاگر ہوتی ہے جب ہم راجہ راؤ کا تحریر کردہ ''کچھ اپنے بارے میں'' پڑھتے ہیں۔

راجہ راؤ ہندوستان کے ان چند انگریزی قلم کاروں میں ہیں جن کا عالمی سطح پر بھی اپنا مقام ہے۔ ہر چند کہ اس مضمون میں راجہ راؤ نے اپنی شخصیت اور حیات کے بارے میں قلم اٹھایا ہے لیکن اس سے ان کے فن پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اسی طرح انہوں نے ہندوستان کے ناول اور افسانوں کے بارے میں بھی کسی رو رعایت کے بغیر گفتگو کی ہے۔ اور یہاں تک تحریر کر دیا ہے کہ ''بھارتی ناول ابھی تک کمزور ہے۔ کسی نے تو یہاں تک کہا تھا کہ بھارتی ناول کا ابھی تک جنم ہی نہیں ہوا۔'' اس طرح افسانے کے بارے میں افسانے کو وہ ایک کٹھن صنف مانتے ہیں اور مجموعی طور پر ہندوستان میں افسانے کے بارے میں اس کاٹ دار رائے کے حامل ہیں کہ ''شرت چند چٹوپادھیائے، رابندر ناتھ ٹیگور، پریم چند وغیرہ اچھے افسانہ نویس بھارت میں ضرور ہوئے ہیں لیکن ان کا ایک بھی افسانہ پوری طرح بے عیب اور مثالی نہیں ہے۔ پریم چند کا افسانہ ''کفن'' بھی بے عیب نہیں ہے۔ میرے نزدیک یہ رائے انگریزی اور مغربی ادب سے متاثر نہیں مرعوب ہونے کا نتیجہ ہے (ویسے ہی جیسے ہمارے یہاں کلیم الدین احمد کا اردو شعری ادب کے بارے میں رویہ ہے) ورنہ صرف اردو میں بھی ناول اور افسانہ بلاشبہ اس عروج اور اقبال کا حامل ہے کہ اس کو دیگر زبانوں کے آگے نہ سہی ان کے برابر ضرور رکھا جا سکتا ہے۔ ایسے میں اور کچھ نہ سہی اس شمارے میں ''نئے افسانے کے بارے میں چند سوال'' کے تحت گفتگو کرتے ہوئے اعجاز راہی نے جو دعویٰ کیا ہے وہ کافی ہے۔ ''پہچان'' میں راجہ راؤ کے افسانے ''جاونی'' کا ترجمہ بھی شامل ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ ظفر اقبال کی شاعری پر جو منفی اور مثبت آراء ہیں ان کے بارے میں کہنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ اپنے مضمون ''نئی زبان یا زبان کے لیے نئے شعری استعمال کا مسئلہ'' میں ظفر اقبال نے ایسی بحث اٹھانے کی سعی ضرور کی ہے لیکن لگتا ہے اب انہیں برے بھلے کا احساس ہو چکا ہے۔ غزل کی حقیقت ان پر منکشف ہو چکی ہے۔

ظفر اقبال کی شاعری پر صرف محمد سلیم الرحمٰن کا ایک مضمون ہے۔ کچھ اور زاویوں سے بھی ظفر اقبال پر لکھا جانا چاہئے تھا۔ اس کے برعکس منیر نیازی کی شاعری پر کئی مضمون ملتے ہیں۔ منیر نیازی کی شاعری کے کئی گوشے منظر عام پر آتے ہیں۔ بعض مضامین مختصر سہی اور محض تاثرات کے ذیل میں آتے ہوں لیکن ہیں خوب۔ مثلاً مجید امجد، احمد ندیم قاسمی، فرمان فتح پوری، سعادت سعید اور فتح محمد ملک وغیرہ نے منیر نیازی کے فن پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے۔ اسی طرح انتظار حسین اور محمد سلیم الرحمٰن نے صلاح الدین محمود کے بارے میں، قمر جمیل اور ذیشان ساحل وغیرہ نے ثروت حسین کے بارے میں، ضمیر علی بدایونی نے توصیف تبسم کے شعری رویہ پر اور ظفر اقبال اور غلام حسین ساجد نے خالد اقبال یاسر کے فن کا بھرپور جائزہ لیا ہے۔ خصوصی گوشوں کے لیے فن کاروں اور ان کے فن پاروں کے انتخاب میں ادارہ نے اونچے صحت مند معیار کو برقرار رکھا ہے۔ پاکستان کے شعر و ادب کا ایک بہت پھیلا ہوا منظر نامہ نظروں کے سامنے آ جاتا ہے۔ پاکستان کے جرائد کی مجموعی طور پر عدم دستیابی کے باعث یہ قابل قدر ہے۔ یقیناً ایسی سرگرمیاں دونوں ممالک کے مابین

دوستی اور اخوت کے رشتوں کو ٹھوس اور مضبوط بنانے میں اپنا حصہ ادا کرتی ہیں۔ آنے والی اشاعتوں میں پاکستان کے شعر وادب کا گوشہ رکھتے ہوئے ہمارے وطن کے ادیبوں اور شاعروں کے بارے میں ایسے خصوصی گوشوں کی اشاعت قارئین کی زیادہ پسندیدگی کا باعث ہوگا۔ "پہچان" کے لیے نیک توقعات کے ساتھ۔ ◀◀

مبصر کا پتہ: معرفت: مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، ٹولی چوکی، سبزہ، حیدر آباد A.P

جہانِ اردو

تبصرہ: ڈاکٹر عالمگیر شبنم

مجلّہ کا نام: جہان اردو (سہ ماہی ادبی مجلّہ) مدیر: ڈاکٹر مشتاق احمد، معاون مدیر: ڈاکٹر رابعہ مشتاق
جلد: ۱، شمارہ: ۲، صفحات: ۶۴، قیمت: ۱۰/- روپے، فی شمارہ۔ سالانہ: ۴۰/- روپے
پتہ: ادارہ جہان اردو، محلّہ رحم گنج، پوسٹ، لال باغ، در بھنگہ ۸۴۶۰۰۴

زیر تبصرہ رسالہ "جہان اردو" در بھنگہ کے مدیر ڈاکٹر مشتاق احمد، استاد شعبہ اردو ملت کالج، در بھنگہ ادبی دنیا میں محتاج تعارف نہیں ہیں۔ اردو صحافت میں ان کی ایک منفرد شناخت ہے۔ اردو زبان صرف ان کے لیے ذریعہ معاش ہی نہیں ہے بلکہ اس سے ان کو عشق بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے منصبی فرائض کے علاوہ بہار کے موقر اردو روزنامہ "قومی تنظیم" پٹنہ سے برسوں سے وابستہ ہیں۔ انہوں نے پہلے ایک ہفتہ وار جاری کیا اور اب ایک مثالی ادبی رسالہ نکال رہے ہیں۔ اگرچہ "جہان اردو" کے اب تک صرف دو شمارے منظر عام پر آئے ہیں لیکن اتنی کم مدت میں ہی اس رسالے نے ادبی دنیا میں اپنی پہچان بنالی ہے۔ خاص کر "جہان فکر" (اداریہ) کے مطالعہ سے اعلیٰ فکری اٹھان کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً زیر تبصرہ شمارہ کے اداریہ کا ایک اقتباس دیکھیے جس سے اندازہ ہو جائے گا کہ اس رسالہ کا تیور کیا ہے:

> "ان دنوں اردو میں خود نوشت سوانح لکھنے کا چلن عام سا ہو رہا ہے خاص کر جب سے گیان سنگھ شاطر کی سوانحی ناول "گیان سنگھ شاطر" کو ساہتیہ اکادمی ایوارڈ ملا ہے۔ اس کے بعد سے اس طرف توجہ کچھ اور ہی زیادہ بڑھ گئی ہے۔ ان میں فن سوانح نگاری کے اصول کو کہاں تک برتا گیا ہے یہ ایک الگ بحث کا موضوع ہے۔ یہاں میرا مقصد صرف ان خود نوشت سوانح کے موضوع کے متعلق کچھ کہنا ہے۔ ادھر جتنی بھی خود نوشت سوانح شائع ہوئی ہیں۔ ان میں ایک دو کو چھوڑ کر تمام میں فحش نگاری اور غیر مہذبانہ واقعات کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ اور ایسا شعوری اور دانستہ طور پر کیا گیا ہے۔ خود اپنے عیبوں کو کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے جیسے کہ وہ ان کی اچھائیاں ہوں۔ انداز بیان بھی کچھ ایسا اپنایا گیا ہے کہ ان کی نگاہ میں یہ کارنامے مہذبانہ ہوں۔"

مشمولات میں جہان تنقید و تحقیق کے تحت "علی سردار جعفری کی غزل گوئی" ڈاکٹر ہمایوں اشرف، "کبیر اور اقبال کے کلام میں فکری مماثلت" از ڈاکٹر عبدالقیوم اور "ناوک حمزہ پوری کی افسانہ نگاری" از ڈاکٹر محبوب راہی شامل ہیں۔ "جہان دیگر" کے تحت "آر۔ کے۔ نارائن ایک سرسری جائزہ از فضیل جعفری اور "نمیتا سنگھ کے افسانوں میں تصور فرقہ واریت" از ڈاکٹر عنایت الدین شامل ہیں۔ شعری حصے میں ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی، ڈاکٹر شہپر رسول، خالد عبادی، احمد جلیلی، اثر فریدی اور ڈاکٹر ارشد مسعود ہاشمی جیسے اہم قلمکاروں کی تحریریں شامل اشاعت ہیں۔ اس کے علاوہ مشتاق احمد نوری کے افسانے اور کتابوں پر تبصرے شامل ہیں۔ رسالہ کے مندرجات کو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ رسالہ واقعی ایک صحت مند

اور تعمیری ادب کا ترجمان ہے۔ تعصبات سے پاک صاف ہے۔ امید ہے یہ خالص ادبی رسالہ اردو حلقوں میں توجہ کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ کمپیوٹر پر صاف ستھری چھپائی نے پرچہ کو دلکش بنادیا ہے اور قیمت بھی مناسب ہے۔ ◀◀

مبصر کا پتہ: مقام و پوسٹ شکری، ضلع مدھوبنی. 847239 (بہار)

کلیات صفی اورنگ آبادی

تبصرہ: ساحل احمد

نام کتاب: کلیات صفی اورنگ آبادی مرتبہ: محبوب علی خاں اخگر
صفحات: ۵۳۰، قیمت: ۲۵۰/-، سائز: ڈیمائی اشاعت: ۲۰۰۰ء
ناشر: حسامی بک ڈپو، مچھلی کمان، حیدر آباد A.P 500002

صفی اورنگ آبادی کو جس خلوص و احترام کے ساتھ اخگر صاحب نے یاد کیا ہے وہ ان کی مثالی شخصیت و منازلت کے شیدائی رہے ہیں۔ انہوں نے اسی سلسلے سے تلامذہ صفی (۱۹۹۱ء) خمریات صفی (۱۹۹۵ء) اصلاحات صفی (۱۹۹۳ء) انشائے صفی (۱۹۹۶ء) اور محاورات صفی (۱۹۹۸ء) کی اشاعت ان کے اسی اخلاص و محبت کا قیمتی زاویہ ہے۔ یہ کتاب بھی ان کی عقیدت و محبت کا بیش قیمت نگینہ ہے۔

عرض اشاعت کے تحت انہوں نے بارگاہ خداوندی میں سجدۂ شکر بجالاتے ہوئے ڈاکٹر جمیل جالبی، ڈاکٹر مغنی تبسم، رشید حسن خاں، شارق جمال، ڈاکٹر محمد علی اثر، ڈاکٹر عقیل ہاشمی اخگر صاحب کے اس وقیع کارنامے پر داد ہی نہیں دی بلکہ صفی صاحب کے سلسلے سے بھی اپنی قیمتی رائے دی ہے۔ ان قیمتی تحریروں کے ذریعہ صفی صاحب کے شعری مرتبہ کو سمجھنے اور جاننے کا موقع ملتا ہے۔

اس ضخیم کلیات میں غزلوں سے قبل ایک مناجات اور دو نعت شریف شامل ہیں۔ غزلیں بہ حروف تہجی ترتیب دی گئی ہیں۔ صفحہ ۳۱ سے ۳۶۱ تک غزلیں پھر ۳۶۲ سے ۳۷۷ تک رباعیات پھر ۳۷۸ سے ۳۸۰ تک قطعات اور پھر صفحہ ۳۸۱ سے مختلف اسلوب و ہیئت میں نظمیں، مثنوی، واسوخت، مسدس، قصیدہ وغیرہ شامل ہیں۔ بہ تقریب گل پوشی محمد شرف الدین ساکن محلہ دیوڑھی قائم خاں کے تعلق سے مسدس، نواب معین الدین بہاری، مولوی دلاور علی، جناب اشرف الدین بہ موقع شادی کے تعلق سے عمدہ مدحیہ قصیدہ لکھے ہیں۔ اسی طرح بسم اللہ خوانی، عقد مسنونہ اور دیگر تقاریب کے ضمن میں موثر نظمیں تخلیق کیں۔ انہیں قطعہ تاریخ لکھنے میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا۔ ان کی قادر الکلامی اس کلیات کے صفحہ صفحہ پر روشن و تابندہ ہے۔

آخر ش میں صفی صاحب کے چند اشعار بھی ملاحظہ فرمائیں۔

پرسشِ غم نہ سہی پرسشِ اعمال سہی ——— دوسرا کوئی نہیں پوچھنے والا اپنا
چاند ڈوبا اور ان کی سیر پوری ہوچکی ——— کھو چکے ہم لطف تھا دیدار میں دیدار کا
کبھی کھل کر نہیں ہنستا ستم گر ——— برتتا ہے تکلف اس بلا کا
بھلا کس کام کی وہ آشنائی ——— تکے جب آشنا منہ آشنا کا
افسوس ہم دوبارہ گلہ ہی نہ کرسکے ——— پیاں شکن سے پھر کوئی پیاں نہ ہوسکا

مبصر کا پتہ: معرفت: اردو بک ریویو، 1739/3، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دھلی. 110002

قفس رنگ

منور حسن کمال

نام کتاب: قفس رنگ (شعری مجموعہ) شاعر: شیث محمد اسمٰعیل اعظمی
صفحات: ۲۰۸، قیمت: درج نہیں
ملنے کا پتہ: اعظمی کاٹیج 532/11، ذاکر نگر ویسٹ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵

دنیائے شعر وادب میں اعظم گڑھ کی توقیر تسلیم شدہ ہے، اگرچہ اس شہر کو کبھی اسکول کی حیثیت حاصل نہ ہو سکی، لیکن اس دیار نے شعر وادب میں اپنی حیثیت اور بزرگوں کی میراث کو کبھی پامال نہیں ہونے دیا۔

زیر تبصرہ کتاب "قفس رنگ" کے شاعر شیث محمد اسمٰعیل اعظمی جیسا کہ تخلص سے ظاہر ہے، اسی دیار کے شاعر ہیں۔ اعظمی کی اپنی ایک علمی شناخت ہے۔ وہ جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی کے شعبہ اسلامک اسٹڈیز میں صدر شعبہ کی حیثیت سے فائز ہیں۔ وہ تعلیم و تعلم کے سلسلے میں "نیل کے ساحل سے لے کر تابہ خاک کاشغر" تک کا سفر کر چکے ہیں۔ اپنے سفر کے دوران غزل کے حسن پر وہ غازہ ملا ہے، جو اس حقیقت کی ترجمانی کرتا ہے، جو شاید مابعد جدیدیت کی جدت طرازیوں کی بارشوں سے بھی نہ دھل سکے گا۔

ترے لیے تو لباسِ غزل ہے ناکافی　　قرار جاں تو کسی اور رنگ و بو میں آ
وہی ہیں ہم، وہی بازار زندگی لیکن　　وہ ایک چہرہ جو کھویا تو عمر بھر نہ ملا

غزل کا یہ وہ رنگ ہے، جو اعظمی کو اپنے عہد کے شاعروں سے ممتاز کرنے کے لیے کافی ہے۔ غزل کی صحیح بیت کے ساتھ ساتھ انہوں نے نظم کا دامن بھی پھولوں سے بھر دیا ہے۔ نظموں میں ای میل، قلم اور کمپیوٹر، لو بلڈ پریشر اور مولانا علی میاں کے سانحہ ارتحال پر بڑی اہم نظمیں ہیں۔

"ای میل" دیکھیے:

یونہی آجاتے ہیں "ای میل سے سادہ سے خطوط
نہ تو خوشبو، نہ ہی رنگ لب ور خسار لیے
نقش انگشتِ حنائی کف کاغذ پہ نہیں
اور کسی حرف سے آئی نہیں خوشبو کے بدن

اور مولانا علی میاں کے سانحہ ارتحال پر میں یوں رقم طراز ہیں:

وہ عندلیب حرم فخر نطق و گویائی　　وہ زیب لوح و قلم، شان علم و دانائی
وہ نکتہ سنج غزالی و رومی و اقبال　　اب اس کی موت پر افلاک ہیں تماشائی

یہ اور اس طرح کے خیالات اعظمی کی کتاب "قفس رنگ" میں جابہ جا بکھرے پڑے ہیں۔

لبوں کا مصرع، مضمونِ قبا، آنکھوں کی تشبیہیں　　سمجھ میں آئے گا، شعر بدن آہستہ آہستہ

یقین ہے کہ اس طرح "قفس رنگ" بھی جوں جوں قارئین پڑھتے جائیں گے، بابِ غزل ان پر وا ہوتا جائے گا۔ ◀◀

پتہ: G-5/A ابو الفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دھلی۔ 110025

سبزۂ نورستہ

تبصرہ: ڈاکٹر سید معصوم رضا

نام کتاب: سبزۂ نورستہ (شعری مجموعہ) شاعر: ساحل احمد
صفحات: ۱۲۰، قیمت: -/۲۰۰ روپے (مجلد)
ناشر: اردو رائٹرس گلڈ، الٰہ آباد (یوپی) **ملنے کا پتہ**: اپلائیڈ پبلی کیشنز، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۰۲

اردو ادب کے ان چند مشہور ادباء و شعراء کے نام کی فہرست ترتیب دی جائے جن کا ادبی تعاون متواتر قائم ہے اور قاری سے تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد کسی نہ کسی نئی تخلیق کے ساتھ اپنا رابطہ قائم رکھے ہوئے ہیں تو اس فہرست میں ساحل احمد کا نام ضرور شامل ہوگا۔ ساحل احمد اردو کے ایک سنجیدہ شاعر ہیں جو نہ صرف لکھتے ہیں بلکہ اخبار و رسائل میں بھی جگہ پاتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اپنی تخلیقات کو بہت جلد زیور طبع سے آراستہ کر کے قاری کے حوالے کر دیتے ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب "سبزۂ نورستہ" ساحل احمد کا دسواں شعری مجموعہ ہے جس میں وہی غزلیں شامل ہیں جو ہند و پاک کے اخبار و رسائل میں شائع ہو چکی ہیں۔ اس شعری مجموعہ میں پیش لفظ اور حمد کے علاوہ ۹۹ غزلیں بھی شامل ہیں جو ۱۲۰ صفحات پر مشتمل ہیں۔

سبزۂ نورستہ کے مطالعہ سے ساحل احمد کی شاعری بالخصوص ان کی غزلوں میں لہجوں کی ندرت، زبان و بیان کی لطافتوں، فہم و ادراک کی لذتوں اور فکر کی بلند پروازیوں سے شعری ذوق اور فطری میلان کا احساس ہوتا ہے۔ شاعر نے اپنی جہاں دیدہ نگاہوں سے جو کچھ دیکھا اور اپنی زندگی کے تجربات و مشاہدات سے جو کچھ بھی محسوس کیا اسے شعری جامہ پہنا کر غزل کے خانوادۂ میں مزین کر دیا۔ ساحل احمد کی غزلوں کا ہر شعر سنجیدگی اور فکری بصیرت کا غماز ہے۔ عام طور پر ان کی غزلوں کا شعر چھوٹی بحر کا ہوتا ہے ملاحظہ ہو چند اشعار۔

اے شب ہجراں یہ کیسی نیند تھی　　خواب کی تعبیر آدھی رہ گئی

کچھ پرانے کاغذوں کو دیکھ کر　　یاد تازہ ہو گئی تم سو رہو

ساحل کی غزلوں میں جہاں سادگی کا حسن جلوہ گر ہے وہیں معاشرے کی بگڑتی تصویر، تہذیبی شیرازہ کا بکھراؤ، ماڈرن انسان کی زندگی اور بدلتی ذہنیت کی فکر میں شاعر بھی مبتلا ہے۔ ملاحظہ ہوں یہ اشعار۔

شہر کی جلتی مشینیں تھک گئیں　　قد میں چھوٹا شہر سے انسان ہے
آخر یہ فرق خون کا ان میں کرے گا کون　　چرچہ تھا ہسپتال میں بچہ بدل گیا

ساحل کی غزلوں میں نہ عشق و عاشقی کا غلبہ ہے نہ گل و بلبل کا ذکر بلکہ ان کی غزلوں کے تمام اشعار زمانے کی صعوبتوں اور مشکلات سے لڑنے کا حوصلہ پیدا کرتی ہیں۔ عصری تقاضے کو اپنے تجربات و مشاہدات کے حوالے سے ساحل احمد نے اپنی غزلوں میں زندگی کا جو حقیقی رنگ بھرا ہے وہ واقعی قابل تعریف ہے۔ کتاب اپنے باطنی حسن کے ساتھ ساتھ ظاہری رنگ و روپ میں بھی خوش رنگ ہے۔ کتابت اور طباعت اغلاط سے عاری ہے، کہیں کہیں مصنف نے بھی غلطیوں کی اصلاح کر کے کتاب کو قاری کے ذوق سلیم کے مطابق بنا دیا ہے۔ اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ سبزۂ نورستہ ایک ایسا شعرہ مجموعہ ہے جو معنویت سے بھرپور ہے اور اردو شاعری سے دلچسپی رکھنے والوں کو پسند آئے گا۔ ◀◀

کائنات بھر سنّاٹا

تبصرہ: ڈاکٹر سید معصوم رضا

نام کتاب: کائنات بھر سناٹا (شعری مجموعہ)   شاعرہ : نفیس بانو شمع
صفحات: ۱۲۶، قیمت: ۔/۱۳۰ روپے اشاعت: ۲۰۰۱ء
تقسیم کار: موڈرن پبلشنگ ہاؤس، ۹ گولا مارکیٹ، دریاگنج، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۰۲

نفیس بانو شمع کا ادبی سفر گزشتہ دو دہائیوں پر محیط ہے لیکن اردو ادب میں ان کی دو تصنیفات "سماج" (ناول) اور "جنت سے نکالی ہوئی حوا" (سوانح) منظر عام پر آکر مقبولیت عام حاصل کر چکی ہیں۔ "کائنات بھر سناٹا" نفیس بانو شمع کی تیسری تصنیف ہے لیکن شعری اعتبار سے ان کی یہ اولیں کوشش ہے۔ اپنی شاعری کے بارے میں وہ یوں رقم طراز ہیں:

☆ میری شاعری کا قد غزل کے پانچ شعروں سے زیادہ نہیں ہے مگر اس کے کرب کی عمر بہت بڑی ہے۔

☆ غزل گوئی میری محبوب صنف ہے نظمیں بہت کم کہی ہیں اور کسی ازم کا شکار ہوئے بغیر میں نے شعر کہے ہیں۔ جو کچھ دیکھتی یا محسوس کرتی ہوں یا جو سماجی معاشرتی حقیقتیں ہیں انہیں شعری پیکر دینے کی کوشش کرتی ہوں۔"

زیر تبصرہ مجموعہ "کائنات بھر سناٹا" نفیس بانو شمع کی پہلی شعری تخلیق ہے جس میں دو نعت، ۷۱ غزلیں اور چند متفرق اشعار کے علاوہ دس ماہرین علم وادب کی آراء بھی شامل ہیں۔ جس میں انہوں نے شمع کی شاعری کے حوالے سے بحث کی ہے۔

شمع کی شاعری میں ایک جوش ہے زندگی کے تلخ تجربات کو بھلا دینے کی ہمت بھی ہے۔ شمع کا شعری شعور نسوانی جذبات واحساسات کی بہترین ترجمانی کرتا ہے۔ ان کی شاعری میں تنہائی کا کرب، زندگی کے تلخ وشیریں تجربات ومشاہدات اور ہجر ووصال کا ذکر جابجا ملتا ہے۔ شمع کی شاعری میں دور حاضر کا پراگندہ سماج بھی کہیں کہیں دکھائی دیتا ہے جس میں عورتوں پر جبر وظلم، اور عورتوں کے استحصال کو عشق کے پیرائے بڑی خوبی سے پیش کر دیا ہے۔ ملاحظہ ہو چند منتخب اشعار۔

☆ ٹوٹ کر خواب کی مانند بکھر جاؤ گے   زندہ رہنے کی ضرورت لیے مر جاؤ گے
☆ غریبی دے نہیں سکتی سہاگ کا جوڑا   تو پھر یہ کس کے لیے لڑکیاں سنورتی ہیں

شمع کے تمام اشعار اپنے آپ میں منتخب ہیں جس میں ہجر ووصال کا کرب کسی نہ کسی شکل میں غالب نظر آتا ہے اور "کائنات بھر سناٹا" میں ایسے کئی ایک اشعار ہیں جس میں عشق میں دھوکہ یا عشق میں تشنگی کا احساس بڑی شدت سے ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو یہ شعر۔

زندہ رہنا کوئی مشکل تو نہیں ہے لیکن   پیار سے اپنے مری طرح نہ بچھڑے کوئی

اس کے علاوہ اپنے آپ میں ٹوٹنے بکھرنے کا احساس شمع کی شاعری میں مرکزیت کا حامل ہے۔ شمع اپنے وجود میں جو درد چھپائے ہوئی ہیں اس کو انہوں نے اپنے مختلف اشعار میں سمو دیا ہے جس کا اظہار بالکل صاف نظر آتا ہے۔ ملاحظہ ہو یہ اشعار۔

رہنے کو اک ٹھکانہ کہاں مستقل ملا   میں اک ورق تھی مجھ کو اڑاتی رہی ہوا
نگاہ و دل میں وہی کربلا کا منظر تھا   میں تشنہ لب تھی میرے سامنے سمندر تھا

درج بالا اشعار اور "کائنات بھر سناٹا" پر ایک سرسری نظر ڈالنے پر قاری کو جن کیفیات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس میں درد وکرب اور دلسوزی کے احساس کی لو تیز ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ نفیس بانو شمع کے کلام میں سادگی، شیرینی، فکر

کی بلندی خیالات کی پاکیزگی اور فن کی پختگی صاف جھلکتی ہے۔ سادگی، برجستگی اور بے ساختہ پن ان کی شاعری کے وہ آبدار موتی ہیں جس کی چمک سے نہ صرف ان کے کلام کا حسن دوبالا ہو گیا بلکہ انہیں ایک مستند شاعرہ بھی بنا دیا۔ کتاب کا شعری حسن جس قدر جاذب نظر ہے ویسا ہی اس کا گٹ اپ ہے طباعت اور کمپوزنگ بھی نہایت عمدہ ہے۔ ◀◀

مبصر کا پتہ: M-442A سیکٹر .23، راج نگر، غازی آباد 201002 (یوپی) فون: 4787558

نغمہ زار

تبصرہ: ڈاکٹر عبید الرحمٰن

نام کتاب: نغمہ زار (مجموعہ کلام)   شاعر: ارشد صدیقی
صفحات: ۱۹۲، قیمت: ۔/۱۵۰ روپے
ملنے کا پتہ: مکتبہ دانش کدہ، سی/۶۳ باغ امراؤ، دولہا کالونی، بھوپال

بھوپال ایک اہم ادبی مرکز رہا ہے۔ یہ کئی معروف اور معتبر ادباء وشعراء کی زمین ہے۔ اسی زمین سے تعلق رکھنے والے ارشد صدیقی کا مجموعہ کلام "نغمہ زار" پیش نظر ہے۔ ارشد صدیقی استاد شعراء کی صف میں شمار کیے جاتے ہیں جن کی کئی کتابیں منظر عام پر آکر اعتبار حاصل کر چکی ہیں۔ 'نغمہ زار' کی شاعری اس امر کی غماز ہے کہ اس کا شاعر زندگی کے نشیب و فراز، تلخ وتند تجربات اور سخت وسست آزمائشوں سے گزر چکا ہے تاکہ اسے انسانی اقدار کی تبدیلیوں کا شعور حاصل ہو سکے۔ لہٰذا یہ شاعری انسان کے ذاتی اور معاشرتی تجربات، وقت کے اہم مسائل اور سیاسی حالات کی عکاس ہے۔ اشعار دیکھیں:

اب کے تو کوئے یار میں اتنے ستم ہوئے   سجتا تھا جن پہ تاج وہی سر قلم ہوئے

☆ ☆

داغ رخصت ہی مجھ کو کافی تھا   تم یہ آنکھوں میں اشک کیوں بھر لائے

☆ ☆

بناتے رہ گئے تنظیم نو کے برہمن خاکے   بتوں کے حوصلے تب تک صنم خانوں کو لے ڈوبے

☆ ☆

اب جگر میں خون باقی ہے نہ ساغر میں شراب   اے غم جاناں! تجھے کیا دے کے ٹالا جائے ہے
پرواز عقل یوں تو بہت ہی بلند ہے   انسان پستیوں سے ابھی تک اٹھا نہیں

'نغمہ زار' کی غزلیں اس بات کا اشاریہ ہیں کہ ان کے شاعر نے مقصدیت کو ہمیشہ اولیت دی ہے جہاں قاری تجربے اور مشاہدے کے گہرے شعور سے آگہی حاصل کرتا ہے۔ یہ کیفیت تقریباً سبھی غزلوں میں نمایاں ہے۔ کتاب میں شامل رباعیات بھی شاعر کی افتاد طبع اور فنی بصیرت ومہارت کا ثبوت پیش کرتی ہیں۔

لا جتنی پلانی ہو پلا دے ساقی   لیکن غم ہستی کا صلہ دے ساقی
مظلوم کے ماتھے کا پسینہ جو بہے   ظالم کا لہو اس میں ملا دے ساقی

کتاب خوبصورت چھپی ہے۔ سرورق دیدہ زیب ہے۔ کاغذ عمدہ ہے اور قیمت بھی مناسب ہے۔ امید ہے اس مجموعہ کی پذیرائی کی جائے گی۔ ◀◀

مبصر کا پتہ: 12/176 مرزا اپارٹمنٹ، ذاکر نگر، جامعہ نگر، نئی دھلی. 110025

ہماری کتابیں

غرور وتکبر کا علاج: از امام غزالی	28.00	اورنگ زیب اور شیواجی	35.00
حب دنیا اور مال کی محبت اور اس کا علاج	25.00	تذکرۃ القراء	40.00
صبر وشکر اور توبہ کی فضیلت	28.00	شہر اولیاء (شہر اجودھیا کے بزرگانِ دین مساجد ومقابر کی تفصیل)	40.00
غصہ حسد کینہ اور ریاکاری کا علاج	24.00	حضرت شاہ ولی اللہؒ: حیات وخدمات	9.00
دنیا اور آخرت کی پہچان	20.00	محاسن الکلام	40.00
قرآن حکیم کی روشن تعلیمات	50.00	قرآن کی باتیں منظوم	20.00
تلخیص ریاض الصالحین (شاہراہ حیات)	90.00	تربیت اولاد	18.00
تعلیمات حضرت مولانا محمد الیاسؒ	10.00	مستقبل اسلام کے لیے	20.00
ہندوستان میں تبلیغ اسلام کی کوششیں	6.00	آداب تلاوت	12.00
حضرت لقمان کی نصیحت بیٹے کے نام	7.00	قرآن حکیم کی روشن تعلیمات	50.00
قبر کا آنکھوں دیکھا حال	5.00	مولانا مودودیؒ کے اقوال زریں	30.00
اتباع سنت کے برکات	7.00	السلام اے سید اولاد آدم السلام مفتی محمود الحسنؒ	40.00
ٹی وی اور عذاب قبر	7.00	اپنے گھروں کو بچایئے	5.00
فتنہ ٹی وی: قرآن وحدیث وعقل کی روشنی میں	15.00	عہد رسالت میں تفریحی مشاغل نصیحتیں (پروردگار عالمؒ حضرت ابراہیم، حضرت لقمانؒ، حضرت علیؓ)	22.00
حضرت محمد ﷺ کی ذاتی وسماجی زندگی (شمائل ترمذی کی روشنی میں)	17.00	ذکر حبیبؐ	12.00
مسلم نوجوانوں میں بگاڑ کے اسباب اور علاج	15.00	فضائل زکوٰۃ	8.00
صحابیاتؓ کے شب وروز	60.00	فضائل جہاد	7.00
اولاد کو جہنم سے بچایئے	6.00	فضائل رمضان المبارک	12.00
ام نکہت کے نام	15.00	رمضان المبارک اور عید الفطر	12.00
لطائف اشرفی حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیرؒ اول-/45، دوم-/60، سوم-/70، چہارم-/75، پنجم-/60، ششم-/70، ہفتم-/70 مکمل سات جلدوں میں ٹوٹل	450.00	عشرہ ذی الحجہ اور عید الاضحیٰ	12.00
مکتوبات اشرف حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیرؒ	60.00	فلسفۂ موت	12.00
بریلوی دیوبندی اختلافی مسائل	10.00	اسلام اور تصویر	7.00
تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی کا تعارف اور دعوت میں یکسانیت	15.00	دینی مدارس اور سائنس کی تعلیم	5.00
شیعہ سنی مفاہمت کی ضرورت اور اہمیت	5.00	اقبال، جگر، غالب، جاں نثار اختر، حفیظ جالندھری، محمد علی، پروین شاکر، مجاز لکھنوی، شاداب احسانی کے سو شعر — ہر ایک کتاب (پاکٹ سائز)	4.00
محمد علی جوہر رحمۃ اللہ علیہ	8.00		

فہرست کتب مفت طلب فرمائیں

UBR Advtt. 2001

دانش بک ڈپو ٹانڈہ، ضلع امبیڈکر نگر 224190(U.P)

تعارف وتبصرہ

ترجمان دار العلوم (مولانا وحید الزماں کیرانوی نمبر) مدیران: افضال الحق جوہر قاسمی اور اسعد الاعظمی

صفحات: ۵۷۴، قیمت: -/۱۰۰ روپے، ناشر: تنظیم ابنائے دار العلوم 161/11 جوگا بائی، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۲۵

تبصرہ: پروفیسر نثار احمد فاروقی

دار العلوم دیوبند کے قدیم طلبا نے اپنی انجمن دہلی میں قائم کی ہے، اس کا ایک ماہانہ رسالہ بھی "ترجمان دار العلوم" کے نام سے تقریباً پانچ سال سے شائع ہو رہا ہے جسے دیکھ کر ہی اندازہ ہوتا ہے کہ سنجیدہ علمی ذوق اور لگن رکھنے والے اصحاب اس تنظیم سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ مولانا وحید الزماں کیرانوی دار العلوم کے نہایت ممتاز اور ہر دلعزیز استاد تھے، بہ حیثیت انسان بھی وہ کیسی نادر خصوصیات اور خوبیوں کے مالک تھے اس کا اندازہ ترجمان دار العلوم کے اس خصوصی نمبر کو دیکھ کر ہو جاتا ہے۔ بڑے سائز کے اس ضخیم نمبر میں ستر (۷۰) سے زائد علماء اور اہل قلم کے مضامین اور منظوم خراج عقیدت شامل ہے۔ نمبر بہت سلیقے سے ترتیب دیا گیا ہے، خوبصورت کتابت، طباعت، عمدہ کاغذ اور کپڑے کی مضبوط جلد مع گرد پوش اتنی ضخیم کتاب کی قیمت شاید لاگت سے بھی کم رکھی گئی ہے۔◆◆

بھارت میں چار ہفتے سید علی اکبر رضوی، صفحات: ۲۶۲، قیمت: ۳۰۰ روپے

ناشر: جاوداں پبلشرز، رضویہ سوسائٹی، کراچی

تبصرہ: عبداللہ شاہ ہاشمی

گزشتہ نصف صدی میں ہزاروں نہیں لاکھوں انسانوں نے پاکستان سے بھارت کا سفر کیا اور سیکڑوں افراد نے اس وسیع وعریض ملک کے جس حصے کا بھی سفر کیا اس کے بارے میں اپنے مشاہدات، تجربات اور تاثرات قلم بند کیے۔ زیر نظر سفر نامہ بھارت میں چار ہفتے اسی سلسلے کی کڑی ہے۔

ہر سفر نامے کے مصنف کا میدان عمل اسلوب تحریر زاویہ نگاہ اور انداز بیان دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ اسی لیے یہ صنف ادب زیادہ دلچسپی سے پڑھی جاتی ہے۔ سید علی اکبر، اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے، اور بنارس یونیورسٹی ان کی مادر علمی رہی۔ اب بھی ان کے بعض اعزہ واقارب وہیں مقیم ہیں۔ اس پس منظر کے ساتھ بھارت کے بارے میں ان کی معلومات کا دائرہ خاصا وسیع ہے، چنانچہ ان کے مشاہدات میں گہرائی ہے۔ لکھنؤ، بنارس، اعظم گڑھ، علی گڑھ، کلکتہ اور دہلی کے سفر کی یہ داستان دلچسپ ہے۔ اس سفر نامے کا ایک پہلو ایسا بھی ہے جو بھارت کے دیگر سفر ناموں میں نہیں ملتا اور وہ یہ کہ اس سفر میں علی اکبر صاحب بیسوں مذہبی (خصوصاً شیعی تعلیمی) اداروں میں گئے (زیادہ تر لکھنؤ میں) جن سے متعلق کتاب میں نادر معلومات درج ہیں۔ کتاب میں ۶۰ سے زائد تصاویر بھی شامل ہیں۔◆◆

مبصر کا پتہ: معرفت ماہنامہ ترجمان القرآن، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور (پاکستان)

الٰہ آباد کے معروف ادیب، شاعر اور مصنف جناب ساحل احمد سے درج ذیل پتہ پر رابطہ قائم کریں:

معرفت "اردو بک ریویو" 1739/3، نیو کوہ نور ہوٹل، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی۔110002

تہذیبوں کا تقابلی مطالعہ (فکر اقبال کی روشنی میں) مصنف: ڈاکٹر عبدالمغنی، صفحات: ۳۲، قیمت: ۳۰/- روپے

اشاعت: ۲۰۰۱ء، ناشر: خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ 800004

تبصرہ: ڈاکٹر سید معصوم رضا

پروفیسر عبدالمغنی کا شمار اردو ادب میں ماہر اقبالیات کے طور پر ہوتا ہے۔ یوں تو ان کی اردو ادب کے حوالے سے بہت سی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں لیکن "اقبال کا نظام فن" "اقبال کا نظریہ خودی" "اقبال اور عالمی ادب" اور "اقبال کا ذہنی و فنی ارتقا" وغیرہ کا شمار اقبال کے حوالے سے تنقید کی اہم کتابوں میں ہوتا ہے۔ اقبالیات پر دیگر مستند کتابوں کے علاوہ زیر تبصرہ کتاب "تہذیبوں کا تقابلی مطالعہ" (فکر اقبال کی روشنی میں) پروفیسر عبدالمغنی کی اقبال پر تازہ ترین کتاب ہے جس میں انہوں نے علامہ اقبال کے فکر و فن اور فلسفے کی بنیاد پر ان کے شعری نظریہ کے توسط سے تہذیب و تمدن، عالمی تہذیب، مشرقی تہذیب اور دیگر تہذیبوں کا اسلامی تہذیبوں سے تقابلی مطالعہ کیا ہے۔ مطالعہ کے تجزیہ میں اقبال کے فکری پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کی شاعری سے ایسے اشعار منتخب کئے گئے ہیں جن میں علامہ نے معاشرے کی بگڑتی اور بدلتی صورتحال کو بالخصوص موضوع بنایا ہے اور عالمی سطح پر جو عریانیت، بے حیائی اور بے شرمی کو کلچر کے نام پر فروغ مل رہا ہے اسے آئندہ نسلوں کے لیے موذی مرض تصور کرتے ہوئے علامہ اقبال نے اس سے بچنے اور دور رہنے کی ہدایت بار بار اپنی شاعری میں کی ہے اور اصلاح معاشرہ کے لیے بہت سی نظمیں اور اشعار کہے ہیں جن میں امت مسلمہ کو نجات کا راستہ دکھایا گیا۔ انہیں موضوعات کو دور حاضر کی تہذیبی بے راہ روی کے تناظر میں پروفیسر عبدالمغنی نے ایک نئے زاویے سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے، جو واقعی ایک اہم ادبی کوشش ہے۔ اسی افادیت کے سبب اس کتاب کو خدابخش لائبریری نے شائع کیا ہے۔ کتاب اپنے ظاہری اور باطنی حسن سے بخوبی آراستہ ہے۔ گٹ اَپ دیدہ زیب ہے۔ امید کہ یہ کتاب ادبی حلقوں میں توجہ کا مرکز بنے گی۔ ◆◆

میر کا تغزل مصنف: ڈاکٹر عبدالمغنی، صفحات: ۱۴۱، قیمت: ۲۰/- روپے

اشاعت: ۲۰۰۱ء، ناشر: خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ 800004

تبصرہ: ڈاکٹر سید معصوم رضا

اردو ادب میں خدائے سخن میر تقی میر پر ان کی شاعری شخصیت اور عہد کے حوالے سے اکثر و بیشتر کتابیں لکھی گئیں اور آج بھی کوئی نہ کوئی کتاب میر کو سمجھنے کے لیے منظر عام پر آہی جاتی ہے۔ "میر کا تغزل" بھی پروفیسر عبدالمغنی کی میر کے حوالے سے تازہ ترین کتاب ہے جس میں انہوں نے آٹھ ذیلی عنوانات میر تقی میر، دور میر اور شاعر کا رد عمل، میر کی رومانیت، میر کی قنوطیت، اسلوب میر، میر کا عصری و تہذیبی احساس، طرز میر کی خصوصیات، اور مقام میر، کے حوالے سے میر کی شاعری اور میر کے تغزل کا سیر حاصل تجزیاتی مطالعہ کیا ہے اور آخر آخر تک وہ اس بات کے قائل ہیں کہ میر کا اصل سرمایۂ شاعری تغزل ہی ہے لیکن میر کی شاعری اور ان کے رنگ تغزل کو ان کے عہد کے حوالے سے سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی ہے اور میر کی شاعری کی مختلف جہات میں سے پروفیسر عبدالمغنی نے صرف ایک جہت کی تلاش میں کچھ ایسا ربط و تسلسل پیدا کیا ہے کہ وہ "میر کا تغزل" بن گئی ہے۔ کتاب میر کی شاعری اور شخصیت کے اعتبار سے بے حد اہم ہے۔ ضخامت کے اعتبار سے تو صرف ۱۴۱ صفحات پر مشتمل ہے لیکن ان میں میر کی شاعری اور زندگی کے تمام اہم

نکتوں کا تجزیہ منتخب اشعار کے حوالے سے بخوبی کیا گیا ہے۔ کتاب اپنے باطنی حسن کے ساتھ ساتھ ظاہری رنگ و روپ میں بھی مسجع ہے۔ کمپوزنگ اور طباعت بھی معیاری ہے۔ امید کہ یہ کتاب ادبی حلقوں میں خاطر خواہ پسند کی جائیگی۔ ◆◆

فیض کی شاعری مصنف: ڈاکٹر عبدالمغنی، صفحات: ۸۸، قیمت: ۴۰/- روپے

اشاعت: ۲۰۰۱ء، ناشر: خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ 800004

تبصرہ: ڈاکٹر سید معصوم رضا

جدید اردو شاعری میں روایتی انداز کے شاعر فیض احمد فیض کی شاعری پر بہت سی کار آمد کتابیں لکھی گئیں اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ "فیض کی شاعری" پروفیسر عبدالمغنی کی تازہ ترین کتاب ہے۔ کتاب کی ضخامت صرف ۸۸ صفحات ہے لیکن مواد اور موضوع کے اعتبار سے یہ کتاب فیض کی شاعری پر لکھی جانے والی کتابوں میں ایک منفرد مقام کی حامل ہے۔ مصنف نے فیض کے ماحول، شخصیت، فکر و فن کا تناسب نظم و غزل کے علاوہ نقش فریادی، دست صبا، زنداں نامہ، غزلیں، دست تہہ سنگ، سر وادیٔ سینا، شام شہر یاراں، مرے دل مرے مسافر اور غبار ایام، کے ساتھ ساتھ فیض کی شاعری کا تنقیدی تجزیہ، فیض کا تقابل ان کے ہمعصر شعراء سے فیض کی شاعرانہ حیثیت و اہمیت اور فیض کا اثر جدید نسل پر، قدرے تفصیل سے مضمون کی شکل میں تجزیاتی مطالعہ کر کے فیض کی شاعری سے متعلق تمام پہلوؤں اور ان کے مخفی امکانات سے قاری کو روشناس کرادیا ہے۔ یہ کتاب فیض کی شاعری شخصیت اور فن کے حوالے سے تمام مستند جانکاری فراہم کرتی ہے جس کو بنیاد بنایا جاسکتا ہے۔ کسی تحقیقی ضرورت کے تحت اگر کوئی فیض کی شاعری اور شخصیت سے کم وقت میں کوئی تفصیل حاصل کرنا چاہتا ہے تو یہ کتاب کلیدی حیثیت کی حامل ہے۔ ریسرچ اسکالر کے ساتھ عام قاری بھی اس کتاب سے استفادہ حاصل کر سکتے ہیں۔ کمپوزنگ اور طباعت کے لحاظ سے بھی کتاب اغلاط سے عاری اور جاذب نظر ہے امید کہ ادبی حلقوں میں یہ کتاب مقبولیت عام حاصل کرے گی۔ ◆◆

ہندوستان کی تعمیر و ترقی کے ڈھائی ہزار سال مصنف: مولانا عبیداللہ کوٹی ندوی مرتب: محمد عمیر خاں کوٹی ندوی

صفحات: ۶۰، قیمت: ۲۲ روپے، ناشر: مظہر کل شاہ ریسرچ سنٹر کوٹ فتح پور (یوپی)

تبصرہ: ڈاکٹر سید معصوم رضا

ہندوستان کی تہذیب و ثقافت سے متعلق بہت سی ضخیم کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ لیکن مولانا عبیداللہ کوٹی ندوی کی کتاب "ہندوستان کی تعمیر و ترقی کے ڈھائی ہزار سال" صرف چھ مضامین کا مجموعہ ہے۔ جس میں پانچ مضامین گورکھپور ریڈیو اسٹیشن کے اردو سیکشن سے نشر ہو چکے ہیں جس میں غیر ملکی سیاح اور ہندوستان کے بارے میں ان کے نظریات، فن تعمیر، فن سنگ تراش، قدیم درسگاہ نالندہ، اور کشمیر تاریخ کی روشنی میں" اس کے علاوہ نعت نبویؐ اور غیر مسلم شعراء سے متعلق ایک مضمون بھی شامل ہے جو ایک سیمینار میں پڑھا جاچکا ہے۔ ان تمام مضامین میں ہندوستان کی علمی، ادبی، تعلیمی و تہذیبی وراثت کو تحقیقی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ مولانا عبیداللہ کوٹی ندوی کی ان تحریروں کی افادیت کے مد نظر اسے محمد عمیر خاں کوٹی ندوی نے مرتب کیا ہے۔ کتاب میں مذکورہ بالا مقالات کو موضوع کے اعتبار سے بے حد مناسب بنانے کی ترتیب اچھی ہے۔ ہندوستان ہر زمانے میں علوم و فنون اور تہذیب و تمدن کا ایک اہم مرکز رہا ہے۔ ملک کی اسی عظمت اور مشترکہ تہذیبی روایت کو کبھی سنگ تراشی تو کبھی فن تعمیر کے تعمیری پہلوؤں کے ذریعہ دیکھنے کی کوشش کی ہے جس میں ہندومت، بودھ مت، جین مت، اسلام اور انگریزی دور کی ہندوستانی تہذیب کا تذکرہ بھی اختصار سے کیا

گیا ہے۔ آخر میں مشترکہ تہذیب کی روایت کے طور پر ہندو شعراء حضرات کی نعت گوئی کا سرسری جائزہ پیش کر کے مرتب نے کتاب کی افادیت میں اضافہ کر دیا ہے۔ اس کتاب کی اشاعت میں اسلامک ویلفیئر سینٹر کوٹ اور مظہر کل شاہ ریسرچ سینٹر کوٹ فتحپور (یوپی) کا تعاون شامل ہے۔ کتابت اور طباعت معقول اور قیمت بھی مناسب ہے۔◆◆

خطوط معروف مصنف: حاجی سید معروف حسین وکیل، اشاعت: اگست ۲۰۰۱ء، صفحات: ٦٨ قیمت: ۔/۱۸ روپے

ناشر: سید معروف حسین وکیل، باقر منزل، گاندھی نگر، بستی (یوپی)

تبصرہ: ڈاکٹر سید معصوم رضا

اردو ادب میں خطوط غالب کے بعد دیگر مشاہیر ادب کے بھی خطوط باقاعدگی سے شائع ہو کر منظر عام پر آتے رہے لیکن "خطوط معروف" ایسی تمام کتابوں سے دیگر ہے۔ خطوطِ معروف کے مصنف سید معروف حسین ہیں جنہوں نے خط کی شکل میں معاشرے کی بدعنوانیوں پر تیکھا طنز کیا ہے اور معاشرے کے تمام ذمہ داران کو متوجہ اور مخاطب کر کے ان میں احساس بیداری پیدا کرنے کی آسان سی کوشش کی ہے۔ جس میں مسلم ایم۔پی، ایم۔ایل۔اے، مسلم سیاسی رہنما، مسلم آفیسران، سجادہ نشین، علمائے کرام، سیکولر مسلمان، مسلم دانشور، تاجر، صحافی، طالب علم، مسلم فلمی ہیروئن اور حاجی وغیرہ کے نام خاص طور سے ایک ایک خط شامل ہیں جو واقعی مطالعہ کے لائق ہیں۔ جس سے انسانی کمزوریوں، خامیوں اور کوتاہیوں کو دور کیا جا سکے۔ معاشرے کی بے حسی پر نظریں مرکوز کی جائیں تاکہ انسانی زندگی کا مقصد واضح ہو سکے اور ضابطہ حیات میں تبدیلی پیدا ہو۔ مادیت کے حصول کے لیے دنیا کی بھاگ دوڑ اور تمام برائیوں میں انسان کی شمولیت پر پابندی عائد کی جا سکے اسی غرض و غایت کے تحت سید معروف حسین نے اپنی اس منصوبہ بند کاوشوں کو خطوط معروف کے نام سے شائع کر کے اپنے مقصد کو معاشرے کے تمام بیدار مغز حضرات تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ امید کہ یہ کتاب معاشرے کی بے راہ روی کو لگام دینے میں کامعاون ہو گی۔ کتاب سادہ کتابت و طباعت کے روایتی انداز سے مزین ہے امید کہ اس کتاب کی تمام مسلم حلقوں میں خاطر خواہ پذیرائی ہو گی اور اصلاح معاشرہ میں مشعل راہ ثابت ہو گی۔◆◆

گلدستۂ نعت شاعر: عادل اسیر دہلوی، صفحات: ۴۸، قیمت: ۔/۱۵ روپے

اشاعت: ۲۰۰۱ء ناشر: ملک بک ڈپو، ۳۲۱۲ ترکمان گیٹ، دہلی۔۱۱۰۰۰٦

تبصرہ: ڈاکٹر سید معصوم رضا

عادل اسیر دہلوی کے شعری مجموعوں کی فہرست بہت لمبی ہے جو چند سالوں میں منظر عام پر آئے ہیں۔ "گلدستۂ نعت" بھی عادل اسیر دہلوی کے نعتوں کا مجموعہ ہے جو کل ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں رسول اکرم ﷺ کے حوالے سے عادل اسیر دہلوی نے مختلف موضوعات کو بھی نعتیہ شاعری کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کی ہے اور وہ اپنی اس شعری کوشش میں کامیاب ہیں۔ عادل اسیر دہلوی نے مختلف شعری مجموعے کے ساتھ ساتھ ایک خالص نعتوں کا مجموعہ شائع کر کے خود کو مداح رسول اکرم محمد مصطفیٰ ﷺ کی فہرست میں شامل کر دیا ہے۔ ان کی نعتوں میں "محمد کے صدقے، چاند شق ہو گیا، مدینے کی گلیاں، رتبۂ رسولؐ، اور سرور عالم، وغیرہ خاص توجہ کی طالب ہیں جس کے مطالعہ سے قاری شعری حظ بھی حاصل کرتا ہے اور ثواب کے قریب بھی پہنچ جاتا ہے۔ ہر شاعر شعری سرمایہ میں حمد و نعت کو شامل کر کے اپنی آخرت اور عاقبت کو سنوارنے کا کام کرتا ہے۔ عادل اسیر دہلوی نے بھی اس روایت کو برقرار رکھا ہے۔ "گلدستۂ نعت" کی نعتوں کے مطالعے سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ شاعر کی علمی صلاحیت میں دینی معلومات کا بھی

حصہ اہم ہے۔ عادل اسیر نے نعت میں محمدؐ کی سیرت و اخلاق اور عملی زندگی کی تمام خوبیوں کو ذہنی پاکیزگی اور طہارت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ نعت موضوعاتی اعتبار سے جس قدر عمدہ ہے اتنی ہی شعری رنگ و آہنگ میں ڈوبی ہے۔ زبان و بیان سادہ ہے جسے پڑھ کر قاری جھوم اٹھتا ہے۔ کتاب اپنے ظاہری حسن سے بھی آراستہ ہے امید کہ یہ کتاب مقبولیت عام حاصل کرے گی۔◆◆

رباعیات عادل شاعر: عادل اسیر دہلوی، صفحات: ۴۸، قیمت: ۔/۲۰ روپے

اشاعت: ۲۰۰۱ء ناشر: ملک بک ڈپو، ۳۲۱۲، ترکمان گیٹ، دہلی۔۱۱۰۰۰٦

تبصرہ : ڈاکٹر سید معصوم رضا

رباعیات عادل عادل اسیر دہلوی کا تازہ ترین مجموعہ ہے جس میں ۸۷ رباعیاں ہیں۔ رباعی کو عام طور پر اردو شاعری کی مشکل ترین صنف قرار دیا گیا ہے۔ لیکن عادل اسیر دہلوی اس پل صراط سے بہ آسانی پار اتر گئے ہیں۔ ان کی تمام رباعیاں فنی اعتبار سے بہت عمدہ ہیں۔ زبان و بیان اتنا سہل اور سادہ ہیں کہ ہر خاص و عام یا عام فہم انسان بھی ان کی رباعیوں کو پڑھ کر محظوظ ہو گا۔ ہر رباعی کا انداز خاص ہے اور اس میں موضوعاتی تنوع ہے جو یکے بعد دیگر قاری کو ایک نئے پن کا احساس دلاتی ہے جس سے قاری ہر رباعی کے مطالعہ کے بعد تازہ دم ہو جاتا ہے۔ عادل اسیر دہلوی اپنی شاعرانہ چابکدستی سے اپنی شعری تخلیقات میں نکھار پیدا کر دیتے ہیں۔ شاعرانہ رنگ و آہنگ کے پس پردہ شاعر نے پند و نصیحت کی بات بھی بار بار کی ہے اور اشاروں اشاروں میں بڑے پتے کی بات کہہ ڈالی ہے۔ ان کی رباعیوں کے مطالعہ سے مختلف انسانی منفی خصوصیتوں کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ یہی ان کی مقصدی شاعری ہے جس تحریک کے وہ علمبردار ہیں۔ کتاب موضوع اور مواد کے ساتھ ساتھ گٹ اَپ کے اعتبار سے بھی عمدہ ہے امید کہ ادبی حلقوں میں اس کی خاطر خواہ پذیرائی ہو گی۔ ملاحظہ ہو ایک رباعی۔

جب خواب نہ دیکھوگے تو کیسی تعبیر   جب رنگ نہ ہوگا تو کہاں کی تصویر
جب آج نہ بنیاد رکھوگے عادل   کل کس طرح دیوار کروگے تعمیر

مبصر کا پتہ: ڈاکٹر سید معصوم رضا، M-442-A، سیکٹر 23، راج نگر، غازی آباد. 201002 (یوپی)

خوابوں کی دھنک شاعر: مشتاق، صفحات: ۱۲۰، قیمت: ۔/۱۰۰ روپے

ناشر: حلقہ ارباب ادب، ۸ عیدگاہ ہلز، بھوپال

تبصرہ: جاوید دربھنگوی

خوابوں کی دھنک غزلوں کا مجموعہ ہے اس مجموعہ میں شامل غزلیں ان خوابوں کا نوحہ ہیں جو شاعر نے سجائے ہیں انسانی زندگی ایک طویل محرومی کی داستان ہے جس کا کچھ نہ کچھ حصہ ہر فرد کے حصے میں آیا یہی نا آسودگی کا کرب جب لفظوں کا لبادہ پہن لے تو غزل کا شعر بنتا ہے جس میں نہ صرف شاعر بلکہ ہر شخص کی زندگی کروٹیں بدلتی دکھائی دیتی ہے۔ مشتاق صاحب نے بھی اپنے خوابوں کو زبان دینے کی کوشش کی ہے۔ ان کی غزلوں میں تجربات کی پیچیدگی نہیں سادہ اور صاف لفظوں میں انسانی زندگی کے عام احساسات کا احاطہ کرنے کی کوشش ہے۔

تم نے جس کو گرا دیا یونہی   وہ کسی کا تو گھونسلہ ہوگا
شہر آسیب زدہ سا کیوں ہے   غزنوی تو کوئی گزرا بھی نہیں

چھوٹی بحروں میں وہ نسبتاً زیادہ کامیاب ہیں۔◆◆

سردار جعفری فن یا مدفن مصنف: ڈاکٹر داؤد کاشمیری، صفحات:۸۹، قیمت: ۔/۵۰ روپے

ناشر: سید شاہد علی شہاب، الیگزنڈر رائٹرس بھایکلہ، ممبئی

تبصرہ: جاوید دربھنگوی

یہ کتاب نمونہ ہے کہ دامن کو حریفانہ کیسے کھینچتے ہیں۔ دو سال پہلے جناب افلاک منظر کی مہربانی سے مجھے کتاب کو پڑھنے کا موقع ملا۔ میں تو حیرت زدہ رہ گیا کہ کس طرح لوگ اپنے انتقام کا جواز کلیم الدین کے اسلوب میں ڈھونڈ نکالتے ہیں۔ داؤد کاشمیری نے حالی اور کلیم الدین احمد کو اپنا آئیڈیل قرار دیا ہے تو اطلاعاً تحریر ہے کہ حالی یا کلیم الدین احمد نے اپنی پی ایچ۔ڈی کے مکمل نہ ہو پانے کا کسی سے انتقام نہیں لیا۔ انہوں نے جو تنقید لکھی وہ مسلمہ تنقیدی اصول کے تابع ہوا کرتی تھی۔ یہ سچ ہے کہ سردار جعفری کی شہرت کے کئی اسباب ہیں۔ ان کی صرف شاعرانہ حیثیت بہت بلند نہیں وہ کئی حیثیتوں سے جانے جاتے ہیں اور ان کی شخصیت کے تمام پہلو مل کر انہیں قد آور بناتے ہیں۔ لیکن وہ اتنے چھوٹے شاعر بھی نہیں جتنا داؤد کاشمیری باور کروانا چاہتے ہیں۔ وہ سردار جعفری کی کئی نظموں کا تجزیہ کرتے ہیں اور اس تجزیے کی اصل کمی یہ ہے کہ نتیجہ قبل از تجزیہ مصنف کے سامنے ہوتا ہے اور تجزیے کا طریقہ بھی منفی رویے کے تحت ہے۔ مثلاً ''یہ لہو'' کا تجزیہ فیض اور ساحر کی نظموں سے کرتے ہیں اور سردار کی نظم کو حقیر اور فیض و ساحر کی نظموں کو بلند مرتبہ ٹھہراتے ہیں جبکہ فیض کی یہ نظم بھی اچھی نہیں اور نہ ساحر کی اور ان دونوں نظموں میں کوئی خوبی نہیں جو ہے سو آہنگ کا حسن ہے نہ کہ نظموں کا۔ اس طرح کی متعدد مثالیں اس کتاب میں موجود ہیں جہاں حقیقت سے روگردانی کی گئی ہے اور مقصد صرف اور صرف سردار جعفری کی تحقیر ہے۔ تاہم اتنا ضرور ہے کہ اس کوشش میں ان سے سردار جعفری کی شاعری کے کئی ایسے گوشے منور ہو گئے ہیں جو لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہیں اور یہی اس کتاب کا جواز ہے۔ ◆◆

مبصر کا پتہ: جاوید دربھنگوی، 259، تاپتی ہوسٹل، جواہر لال نہرو یونیورسٹی، نئی دھلی. 110067

ماہنامہ نئی شناخت مدیرہ: شبانہ صبا مدیر مسئول: ابوالاسود حسینی

صفحات: ۳۲، سائز: ۱۶/۳۶×۲۳ قیمت: ۱۰ روپے، سالانہ: ۔/۱۲۰ روپے شمارہ ۴۔۵، ستمبر۔اکتوبر ۲۰۰۱

پتہ: نئی شناخت، نیتن بھون، (یحییٰ نگر) آیا نگر، نئی دہلی **110047**

تبصرہ: عارف اقبال

اردو ماہنامہ ''نئی شناخت'' کا اجراء کسی تزک و احتشام کے بغیر ہوا۔ لیکن اس کا پہلا شمارہ یہ پیغام دینے میں کامیاب رہا کہ اردو ماہناموں میں واقعی اس نے اپنی نئی شناخت کو قائم رکھا ہے۔ گرچہ اردو سے رسمی تعلق رکھنے والے حضرات نے اس رسالہ کو زیادہ اہمیت نہیں دی لیکن اردو سے قلبی لگاؤ رکھنے والوں نے اس کی بے حد پذیرائی کی۔

زیر نظر شمارہ بھی اپنی نئی شناخت کے ساتھ منظر عام پر آیا ہے۔ اس کا اداریہ اردو کے نام نہاد دانشوروں اور ادیبوں کے موجودہ طرز فکر پر نہ صرف نوحہ کناں ہے بلکہ چشم کشا ہے۔ اس شمارہ میں جن مضامین کو خصوصیت سے اہمیت دی گئی ہے ان میں انٹرنیٹ کی بے راہ روی، سائبر قوانین، اسلامی خطاطی، کمپیوٹر کی دنیا، تعلیم و روزگار، اور گوشہ خواتین کے کالم شامل ہیں۔ اگرچہ اپنے گٹ اپ کے لحاظ سے یہ رسالہ موجودہ رسائل کی دنیا سے الگ تھلگ نظر آتا ہے لیکن اپنی پیشکش اور مواد کے لحاظ سے دیگر اردو رسائل سے منفرد اور بے حد معلومات افزا ہے۔ توقع ہے کہ اس منفرد اردو رسالہ کو نہ صرف خاطر خواہ پذیرائی ملے گی بلکہ اردو ملت کی طرف سے ہر ممکن تعاون دیا جائے گا۔ ◆◆

تعلیمات جدید (حج نمبر) مدیر: ریاض احمد قادری جلد ۶، شمارہ ۲۔۳، جنوری۔فروری ۲۰۰۱ء

قیمت: ۔/۲۰ روپے سالانہ ۔/۱۰۰ روپے پتہ: کوثر منزل، **J31/78**، پکی باغ، بنارس، **221001**

تبصرہ: عارف اقبال

جناب ریاض احمد قادری کی ادارت میں شائع ہونے والا یہ رسالہ دین کے تعلیمی مقاصد کو پورا کر رہا ہے۔ اس طرح کا رسالہ عام لوگوں میں دین کی بروقت تعلیم کے لیے بے حد مفید ہوتا ہے۔

زیر نظر شمارہ میں حج سے متعلق بے حد اہم مضامین دیئے گئے ہیں۔ حج کا فلسفہ، حج کے ارکان اور دعائیں، فریضہ حج کی معنویت اور فضیلت اور ایثار خلیل کے تابندہ نقوش اس کے اہم مضامین ہیں۔ اس طرح کے مضامین کبھی باسی نہیں ہوتے بلکہ ہمارے لیے ہمیشہ مشعل راہ ہوتے ہیں۔ اس کا سرورق چار رنگوں میں بے حد دیدہ زیب ہے۔ مدیر اس اہم پیشکش پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ◆◆

سالانہ مجلّہ تہذیب مدیر: حامد اقبال اقبال احمد، جلد نمبر ۱۶، اشاعت ۲۰۰۰ء، صفحات: ۱۱۲،

ناشر انجمن تہذیب البیان جامعہ عالیہ عربیہ، مئو (یوپی)

تبصرہ: عارف اقبال

زیر نظر مجلہ جامعہ عالیہ عربیہ، مئو کا سالانہ مجلّہ ہے۔ اس طرح کے مجلّے میں یہ کوشش کی جاتی ہے کہ تعلیمی ادارے میں زیر تعلیم طلبا کی علمی اور ادبی کاوشوں کو پروان چڑھایا جائے۔ اور ان کے اندر کسی سنجیدہ موضوع اور مسئلہ پر غور و فکر کی صلاحیت کے ساتھ تحریری صلاحیت پیدا ہو۔

مجلّہ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ جامع عالیہ عربیہ، مئو کے طلبہ تحصیل علم دین کے ساتھ اچھے قلم کار بھی ہیں۔ انہوں نے جس موضوع پر قلم اٹھایا ہے، سنجیدگی کے ساتھ حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس مجلّہ کے تین سیکشن ہیں، پہلے حصے میں اردو، دوسرے حصے میں عربی اور تیسرے حصے میں انگریزی کے مضامین ہیں۔ خدا کرے یہ سلسلہ برقرار رہے۔ اس طرح کی کاوش دیگر مدارس کے لیے نمونے کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس اہم پیشکش پر مدرسہ کے نگراں، مدیران اور ذمہ داران لائق صد مبارکباد ہیں۔ ◆◆

سہ ماہی **نوائے طب وصحت** مدیر اعلیٰ: حکیم محمد عرفان خان نجف علیمی مدیر اعزازی: حکیم خورشید شفقت اعظمی

جلد ۱۰ اپریل تا جون ۲۰۰۱ء شمارہ: ۲، صفحات: ۴۰، قیمت: ۔/۲۰ روپے، سالانہ: ۔/۸۵ روپے

پتہ: نوائے طب وصحت، پوسٹ بیگم سرائے، الہ آباد **211015**

تبصرہ: عارف اقبال

طب و صحت پر اردو میں بعض نئے رسائل کی اشاعت سے اردو زبان یقیناً مالامال ہوئی ہے۔ لیکن دس سال سے ''نوائے طب وصحت'' کے نام سے جو رسالہ شائع ہو رہا ہے اس کی قدر و قیمت اپنی جگہ منفرد ہے۔

زیر نظر شمارہ میں حیوانی غذاؤں کی ضرورت، اسلام میں طہارت، نوزائدہ بچوں کے مسائل، ورم جگر، اسلامی دور کے جراح اور ضعف اشتہا (Sexual Dability) جیسے تازہ موضوعات پر پر مغز مضامین ہیں۔ اس کے مضمون نگاروں میں ملک کے نامور حکماء اور دانشور شامل ہیں۔ یقینی طور پر طب کی دنیا میں یہ اردو مجلّہ ایک اہم مقام رکھتا ہے۔ توقع ہے

کہ طب سے وابستہ حضرات اور حکماء اس مجلّہ کو خرید کر خود بھی پڑھتے ہوں گے اور دیگر اردو داں حضرات کو بھی مستفید کرتے ہوں گے۔ اس مجلّے کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں ہر موضوع یا مرض کا خالصتاً طبی نقطہ نگاہ سے تجزیہ کیا جاتا ہے۔ ◆◆

سہ ماہی تمثیل بھوپال مدیر: ایم وقیع احمد نائب مدیر: اقبال مسعود، صفحات ۵۸

قیمت: ۔/۱۲، سالانہ ۔/۴۵ روپے، شمارہ: ۱، جلد ۱، اکتوبر۔ دسمبر ۲۰۰۰ء

ناشر: مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی، ملا رموزی سنسکرتی بھون، بان گنگا روڈ، بھوپال 462003

تبصرہ: عارف اقبال

مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی بھوپال کا یہ ترجمان اپنے گٹ اپ اور مضامین کے تنوع کے لحاظ سے محسوس نہیں ہوتا کہ پہلا شمارہ ہے۔ ہر کالم میں سلیقگی نمایاں ہے۔ اداریہ کے بعد حمد سے اس شمارہ کا آغاز ہوتا ہے۔ شمارہ کے پہلے حصے میں پانچ مضامین، دوسرے حصے میں پانچ افسانے اور تیسرے حصے میں ۱۲ غزلیں اور نظمیں شامل ہیں۔

رسالہ کے مدیران اور ذمہ داران اس کے لیے مبارکباد کے مستحق ہیں۔ لیکن ذمہ داران اکیڈمی سے ایک گزارش یہ ہے کہ اکیڈمی کے اس ترجمان کو خالص ادبی نہ بنائیں بلکہ اس میں "اردو زبان" کو موضوع بنائیں تاکہ یہ مجلّہ اردو زبان کی حقیقی ترقی کا نمائندہ ہو۔ ◆◆

دو ماہی گلبن (غزل نمبر) مدیر: ثریا ہاشمی، مینجنگ ایڈیٹر: سید ظفر ہاشمی

مرتبین: حیدر قریشی (جرمنی) اور رشید افروز، احمد آباد، شمارہ: ۱۔۲، ۲۰۰۰ء جلد نمبر: ۱۲، صفحات: ۲۵۶ قیمت: ۔/۳۰ سالانہ: ۔/۱۵۰ روپے، ناشر: 2-C، راحیل اپارٹمنٹس، نزد گائکوارڈ، حویلی رائے کھڑ، احمد آباد، (گجرات)

تبصرہ: عارف اقبال

ثریا ہاشمی اور سید ظفر ہاشمی ایک عرصہ سے اردو کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ دو ماہی "گلبن" گزشتہ ۲۳ برسوں سے اشاعت پذیر ہے۔ صوبہ گجرات کے تاریخی شہر احمد آباد سے اردو ادب کا یہ مجلّہ جس تسلسل سے شائع ہو رہا ہے، اس بات کا ثبوت ہے کہ مجلّہ کے مدیران نے نہ صرف اپنا سب کچھ اس پر قربان کر دیا ہے بلکہ اردو کی شمع کو بجھنے نہیں دیا ہے۔

زیر نظر ادبی مجلّہ "گلبن" کا غزل نمبر، یقینی طور پر مدیران اور مرتبین کی ایک اہم کاوش ہے۔ "غزل نمبر" کی فہرست پر ایک نظر ڈالتے ہی قاری قدیم شعراء کی نمائندہ غزلوں سے سفر کرتے ہوئے جدید اور حال کے شعرا کی غزلوں تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ قدیم شعراء میں کل تیرہ، عہد بہ عہد کے تحت ۵۰ شعراء، پاکستان اور بیرون برصغیر کے تحت ۹۸، اور ہندوستان کے کل ۲۴۰ شعرائے کرام کی نمائندہ غزلیں اس انتخاب میں شامل ہیں۔ اس طرح اس انتخاب میں کل ۴۲۵ شعرا کی غزلیں ہیں۔ غزل کے شعراء کو ایک نظر میں جاننے کے لیے غزلوں کا یہ انتخاب انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ توقع ہے کہ ادب کے طلباء اور اردو غزلوں سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے یہ انتخاب مفید ثابت ہوگا۔

اس اہم پیشکش پر مدیران کے ساتھ ساتھ اس کے مرتبین حیدر قریشی اور رشید افروز خصوصیت سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ◆◆

کتاب ہم نشیں اور تنہائی کی بہترین دوست ہے

انگریزی کتاب

تعارف و تجزیہ

ہندو نیشنلزم

☆تبصرہ: ڈاکٹر طاہر امین

ترجمہ: سید محمد اقبال

The Hindu Nationalist movement in India
by Cristophe Jaffrelot Edition:1998
Publisher: Columbia University Press N. York.
Pages: 536. Price: $ 19.50

۱۹۹۸ء میں ہونے والے عام انتخابات کے بعد بھارتیہ جنتا پارٹی کے برسر اقتدار آنے سے ہندوستانی سیاست میں گہری تبدیلیاں نمایاں ہوئی ہیں۔ جس کے دوررس اثرات ملک میں رہنے والے ہندوؤں اور غیر ہندوؤں کے تعلقات کے ساتھ ساتھ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ ہند کے تعلقات پر پڑیں گے۔

ہندوستان میں ایک جنگجو ہندو تحریک کے بے نظیر ابھار کو یہاں ایک جائز قوم پرستانہ عمل کہا جا رہا ہے۔ اس کے سنجیدہ اثرات نہ صرف اپنے ملک پر ہوں گے بلکہ پورے جنوبی ایشیا پر پڑیں گے بلکہ اس سے بھی آگے اگر ہم کے ایم پانکر اور ایس آر پٹیل کے الفاظ میں بیان کریں تو سوئز سے سنگاپور تک کے پورے "جھیل" (Lake) پر ہوں گے۔ زیادہ اچھا ہو اگر اسے ہندو قومی دھارے کی بجائے ہندوتو کا نام ہی دیا جائے۔ مگر مصنف نے ہندوتو کے موضوع پر بہت ہی کم اظہار خیال کیا ہے جو نو آبادیات کے بعد کا عمل ہے۔

کسی متعین تعریف کے علاوہ بھی کئی ایک سوالات ذہن میں ابھرتے ہیں۔ مثلاً ہندوتو قوم پرست نظریے کا مزاج کیا ہے؟ کون سی تنظیمیں اس کی علمبردار ہیں؟ انہوں نے اب تک کیا حکمت عملی اختیار کی ہے، ان کی حمایت کی سماجی بنیاد کیا ہے؟ ۸۰ اور ۹۰ کی دھائیوں میں ان کی حکمت عملی کس طرح فائدہ پہنچانے لگیں؟ اس ملک کے لیے اس کے اثرات و نتائج کیا ہوں گے، ان میں سے کچھ سوالوں کے جواب اس کتاب میں ملیں گے۔

مصنف نے اپنی اس ضخیم کتاب میں ہندو تحریک کے نظریے کا جائزہ قومیت اور نسل پرستی کے سلسلے میں ایک خاص مکتبہ فکر کے ڈھانچے میں لیا ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے Earnest Gleaned, A.D. Smith, Paul Brass، اور Clifford Greets کی نظریاتی بصیرت کا خاص طور سے فائدہ اٹھایا ہے۔ انہوں نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ ہندو قوم پرست تحریک ایک جدید عمل ہے جس کی تشکیل انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی میں ہوئی ہے یعنی برطانیہ کے نو آبادیاتی دور میں۔

مصنف کے خیال میں ہندو قوم پرستی کا منبع اونچی ذات کے ہندوؤں کی شروع کی گئی تحریک مثلاً آریہ سماج وغیرہ ہی

☆ڈاکٹر طاہر امین، کیمبرج یونیورسٹی کے شعبہ انٹرنیشنل اسٹڈیز میں اقبال فیلو ہیں۔

تھا۔ ۱۸۷۵ء میں قائم کی گئی یہ تحریک زیادہ تر برطانوی حکومت اور عیسائی مشنری کے رد عمل میں قائم کی گئی تھی۔ اس کی بنیادی دلچسپی ہندو تہذیب اور روایتی سماجی عناصر کو باقی رکھنے سے تھی۔ اصلاً یہ وہ برہمنی فکر ہے جو ایک منظم اور متحد ہندو سماج کے قیام کی خواہشمند ہے۔ وہ غیر ہندو قوموں کے جبری انجذاب میں یقین رکھتے ہیں۔ ان کے قوم پرستانہ خیالات پر نازی قوم پرستی اور اطالوی فاشزم کے گہرے اثرات ہیں۔ اس کے بانیوں نے ہندوازم کے منتخب روایتی عناصر کو جرمن اور اطالوی قوم پرستی سے ملا کر تیار کیا جس کا زور زبان، علاقہ اور سماجی ڈھانچے پر ہے۔

مصنف کا یقین ہے کہ اس طرح کی نسلی قوم پرستی مغربی نمونوں سے متاثر ہو کر تیار کی گئی ہے اور جسے اس فکر کے دو بڑے شیدائی وی ڈی ساورکر اور ایم ایس گولوالکر کی تحریروں میں دیکھا جاسکتا ہے۔

مصنف جفریلوٹ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ قوم پرست ہندو فکر اپنی موجودہ شکل میں روایتی ہندو مذہب سے بہت مختلف ہے۔ اس کا پھیلاؤ ایک جدید عمل ہے جو ہندو مذہب کے روایتی عناصر کے ہوتے ہوئے بھی ظہور پذیر ہوا ہے جس میں اپنے سماجی، ثقافتی بنیادوں کو ممتاز کرنا اور غیر ملکیوں کو ناپسند کرنا شامل ہے۔ (ص:۵) ان کا استدلال ہے کہ اس جنگجو ہندو قوم پرستی نے دوسروں کو ــــ مسلم اور عیسائی ــــ شرمندہ کرنے اور دھمکی دینے کی حکمت عملی اختیار کی۔ یہ اصطلاحات اس ثقافتی تنظیم نو کو بتاتے ہیں جسے بیرونی حملے سے بچنے کے لیے شروع کیا گیا ہے۔ چاہے وہ حقیقی ہوں یا خیالی ــــ عیسائی مشنریوں کے ذریعہ عیسائی بنانے، برطانوی حکومت کے اثرات اور مسلمانوں کے اندر حکومت کے جواب میں یہ حکمت عملی مسلمان اور عیسائی فرقہ کو دشمن قرار دیتے ہوئے ان کے مقابلے میں ہندو فرقے کے عدم تحفظ پر زور دیتے ہوئے اس بنیاد پر انہیں متحد کرنا چاہتی ہے۔ مثال کے طور پر مسلمان کا احساسِ اجتماعیت اور عیسائیوں کا نظم و ضبط ان کے نزدیک ایسی پسندیدہ خوبیاں ہیں جنہیں ہندوؤں کو اختیار کرنا چاہئے مگر دوسری طرف یہ باتیں ہندو قوم پرست نظریے میں معمولی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس لیے کہ انہیں تو بالآخر ان کے منصوبے کے مطابق ہندوؤں کے سماجی نظم میں گھل مل جانا ہے۔ ایک نمایاں ہندو قوم پرست لیڈر نے لکھا ہے کہ ہندو مسلم مسئلہ ہمیشہ کے لیے حل ہو سکتا ہے اگر مسلمان ہندوؤں کے طبقاتی نظام پر چھتری کی جگہ لے لیں۔ چار مشترکہ طبقاتی نظام میں چھتری تیسری منزل میں سمجھے جاتے ہیں اور نوکری کرنے والا طبقہ سمجھا جاتا ہے۔ پھر بھی مشکل یہ رہ جاتی ہے کہ لوگ اپنی مخصوص ذات میں پیدا ہوتے ہیں اور یہ چیز تبدیلی سے حاصل نہیں کی جاسکتی۔

ہندو قوم پرستانہ نظریات کے پھیلاؤ میں کئی تنظیموں نے بہت اہم رول ادا کیا جس میں شروع کے دور میں آریہ سماج، ہندو سنگھٹن اور ہندو مہاسبھا کا نام نمایاں ہے۔ ان کی حکمت عملی یہ تھی کہ ہندو سماج میں نفوذ حاصل کر کے اپنے نو دریافت ہندو نظریے کے لیے شعور بیدار کیا جائے۔ اس پیغام کا فرقہ پرستانہ کردار سیکولر قوم پرستی کے اس غالب اقدار سے مختلف تھا جس کی اشاعت ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم جواہر لال نہرو کی قیادت میں انڈین نیشنل کانگریس نے کی تھی۔ آزادی کے بعد سیکولرزم ہندوستانی سیاست کا ایک جائز طرز عمل بن گیا۔ ہندو قوم پرستوں کی طرف سے بابری مسجد، گاؤکشی، ہندی زبان اور اس طرح کے فرقہ وارانہ سوال اٹھائے تو گئے مگر کانگریس کے مضبوط موقف نے انہیں ان سے فائدہ نہیں اٹھانے دیا۔ ساتھ ہی یہ ان کی سیکولرزم کے معیار کی عکاس ہے کہ بابری مسجد نہرو کی وزارت عظمیٰ کے دور میں جبراً قبضہ کی گئی۔ مسجد کی جگہ رام مندر کی تعمیر کی اینٹیں (شیلا نیاس) ان کے نواسے راجیو گاندھی کے زمانے میں رکھی گئیں اور بالآخر ۶ر دسمبر ۱۹۹۲ء کو مسجد اس وقت مسمار کردی گئی جب ملک کے وزیر اعظم کانگریس پارٹی کے نرسمہا راؤ تھے۔

ہندوستان کے سیاسی منظر نامے میں ایک بڑی تبدیلی اس وقت رونما ہوئی جب ۷۰ اور ۸۰ء کی دہائیوں میں کانگریس خود ہندو ووٹ کی اپیل کرنے اور انہیں خوش کرنے کی کوشش ان بنیادوں پر کرنے لگے جن پر بی جے پی اور وی ایچ پی

جماعتیں کوشش کر رہی تھیں۔ اس بات نے ہندوتو کی سیاست کو جائز بنادیا۔ ہندتو کی علمبردار پارٹیوں اور ان کے پریوار کی حکمت عملی پھل دینے لگی۔ انہوں نے اپنے کام تقسیم کر لیے۔ جہاں آر ایس ایس، وی ایچ پی، بجرنگ دل وغیرہ نے فرقہ وارانہ مسائل کے سلسلے میں سخت موقف اختیار کیا اور نسلی بنیادوں پر لوگوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی وہیں بی جے پی نے ایک معتدل رویہ اختیار کیا تاکہ اس انڈین نیشنل کانگریس کا متبادل سمجھا جاسکے۔ بی جے پی نے مذہبی پہلو کو کم اہمیت دیتے ہوئے سماجی معاشی مسائل اور قومی مسائل پر زیادہ زور دیا تاکہ اس کے اثرات کا دائرہ وسیع ہو سکے۔

اس طرح رول کا تبادلہ ہو گیا۔ کانگریس فرقہ وارانہ بنیادوں پر اپیل کرنے لگی جبکہ بی جے پی ایک قومی پارٹی کا روپ لینے لگی، جس نے انتہا پسند فرقہ پرست تنظیموں کے لیے حالات کو سازگار بنایا۔ بی جے پی کی حامی تنظیموں نے گاؤکشی، بنگلہ دیش دراندازی، بابری مسجد، جموں کشمیر جیسے پرانے مسائل کو ہوا دی۔ ملک میں بدترین فسادات کروائے اور سیاسی فائدہ حاصل کیا۔ مصنف کے خیال میں ہندتو تحریک کے پھیلاؤ اور مسلم مخالف فسادات کی رفتار کے درمیان ایک متعین تعلق نظر آتا ہے۔ ہندو تنظیموں نے عوامی حمایت کے لیے بابری مسجد کو اپنی حکمت عملی میں ایک مورچے کے طور پر استعمال کیا۔ کانگریس کے اندر چونکہ خود اسی ہندتو کا زہر سرایت کر چکا تھا اور اس کے ساتھ سیاسی موقع پرستی بھی تھی اسی لیے کانگریس کے اندر بابری مسجد کے تحفظ کے لیے قوت ارادی موجود نہ تھی۔

ہندتو تحریک کی سماجی بنیادیں زیادہ تر شمالی ہند (یا ہندی علاقے) اور اعلیٰ ذات کے ہندوؤں میں ہیں۔ شہری علاقے کے متوسط طبقے، تاجر اور بڑے لوگ بی جے پی کی حمایت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ پارٹی پچھڑی ذات کے ہندوؤں اور غیر ہندوؤں میں ویسا اثر و نفوذ پیدا نہیں کر سکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب حکومت ہند نے منڈل کمیشن کی سفارشات کو نافذ کرنے کا فیصلہ کیا جس میں پچھڑی ذات کے لوگوں کے لیے چالیس فیصد ریزرویشن طے کیا گیا تھا۔ بی جے پی نے اس کی مخالفت کی۔ اس کے نزدیک نوکریوں میں ریزرویشن سماجی بنیادوں پر نہیں بلکہ معاشی بنیادوں پر ہونا چاہئے۔ اس طرح انہوں نے اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے ساتھ اپنا تعلق ظاہر کیا۔ بی جے پی رہنماؤں کا یہ بھی خیال تھا کہ اس سے ہندو سماج ذات کی بنیاد پر تقسیم ہو جائے گا۔

بی جے پی اب تک ایک علاقائی پارٹی رہی ہے۔ مصنف کے خیال میں وہ دھوکے سے ہی قومی پارٹی بن سکتی ہے۔ جیفرولٹ کے خیال میں اگر بی جے پی اقتدار میں آتی ہے تو ملک کی سالمیت کے لیے اس کے سنگین نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ (کتاب بی جے پی کے اقتدار میں آنے سے قبل لکھی گئی تھی)

مصنف کی یہ کتاب ہندو قوم پرست تحریک کو سمجھانے کی ایک نمایاں کوشش ہے۔ نظریہ، تنظیم اور تحریک کے بارے میں مصنف کا تجزیہ جامع اور عمیق ہے۔ انہوں نے مسائل کو جس طرح دیکھا ہے اس کے مطابق نتائج اخذ کیے ہیں جو اطمینان بخش اور مدلل ہیں۔

کتاب میں کچھ کمیاں بھی ہیں۔ کتاب کا کسا ہوا نظریاتی فریم کچھ ایسے سوالات کو حل کرنے سے مصنف کو روکتا ہے جو فطری طور سے کسی کے ذہن میں آسکتے ہیں۔ مصنف اگر اقدامی پس منظر اور قدامت پرستانہ نظریے کو ملا لیتے تو ہندو قوم پرستی کی بہتر تصویر کشی کر سکتے تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ مصنف ان مذہبی اعتقادات اور پچھلی تاریخ کی اس اہمیت سے واقف تو ہیں جو اس کو سمجھانے کے لیے ضروری ہے مگر اپنے اصولی انداز بیان کی وجہ سے اس میں جانا نہیں چاہتے۔

اسی طرح مصنف نے اس بات کی صحیح نشاندہی کی ہے کہ ۷۰ اور ۸۰ کی دہائیوں میں کانگریس نے وقتی سیاسی فائدے کے لیے کس طرح مذہبی علامتوں کو استعمال کیا اور اپنا رول ہی بدل لیا اور اس نے ہندوستان میں سیکولرزم کو کمزور بتانے یا ختم کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ مگر انہوں نے ان ممکنہ اسباب کا ذکر نہیں کیا جو ایک تہذیبی عمل کے طور پر ہندوازم کی

نشاۃ ثانیہ بن سکتا تھا۔

کیا یہ ممکن ہے کہ ہندو سماج خود ہی ایک تہذیبی تبدیلی کے دور سے گزر رہا ہے جسے روکنا کانگریس کے بس میں نہ تھا؟ کیا ہندو تہذیب کا احیا پوری دنیا میں تہذیبی اور تمدنی ٹکراؤ کا حصہ ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ یہ قوم پرستی کا عمل ہو ہی نہیں بلکہ کچھ روایات کی تجدید ہو اور جو بظاہر مغربی نمونے کی کوئی قوم پرست تحریک معلوم ہوتی ہو۔ اگر ایسا ہے تو مصنف کا تجزیہ ہندو قوم پرست حکمت عملی کو زیادہ کریڈٹ نہیں دیتا۔ وہ یہ بھی نہیں بتاتے کہ آزاد ہندوستان میں مسلمان ہندو اکثریت کے لیے کس طرح خطرہ ہو سکتے ہیں۔ وہ خطرے کی اس نفسیات کا ذکر کرتے ہیں جو ہندو اکثریت مسلم اقلیت سے محسوس کرتی ہے مگر مسلم خطرے کو پوری طرح بے نقاب نہیں کرتے۔ یہ بات قدرے تعجب خیز ہے کہ وہ اس خیال کی تائید کرتے ہیں کہ ۸۰ کی دہائی میں ہندوؤں کو عدم تحفظ کا قوی احساس ہونے لگا تھا۔ مگر اس کا مقابلہ غلط طور پر ۱۹۲۰ء کے سیاسی حالات سے کرتے ہیں۔

اسی طرح انہوں نے ہندوستان کے مستقبل پر ہندو قوم پرست تحریک کے ممکنہ رد عمل کا ذکر کرتے ہوئے بہت اختصار سے کام لیا ہے۔ کیا غیر ہندو پر اپنے نقطہ نظر کو تھوپنے کی بی جے پی کی پالیسی کے باوجود آگے چل کر ملک متحد رہ سکے گا؟ کیا بی جے پی اپنا ظاہری رویہ بدل کر کانگریس کی طرح ہو جائے گی یا اپنے نقطہ نظر پر اصرار کرتے ہوئے ملک کے بکھراؤ تک کو برداشت کرے گی؟ بی جے پی کے ہندو سماج کے تصور میں دیگر مذاہب کے ماننے والوں کا ہندوستان میں مستقبل کیا ہوگا؟ کیا اس ملک کے مسلمانوں، عیسائیوں اور سکھوں کو جبری تبدیلی مذہب یا مکمل خاتمے میں سے ایک کو پسند کرنا پڑے گا؟ مصنف کا ذہن اس طرف نہیں گیا کہ اس کے اثرات ملک سے باہر جنوبی ایشیا اور مغربی ایشیا پر بھی پڑیں گے۔

جموں و کشمیر کے بارے میں بی جے پی کے سخت گیر موقف کی وجہ سے ہند و پاک تعلقات کس حد تک متاثر ہوں گے؟ اگر بی جے پی کو مکمل اقتدار حاصل ہو گیا تو کیا وہ برصغیر کی تقسیم کے عمل کو الٹے طرف لے جائے گی؟ اور ایک مہابھارت بنانے کے اپنے دیرینہ خواب کو پورا کرے گی؟

ملک کی خارجہ پالیسی کس طرح بدلے گی؟ جنوبی ایشیا، بنگلہ دیش، سری لنکا اور افغانستان، ایران وسط ایشیا کے ساتھ تعلقات کیسے ہوں گے؟ بی جے پی حکومت کی مخصوص حکمت عملی سے کیا ہتھیاروں کی ایسی دوڑ شروع نہیں کر دی گئی ہے کہ جس کے نتائج جنوبی ایشیا اور پوری دنیا کے لیے بھیانک ہو سکتے ہیں؟ نیو کلیائی ہتھیاروں کے عدم پھیلاؤ اور میزائل کنٹرول سمجھوتوں کو کیا اس نے ٹکڑے ٹکڑے نہیں کر ڈالا ہے؟

کچھ کمیوں کے باوجود The Hindu Nationalist Movement ایک قابل مطالعہ کتاب اور مذہبی سیاسی لٹریچر میں ایک اہم اضافہ ہے۔ ◀◀

بشکریہ: امپیکٹ انٹر نیشنل (لندن)

مترجم کا پتہ: شبلی کالونی، نیو کریم گنج، گیا 823001 (بہار)

انگریزی میں ایک نئی کتاب

Education in Philosophical Perspective

By Dr. Zafar Alam Ph.D. (Education) Rs.150.00 H.B.

The book has been designed to meet the need of B.Ed. Students in the area of philosophy of education, but its scope is not limited as it deals with the meaning of education, the aims of education, the leading educational points of view and the education spirit of our country. It will also be found useful for general readers.

Contact: **Applied Publications Pvt. Ltd.**

(Basement) New Kohinoor Hotel, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-110002

وفیات OBITUARIES

بیگم قدسیہ اعجاز رسول

معروف سیاسی وسماجی شخصیت بیگم قدسیہ اعجاز رسول کا یکم اگست ۲۰۰۱ء کو طویل علالت کے بعد لکھنؤ میں انتقال ہو گیا۔ ان کی تدفین اپنے آبائی قبرستان سندیلہ (لکھنؤ) میں پورے ریاستی اعزاز کے ساتھ عمل میں آئی۔ ان کے انتقال پر اتر پردیش کے گورنر وشنو کانت شاستری وزیر اعلیٰ راج ناتھ سنگھ، کانگریس صدر پرکاش جیسوال، سابق وزار دفاع ملائم سنگھ یادو اور دیگر سیاسی وسماجی رہنماؤں نے تعزیت کی۔

بیگم قدسیہ، نواب اعجاز رسول (آف سندیلہ) کی بیوہ اور سر ذو الفقار علی خاں، نواب مالیر کوٹلہ پنجاب کی صاحبزادی تھیں۔ ان کی زندگی قومی، سیاسی، سماجی اور تعلیمی سرگرمیوں کے لیے وقف رہی۔ بیگم صاحبہ کی سیاسی زندگی کا آغاز مسلم لیگ سے ہوا جس کی وہ ایک فعال کارکن رہیں اور ان کے شوہر بھی مسلم لیگ سے وابستہ رہے۔ نواب صاحب یوپی میں مسلم لیگ کے جنرل سکریٹری تھے۔ تقسیم ہند کے بعد بیگم قدسیہ کانگریس سے وابستہ ہو گئیں اور تادم حیات اس کی وفادار کارکن رہیں۔

بیگم قدسیہ کا شمار کانگریس کے سرکردہ لوگوں میں ہوتا ہے۔ وہ ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی (Constituent Assembly) کی ۱۹۴۶ تا ۱۹۵۰ء رکن رہیں اور اب اس کی یہی ایک ممبر رہ گئی تھیں۔ اسمبلی کی رکنیت کے دوران وہ اسمبلی کی کارروائی میں بھرپور حصہ لیتی تھیں اور اقلیتوں کے بنیادی حقوق کی کمیٹیوں کی رکن بھی رہیں۔ صوبائی پارلیمنٹ کی تشکیل کے بعد وہ ۱۹۵۰ء سے ۱۹۵۲ء تک اس کی ممبر رہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے ووٹ سے ہی مذہب کی بنیادوں پر حکومت میں روزگار جاب ریزرویشن کو منسوخ کر دیا گیا تھا۔ انہوں نے تقسیم ہند کے بعد مولانا آزاد کے اشارے پر شمالی ہندوستان میں مسلم لیگ کے خاتمے کے سلسلے میں اہم رول ادا کیا تھا۔

۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۶ء تک ان کو راجیہ سبھا کا رکن مقرر کیا گیا اور ۱۹۵۸ء میں ان کو اتر پردیش کی لیجس لیٹو کونسل کا رکن منتخب کیا گیا۔ ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۸ء تک وہ ایک بار پھر راجیہ سبھا کی رکن بنائی گئیں۔ عوامی سطح پر ان کو بے حد مقبولیت حاصل تھی بالخصوص سندیلہ میں وہ کافی ممتاز شخصیت سمجھی جاتی تھیں۔ چنانچہ ۱۹۷۷ء میں وہ آزاد امیدوار کی حیثیت سے اتر پردیش کی اسمبلی کے لیے سندیلہ سے منتخب کی گئیں اور کیبی نیٹ سطح کی وزیر بھی مقرر کی گئیں۔

بیگم قدسیہ اتر پردیش اقلیتی کمیشن کی چیئر پرسن اور ایک عرصہ تک آل انڈیا ویمنس ہاکی ایسوسی ایشن کی صدر رہیں۔ انہوں نے سندیلہ اور لکھنؤ کے کئی علمی اور تعلیمی اداروں کی سرپرستی اور نگرانی کی۔ وہ کرامت حسین مسلم گرلز ڈگری کالج، لکھنؤ، آئی۔ آر کالج سندیلہ اور اعجاز رسول ڈگری کالج سندیلہ کی صدر بھی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ قدیم تہذیب و شرافت کا نمونہ اور قوم و ملت کی پرانی روایات واقدار کی حامل تھیں۔ ◀

کلیم حیدر شرر

جمعہ ۲۵ راگست ۲۰۰۱ء کو رات ایک بجے عروس البلاد ممبئی کے مشہور اردو شاعر (۵۰ سالہ) سید کلیم حیدر شرر مختصر سی علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

۱۹۷۰ء کے آس پاس ممبئی کے شعری افق پر ابھرنے والے ناموں میں کلیم حیدر شرر کسی تعارف کے محتاج نہیں تھے۔

انجمن اسلام (کرلا) ہائی اسکول اور مہاراشٹر کالج ممبئی کے طالب علم سید کلیم حیدر شرر کا آبائی وطن جونپور تھا۔ وہ اپنے طالب علمی کے زمانے سے ہی شعر گوئی سے دلچسپی رکھتے تھے اس مشق سخن نے انہیں اپنے ہم عمروں

میں ایک نمایاں حیثیت کا حامل بنادیا تھا۔ ممبئی کی شیعی مجالس اور محفلوں میں ان کے سلام اور نوحے بڑے عقیدت سے پڑھے اور سنے جاتے تھے ان کی غزلوں کا مجموعہ "پیاس" ترتیب کے مراحل میں تھا۔ مرحوم کے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ درج ذیل مشہور شعر انہیں کی یادگار ہے۔

مرے سجدے اسی دنیا میں میرے کام آئے ہیں
مرے قاتل نے مجھ کو میری پیشانی سے پہچانا

مولانا عبدالرشید طاہری

کشمیر کے ایک معروف و ممتاز دینی رہنما مولانا عبدالرشید طاہری کا حال ہی میں انتقال ہو گیا۔ ان کی عمر ۷۵ سال تھی۔ مولانا طاہری اہل حدیث مکتب فکر کے قائد تھے۔ انہوں نے تقریباً ۴۰ سال تک کشمیر میں دین کی اشاعت اور وعظ و نصیحت کی۔ ان کی زندگی انتہائی سادہ اور پاکیزہ تھی۔ وہ بلا تفریق مذہب و ملت عوام میں تعظیم و توقیر کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کی نماز جنازہ میں ہزاروں لوگوں نے شرکت کی۔ ◄

(ملی گزٹ، نئی دہلی)

قاری احمد ضیا ازہری

استاذ القراء قاری احمد ضیاء ازہری لکھنوی کا اچانک ۲۳ جمادی الاولیٰ مطابق ۱۴ر اگست ۲۰۰۱ء بروز منگل بوقت ۲ بج کر ۴۵ منٹ پر لکھنؤ کے ایک اسپتال میں انتقال ہو گیا۔

تجوید و قرأت کے شعبہ میں مرحوم کو ہندوستان گیر شہرت حاصل تھی۔ اترپردیش کے متعدد مدارس دینیہ نے ان کی وقتاً فوقتاً خدمات حاصل کر کے ان سے استفادہ کیا۔ ان کے سیکڑوں تلامذہ ملک بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ہندوستان کے مشہور قاری فخر القراء حضرت قاری محب الدین احمد الہ آبادی کے وہ نامور صاحبزادے تھے۔ ◄

(بشکریہ: ماہنامہ کنزالایمان، دہلی)

ڈاکٹر مغیث الدین فریدی

اردو کے مشہور و ممتاز شاعر، ادیب اور ہر دلعزیز استاذ ڈاکٹر مغیث الدین فریدی کا ۱۵ر جولائی ۲۰۰۱ء کو صبح میں جاج مئو کانپور میں انتقال ہو گیا۔ وہ ۷۵ سال کے تھے۔ ڈاکٹر مغیث الدین فریدی گیارہ سال پہلے شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی سے بحیثیت ریڈر ریٹائرڈ ہوئے۔ اس سے پیشتر سینٹ جانس کالج آگرہ میں شعبہ اردو میں لکچرر رہے۔ وہ دس سال سے جاج مئو (کانپور) میں مقیم تھے۔

کہا جاتا ہے کہ مرحوم کو تاریخ گوئی، تضمین نگاری اور فن عروض میں جو قدرت حاصل تھی اس کی دوسری مثال اس دور میں نظر نہیں آتی۔ فریدی صاحب کا شعری مجموعہ "کفر تمنا" ۱۹۸۹ء میں دہلی سے شائع ہوا تھا۔ نثر میں ان کی متعدد کتابیں ہیں۔

مرحوم ڈاکٹر فریدی شیخ سلیم چشتی کے خانوادے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی پیدائش ۱۹۲۶ء میں ہوئی تھی۔ اچھے اور صاف ستھرے خاندانی ماحول میں ابتدائی تعلیم و تربیت پائی اور کچھ مدت فتح پور سیکری میں گزاری اس کے بعد آگرہ کے سینٹ جونس کالج سے بی۔اے اور علی گڑھ سے ایم۔اے کیا۔ علی گڑھ سے تعلیم مکمل کرنے کے کچھ عرصہ بعد آگرے کے اسی سینٹ جونس کالج میں استاذ ہوئے جہاں سے وہ ایک طالب علم کی حیثیت سے فیض اٹھا چکے تھے۔ ۱۹۶۲ء میں فریدی صاحب کا دہلی یونیورسٹی کے شعبہ اردو میں بحیثیت استاذ تقرر ہوا اور یہیں سے ۱۹۸۹-۹۰ء کے آس پاس ریٹائر ہوئے۔ ◄

سید فتح علی

ڈاکٹر رضیہ حامد کی اطلاع کے مطابق بھوپال کی معروف شخصیت جناب سید فتح علی کا ۲۵ر جولائی ۲۰۰۱ء کو انتقال ہو گیا۔ انتقال کے وقت ان کی عمر ۸۶ سال تھی۔

انہوں نے اپنی پوری عمر سوائے ایک ماہ بستر علالت پر دراز ہونے کے سخت جدوجہد، محنت سے کام کرتے ہوئے

گزاری۔ وہ عمل پیہم کے پیکر تھے۔ ریاست بھوپال کے آخری فرماں روا نواب حمید اللہ خاں کے دور میں پرائیویٹ سکریٹری کے عہدے پر صرف خاص سے وابستہ ہوئے۔ نواب حمید اللہ خاں کے انتقال کے بعد بیگم ساجدہ سلطان اور پھر بھوپال ریاست کے قانونی وارث نواب منصور علی خاں پٹودی کے ساتھ اپنے منصبی فرائض حسن و خوبی ادا کرتے رہے۔ وہ سہ ماہی رسالہ "فکر و آگہی" دہلی کے سرپرست تھے اور علمی کاموں کی ہمیشہ سرپرستی فرماتے تھے۔ نواب سلطان جہاں بیگم ایجوکیشنل سوسائٹی کے بانی صدر تھے۔ بھوپال کی تاریخ سے نہ صرف واقف بلکہ نواب حمید اللہ خاں کے ہمراہ بہت سے تاریخی واقعات کے چشم دید گواہ بھی تھے۔ اگر یہ کہا جائے کہ بھوپال کی بولتی تاریخ تھے تو بے جا نہ ہوگا۔

مرحوم کے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک صاحبزادہ ڈاکٹر سید افتخار علی، پانچ بیٹیاں ڈاکٹر رضیہ حامد، ڈاکٹر رابعہ سلطان، ڈاکٹر راحت بدر، ڈاکٹر نعت سلطان، ڈاکٹر عطیہ سلطان وغیرہ شامل ہیں۔ ◄

راشد سہسوانی

اردو کے معروف صحافی راشد سہسوانی کا ۲۶ر جولائی ۲۰۰۱ء کو حرکت قلب بند ہونے سے انتقال ہو گیا۔ وہ ۶۹ سال کے تھے۔ ان کی پیدائش ۱۹۲۲ء میں سہسوان (بدایوں) میں ہوئی تھی۔ ان کی صحافتی زندگی کا آغاز "سینک سماچار" (ترجمان وزارت دفاع، حکومت ہند) سے ہوا۔ بعد ازاں وہ آل انڈیا ریڈیو سے وابستہ ہو گئے۔ ۱۹۹۲ء میں پبلی کیشنز ڈویژن سے ریٹائر ہوئے۔ ملک کے دیگر اردو اخبارات میں بھی ان کے مقالے شائع ہوئے تھے۔ انہوں نے کئی ناول اور افسانے لکھے۔ اردو ادب سے انہیں غیر معمولی لگاؤ تھا۔ اور انہیں زبان و ادب پر غیر معمولی قدرت حاصل تھی۔ ان کے پسماندگان میں اہلیہ، ایک بیٹی اور دو بیٹے شامل ہیں۔ ◄

ضیاء الدین احمد

مغربی بنگال اردو اکیڈمی کی گورننگ باڈی کے رکن اور معروف سیاسی و سماجی کارکن ضیاء الدین احمد کا ۱۶ر مئی ۲۰۰۱ء کو کولکاتا میں انتقال ہو گیا۔ ان کی پیدائش یکم جون ۱۹۳۷ء کو ہوئی تھی اور تعلیم کے بعد بنک کی ملازمت اختیار کرلی اور اپنی شناخت کل ہند بنک لیڈر کی حیثیت سے بنالی تھی۔ ۱۹۹۶ء میں پارٹی کی ایما پر بنک کی ملازمت سے مستعفی ہو گئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ مغربی بنگال اردو اکیڈمی کی گورننگ باڈی کے ایک فعال رکن تھے اور ہمیشہ اپنے مفید مشوروں سے اکیڈمی کو مستفید کرتے۔ وہ ڈیموکریٹک فورم فار نیشنل انٹگریشن کے تاسیسی رکن بھی تھے اور فی الوقت اس کے جنرل سکریٹری کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ وہ مغربی بنگال اقلیتی کمیشن کے بھی رکن تھے۔ ◄

(بشکریہ: روح ادب، سہ ماہی، کولکاتا)

نور تقی نور

اردو کے مشہور و ممتاز شاعر نور تقی نور کا ۹ر جولائی ۲۰۰۱ء کو ۸۲ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ پس ماندگان میں بیوہ، پانچ لڑکے اور ایک لڑکی ہیں۔

نور تقی نور کی پیدائش ۱۹ر جنوری ۱۹۱۹ء کو ہوئی تھی۔ انہوں نے شعر و شاعری کا آغاز ۱۲ سال کی عمر ہی میں کر دیا تھا۔ انہوں نے کئی اخبارات مثلاً ہفت روزہ پرواز، دیش بھگت، پیغام، ایشیا وغیرہ میں بطور مدیر، رپورٹر اور کالم نگار کام کیا۔ پرواز سے جڑے رہنے کے سبب ان کے شعری رجحان میں نکھار پیدا ہوا۔ اس کے مدیر اعلیٰ اور شاعر انقلاب کوثر قریشی نے ان کی مناسب اصلاح و تربیت کی اور ان کے استاذ کہلانے کا شرف حاصل کیا۔ نور تقی نور صاحب نہ صرف ہندوستان کے بیشتر چھوٹے بڑے شہروں میں مشاعرے پڑھنے گئے بلکہ پاکستان میں بھی اپنی شاعری کی تانیں اڑائیں۔

۱۹۹۷ء میں انہیں شوگر کا مرض لاحق ہوا جو جان لیوا

ثابت ہوا اور ۹؍جولائی ۲۰۰۱ء کی صبح کو ساڑھے آٹھ بجے ان کو ابدی نیند سلا گیا۔ بعد نماز عصر اسی دن ان کے موروثی قبرستان شیخ پٹھان (دیوناگری انٹر کالج کی پشت پر واقع) میں تدفین عمل میں آئی۔

نور تقی نور بہت مقبول اور حوصلہ مند شاعر تھے۔ ان کی گیارہ کتابیں شائع ہوئیں۔ نگاراں، ہر خوشبو، روشنی کا سفر، روپ رنگ (ہندی) پھول بولتے ہیں، لہر لہر، ندیا پیاسی (ہندی) جان من، چراغ شام، ہنسی کے پھول (ہندی) کے علاوہ ایک نعتیہ مجموعہ بھی چھپا ہے۔ ◄

(ہماری زبان، نئی دہلی)

خالد برکت

ممبئی کے معروف ناشر اور "کتابستان" کے مالک اور مولوی محمد سورتی تجار الکتب (عربی کتب) خالد برکت کا حرکت قلب بند ہو جانے سے ۱۹؍جون ۲۰۰۱ء کو انتقال ہو گیا۔ مرحوم تاجران کتب اور علمی حلقوں میں بہت مقبول تھے۔ وہ ممبئی کے مخلص اور ایماندار تاجر کتب خیال کیے جاتے تھے۔ ان کے انتقال پر ممبئی کے تاجران کتب نے گہرے دکھ کا اظہار کیا اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی۔ ◄

انور خاں

اردو کے مشہور افسانہ نگار انور خاں کا ۴؍ستمبر ۲۰۰۱ء کو بروز منگل ممبئی میں طویل علالت کے بعد اپنی رہائش گاہ (واقع جوگیشوری) پر انتقال ہو گیا۔ اور اس دن سہ پہر ساڑھے ۳؍بجے ناریل واڑی قبرستان (مجگاؤں) میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔ اس موقع پر شہر کے ممتاز اہل قلم اور مختلف شعبہ حیات سے تعلق رکھنے والے سرکردہ افراد کی بڑی تعداد موجود تھی۔

انور خاں یکم مارچ ۱۹۴۲ء کو ممبئی میں پیدا ہوئے جبکہ ان کے بزرگوں کا تعلق حیدر آباد سے تھا۔ انور خاں نے ناگپاڑہ پر واقع احمد سیلر ہائی اسکول سے ایس ایس سی کرنے کے بعد اسماعیل یوسف کالج میں داخلہ لیا۔ انگریزی ادب، تاریخ اور فلسفے میں انہوں نے گریجویشن کے بعد اردو اور فارسی میں ایم۔اے کیا اور ممبئی پورٹ ٹرسٹ میں ملازمت اختیار کی۔

انور خان کی چار کتابیں طبع ہو چکی ہیں، جن کے نام اس طرح ہیں۔ "راستے اور کھڑکیاں" فنکاری، یاد بسیرے افسانے کے مجموعے ہیں جبکہ "پھول جیسے لوگ" ناول ہے اتر پردیش اردو اکیڈمی اور مہاراشٹر اردو اکیڈمی سے ان کو ایوارڈز بھی مل چکے تھے۔ انہوں نے بچوں کی کہانیاں بھی لکھیں اور بچوں کے لیے ہی چینی کہانیاں اور عرب دیسوں کی کہانیاں ترجمہ کیں۔

سال بھر قبل وہ بی پی ٹی کی ملازمت سے سبکدوش ہوئے تھے کہ گردے کے عارضے میں مبتلا ہو گئے پہلے تو وڈالا کے بی پی ٹی اسپتال اور پھر کے ای ایم اسپتال اور آخر میں فوزیہ نرسنگ ہوم میں ان کا علاج ہوتا رہا۔ ہفتہ بھر قبل انہیں گھر منتقل کر دیا گیا تھا۔ مرحوم کے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ جمعرات کو بعد نماز عشا تیلی محلہ (ممبئی) کی رسول مسجد میں مرحوم کو ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا۔ ◄

قاسم منظر

ممبئی کے معروف اردو شاعر (۵۶ سالہ) قاسم منظر جو گزشتہ ایک مدت سے گردے کے عارضے میں مبتلا تھے، پیر ۱۳؍اگست ۲۰۰۱ء کو شام ۶؍بجے انتقال کر گئے۔ قاسم منظر کا اورنگ آباد (مہاراشٹر) سے تعلق تھا۔ ان کا کلام ملک کے مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہوتا تھا۔ وہ اپنے مجموعۂ کلام کو ترتیب دینا چاہتے تھے کہ اجل نے انہیں موقع نہیں دیا۔ مرحوم کے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ ایک لڑکا اور دو بیٹیاں ہیں۔ ◄

معراج بدایونی

تسلیم غوری کی اطلاع کے مطابق اردو کے معروف شاعر (۷۰ سالہ) معراج احمد معراج بدایونی ۴؍جولائی ۲۰۰۱ء کو طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ وہ ایک طویل مدت

تک بغرض ملازمت کانپور میں مقیم رہے۔ انہوں نے عروج زیدی اور فنا نظامی کے خطوط "مکتوبات عروج و فنا" کے نام سے شائع کیے تھے۔ مرحوم کے پسماندگان میں دو بیٹے اور معرف مزاح گو چاند بدایونی ان کے برادر خورد ہیں۔ ◄

اسلم محمود

اردو کے قدیم رسالے ماہنامہ "مومن" کے مدیر اسلم محمود ۲۶؍جولائی ۲۰۰۱ء کو بدایوں میں رحلت کر گئے۔ ماہنامہ "مومن" ۱۹۳۱ء میں جاری ہوا تھا۔ اسلم محمود کے والد گرامی مولانا محمود الحسن اپنے دور کے صاحب طرز ادیب سمجھے جاتے تھے۔ ◄

نذیر احمد

اردو کے مشہور و ممتاز صحافی اور صدر آندھرا پردیش اورینٹل گریجویٹس ایسوسی ایشن جناب نذیر احمد کا ۹؍اگست ۲۰۰۱ء کو انتقال ہو گیا۔ نماز جنازہ جامع مسجد تاڑبن میں ادا کی گئی اور تدفین قبرستان افضل گنج احاطہ درگاہ حضرت مدنی شاہ میں عمل میں آئی۔ نذیر احمد صاحب نے ربع صدی سے زائد مدت تک علمی، تعلیمی اور اردو جدوجہد سے متعلق جریدہ نکالا اور اردو کی مختلف انجمنوں اور تحریکوں سے وابستہ رہے۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے اردو زبان اور ذریعہ تعلیم کے مفادات کے تحفظ کے لیے زندگی بھر جدوجہد کی۔ ◄

(ہماری زبان، نئی دہلی)

ڈاکٹر بانو طاہرہ

اردو، فارسی اور انگریزی کی ممتاز شاعرہ اور ادیبہ ڈاکٹر بانو طاہرہ سعید کا مختصر علالت کے بعد ۷؍اگست ۲۰۰۱ء کو صبح پانچ بجے کے قریب حیدر آباد میں انتقال ہو گیا۔ ان کی عمر ۸۰ برس سے زائد تھی۔ ڈاکٹر بانو طاہرہ سعید بریگیڈیئر سعید (مرحوم) کی شریک حیات تھیں۔ چالیس برس سے وہ حیدر آباد کی اردو شعری ادبی اور علمی اداروں اور انجمنوں کے خاص جلسوں و مشاعروں میں شرکت کرتی تھیں۔ ان کا کلام ملک و بیرون ملک کے ادبی رسائل میں اکثر و بیشتر شائع ہوتا رہا ہے۔ ڈاکٹر بانو طاہرہ سعید کی سولہ کتابیں شائع ہو کر مقبول عام ہو چکی ہیں۔ "دامن گلزار" (مجموعہ کلام) آخری کتاب تھی۔ ڈاکٹر بانو طاہرہ سعید کی کتابوں پر آندھرا پردیش، بہار، مغربی بنگال اور اتر پردیش اردو اکیڈمی سے انعامات دیے گئے۔ بین الاقوامی اعزازات ایران، کیمبرج، اٹلی اور عالمی ادبی ایوارڈ (امریکہ) سے نوازا گیا۔ ان کی بعض انگریزی نظمیں کامن ویلتھ پوسٹ گریجویٹ کورس میں شامل کی گئی ہیں۔ ڈاکٹر بانو طاہرہ سعیدہ بے حد مخلص، ہمدرد اور ملنسار خاتون تھیں۔ ◄

(ہماری زبان، نئی دہلی)

ہیم لتا راج شیکھر

بنگلور سے شائع ہونے والا معروف انگریز مجلّہ "دلت وائس" کی مینجنگ ایڈیٹر، ہیم لتا راج شیکھر کا ۱۶؍جولائی ۲۰۰۱ء کو انتقال ہو گیا۔ ان کی عمر ۶۴ سال تھی۔ وہ معروف دلت مفکر اور دانشور وی۔ ٹی راج شیکھر کی اہلیہ تھیں۔ مجلّہ کی ادارت کے علاوہ دلت اور مظلوم خواتین کے بہبود اور فلاح کے لیے سرگرم رہتی تھیں۔

وہ ایک وکیل تھیں اور انہوں نے کرناٹک ہائی کورٹ میں کچھ عرصہ پریکٹس بھی کیا تھا نیز اکاؤنٹنٹ جنرل کی آفس میں آڈیٹر کے فرائض بھی انجام دیے تھے۔ گزشتہ ۲۰ برسوں سے انہوں نے اپنے شوہر مسٹر وی۔ ٹی۔ راج شیکھر کے مشن کے لیے اپنے کو وقف کر دیا تھا۔ وہ "دلت وائس" کے ذریعے معاشرے میں دلتوں پر ہونے والے ظلم کے خلاف صف آرا تھیں اور دلتوں کی ترقی کے لیے مسلسل کوشاں رہتی تھیں۔ ان کا خیال تھا کہ مہاتما گاندھی نے دلتوں کو ہری جن کہا تھا یعنی دیوتا کی اولاد لیکن ان کے مطابق دیوتا کی یہ اولاد ناجائز تھی۔ لہٰذا ہندوؤں نے اسے نیچ ذات بنا کر رکھ دیا۔ ◄

فکر انگیز اور سبق آموز کتابیں

◄ حقیقت نماز ►

مولانا امین احسن اصلاحی

نماز کی دین میں اہمیت، انسانی زندگی پر نماز کے اثرات، قوموں کی زندگی پر نماز کے اثرات اور ان کے عروج وزوال میں نماز کا رول، نماز کے موضوع پر ایک منفرد کتاب۔ قیمت: 23/=

◄ فلسفے کے بنیادی مسائل (قرآن حکیم کی روشنی میں) ►

مولانا امین احسن اصلاحی

خدا کی ذات و صفات، آخرت، جزاو سزا، جبر و اختیار، کائنات میں انسان کا مقام، نظام نبوت جیسے مسائل کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ کتاب میں قدیم و جدید فلاسفہ کی آراء پیش کرنے اور ان کا تجزیہ کرنے کے بعد قرآنی نقطۂ نظر کو پیش کیا گیا ہے۔ قیمت: 100/=

◄ عہد نبویؐ کے میدان جنگ ►

ڈاکٹر حمید اللہ (پیرس)

مایہ ناز محقق ڈاکٹر حمید اللہ کے گہربار قلم سے غزوات نبویؐ کے مقامات کی مختصر تاریخ اور دلنشین احوال۔ قیمت: 25/=

◄ علم وہدایت کے چراغ ►

مولانا عبدالرحمن پرواز اصلاحی

تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور محدثین کرام کی پر عزیمت زندگی کے ایمان افروز واقعات، زبان سادہ و سلیس، انداز بیان دلنشین۔ قیمت: 50/=

دوسرے مکتبوں کی کتابیں اور قرآن مجید بالخصوص دائرہ حمیدیہ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اور دارالمصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ کی مطبوعات ہم سے طلب کیجئے۔

ملنے کے پتے

البلاغ پبلی کیشنز

N-1، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ 110025

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز

دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ 110025

Advt. UBR-02/2001

نئی کتب

New Arrivals
Classified List

تحقیق و ترتیب: عارف اقبال

اسلامیات

نام کتاب	مصنف/مؤلف/مترجم	صفحات	قیمت	ناشر/تقسیم کنندہ
الاصلاح فیملی لائبریری	۱۹ جلدیں، ۱۷ کتب	۱۱،۱۸۴	۶۲۰۰/-	الاصلاح کمیونیکیشن، نٹ ورک، 53-B، فیصل ٹاؤن، لاہور
بزم صحابہؓ	پروفیسر قاضی محمد ابراہیم	۲۴۸	۱۰۰/-	A-2 بھوسلے پارک، ہڑپ سر، پونے، مہاراشٹر
پیارے نبی کی سیرت طیبہ	بشریٰ امام الدین	۲۶۴	۶۰/-	عرشی پبلشرز، چاندنی چوک، ناظم آباد، کراچی
تذکرہ سیدنا یوسف علیہ السلام (منظوم)	جلیس نجیب آبادی	۱۰۴	۱۰۰/-	مشعل راہ پبلی کیشنز، محلہ مردیگان، بجنور U.P
تعلیم القرآن (۳۰ پارے الگ الگ)	صابر قرنیؒ	فی پارہ	۳۲/-	ادارہ تعلیم القرآن، 19-C منصورہ، ملتان روڈ، لاہور
معہ مختصر حواشی	ترجمہ: مولانا فتح محمد خاں جالندھریؒ			
تفہیم الاحادیث حصہ اول	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	۴۰۸	۱۴۰/-	MMI پبلشرز، D-307، ابوالفضل انکلیو، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵
تفہیم الاحادیث حصہ سوم	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	۴۰۸	۱۴۰/-	MMI پبلشرز، D-307، ابوالفضل انکلیو، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵
حیات رسولؐ	ڈاکٹر محمد ابوسفیان	۲۲۲	۸۰/-	ادارہ اشاعت قرآن، ۲۹۴، توسیع کیوکری، لاہور کینٹ، لاہور
خزینہ درود شریف	مفتی محمد ارشاد القاسمی	۱۹۰	۱۰۰/-	زم زم پبلشرز، شاہ زیب سنٹر، اردو بازار کراچی
خطبات نبویؐ	مولانا حبیب الرحمٰن ندوی	۲۸۹	۶۰/-	ندوی برادرس، صدر بازار، مئوناتھ بھنجن U.P
	مرتب: عزیز الحسن ندوی			
رفیق حج وعمرہ	عبدالرؤف صدیقی	۳۴۰	۱۰۰/-	کرانیکل پرنٹرز، الطاف حسین روڈ، کراچی
قرآن، مقصد اور منہاج	حکیم محمد سعید	۱۱۲	۴۰/-	ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، ہمدرد سنٹر، ناظم آباد، کراچی
قرآنی حرمت اور ممانعت	محمد عارف الدین	۹۶	۵/-	الہدیٰ ایجوکیشنل سوسائٹی، 135، سٹی پولس لین
(اردو، ہندی، انگریزی میں آیات کے ترجمے)				پتلا برج، حیدر آباد 64
قرآن پاک کی تعلیم اور اس کی عظمت	مولانا مجیب اللہ ندوی	-	۱۵/-	مکتبہ جامعۃ الرشاد، اعظم گڑھ، 276001
(نیا ایڈیشن)				
القرآن الحکیم (پارہ عم کا منظوم ترجمہ)	انجم عرفانی	۷۲	۱۰/-	نصرت پبلشرز، حیدری مارکیٹ، امین الدولہ پارک، لکھنو
کلام نبوتؐ (جلد سوم)	مولانا محمد فاروق خاں	۴۳۴	۱۱۰/-	MMI پبلشرز، D-307، ابوالفضل انکلیو، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵
مجموعۂ قوانین اسلامی	آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ	۳۹۰	۱۴۰/-	76A/1 اوکھلا مین مارکیٹ، جامعہ نگر، نئی دہلی 25
محمدؐ بہ زبان محمدؐ (منتخب احادیث)	غوث محی الدین	۶۰	۱۷/-	مطبوعات ارحم، کراچی
معلم	وقار یوسف عظیمی	۱۶۰	۵۰/-	مکتبہ روحانی ڈائجسٹ 7/1 ون ڈی، ناظم آباد، کراچی
نور مبین فی القرآن الحکیم	محمد یونس سلیم	۲۰۰	-	فرید بک ڈپو، ۴۲۲، ٹیا محل، جامع مسجد، دہلی 6

سماجیات

نام کتاب	مصنف/مؤلف/مترجم	صفحات	قیمت	ناشر/تقسیم کنندہ
ابنارمل نفسیات (دوسرا ایڈیشن)	ریفرم روزن	۳۰۸	۷۲/-	NCPUL، W-B-1 ونگ 6 آر۔ کے، پورم، نئی دہلی۔ 66
	ت: ذکیہ مشہدی			
اسالیب الخطابۃ	مفتی جمیل احمد نذیری	۱۲۸	۲۰/-	مکتبہ صداقت، نوادہ، مبارکپور، اعظم گڑھ U.P

اسلام میں عدل اجتماعی کی اہمیت	ڈاکٹر اسرار احمد	۴۸	۱۲/-	مکتبہ انجمن خدام القرآن، 36-K ماڈل ٹاؤن، لاہور
اسلامی قانون ارتداد	ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن	۱۱۶	۴۸/-	مکتبہ انجمن خدام القرآن، 36-K ماڈل ٹاؤن، لاہور
اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش	پروفیسر یوسف سلیم چشتیؒ	۱۲۴	۴۸/-	مکتبہ انجمن خدام القرآن، 36-K ماڈل ٹاؤن، لاہور
پاکستانی معاشرہ لائحہ عمل کی تلاش میں	محمد موسیٰ بھٹی	۱۴۴	۷۵/-	سندھ نیشنل اکیڈمی ٹرسٹ 400-B یونٹ نمبر ۴ لطیف آباد، حیدر آباد
تعلیم نسواں	پروفیسر رب نواز	۷۸	۵۰/-	ادارہ تعلیمی تحقیق، ۳ بہاول شیر روڈ، لاہور
تلک جہیز ایک گناہ	افتخار عظیم چاند	۳۲	۲۰/-	عظیم پبلی کیشنز، بنگلہ خاں مرزا، پٹنہ 800006
حیرت کا پردہ	انجینئر نوید احمد	۱۵۲	۷۲/-	36-K ماڈل ٹاؤن، لاہور
خبریں سنئے (میڈیا)	حسین الدین قریشی	۱۲۶	۶۰/-	وِژن پبلی کیشنز، A-6/1 بلاک ۴، میزانن فلور الکرم اسکوائر، کراچی (پاکستان)
دعوت اسلام کا طریقہ اور داعی کے اوصاف	شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز	۴۰	۱۰/-	محمد وسیم صدیقی ندوی، مدرسہ مظہر الاسلام بلوچبوترہ، لکھنؤ
دینی مدارس کی مثالی خدمات	زاہد الراشدی عبدالوحید اشرفی	۹۶	۶۰/-	مکہ کتاب گھر، سکنڈ فلور، الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور
رد قادیانیت کے زریں اصول	مولانا منظور احمد چینوٹی مرتب: مولانا سلمان منصور پوری	۴۴۰	۱۵۰	دار الکتاب، عزیز مارکیٹ، اردو بازار، لاہور
رواداری اور پاکستان	محمد صدیق شاہ بخاری	۵۳۶	۲۰۰/-	علم و عرفان پبلی کیشنز، 7-C ماتھر اسٹریٹ، لوئر مال، لاہور
زندہ قائد اعظم (اقتباسات محمد علی جناح)	منظور حسین عباسی	۱۶۰	۱۳۰/-	بک مین، الشجر بلڈنگ، نیلا گنبد، لاہور (پاکستان)
سچی حکایات (پانچ حصے)	ابوالنور محمد بشیر قادری رضوی	۸۰۸	۱۶۰/-	رضوی کتاب گھر، ۴۲۵، مٹیا محل، دہلی 110006
سورج چاند گرہن اور قرآن مجید	عبدالکریم پاریکھ	۷۲	۲۰/-	فرید بک ڈپو، ۴۲۲، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی 6
صحرا کے پھول	ڈاکٹر سید سجاد حیدر	۱۲۸	۵۰/-	انشاء پبلی کیشنز، 25-B زکریا اسٹریٹ، کولکاتہ۔73
فتاویٰ عالمگیری اور اس کے قوانین	مجیب اللہ ندوی	-	۶۵/-	تاج کمپنی، ترکمان گیٹ، دہلی 110006
فقہ عبداللہ بن عباس	ڈاکٹر محمد رورس قلعے جی ترجمہ: عبدالقیوم	۸۷۲	۳۷۵/-	ادارہ معارف اسلامی، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور
گھومتی پھرتی کائنات	مولانا عبدالکریم پاریکھ	۴۰	۱۰/-	فرید بک ڈپو، ۴۲۲ مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی 110006
محاصرہ قادیانیت	محمد طارق رزاق	۲۲۴	۹۰/-	عالمی مجلس ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان
نظام الفتاویٰ (جلد اول)	مفتی نظام الدین اعظمیؒ	۲۶۰	-	تاج کمپیوٹرائزڈ پبلی کیشنز ہاؤس، خفتہ محل، دیوبند UP
ہند کا دور ابتلاء	محمد سلیمان صابر مرحوم	۵۲۵	۲۳/-	گلی پائی والی، حسام الدین، دہلی 110006

تذکرہ / تاریخ / سوانح

آئینہ نما: شمیم احمد شمیم (۱۹۲۷۔۱۹۸۰ء)	قرۃ العین	۳۴۲	۲۰۰/-	انجمن ترقی اردو (ہند) ۲۱۲، راؤز ایونیو، نئی دہلی۔2
پندرہویں صدی ہجری میں خلافت راشدہ کا سیاسی و اقتصادی نظام	محمد شریف چغتائی	۱۲۶	-	غفور منزل، 9 جان محمد روڈ، انار کلی، لاہور

چون سالہ تاریخ پاکستان: امریکی سازش اور غیبی حفاظت کی پر اسرار داستان	احمد عرفان / شفیق الاسلام فاروقی	۱۰۰	۴۰/-	حرا پبلی کیشنز، اردو بازار، لاہور (پاکستان)
روشن ستارے (۷ شخصیات کا تذکرہ)	غلام نبی مومن	۶۹	۶۰/-	مومن پبلی کیشنز، کلیان (مہاراشٹر)
سقوط بغداد سے سقوط ڈھاکہ تک	مولانا محمد افضل	۵۶۵	۳۶۰/-	مجاہد اکیڈمی، پوسٹ بکس 2021، لاہور
سوانح حضرت مولانا عبدالحقؒ (دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے بانی)	عبدالقیوم حقانی	۳۲۰	۱۲۰/-	القاسم اکیڈمی، جامع ابوہریرہ، خالق آباد، نوشیرہ، پاکستان
سیاحت ماجدی	مولانا عبدالماجد دریابادی مرتب: محمد راشد شیخ	۳۶۰	۱۸۰/-	ادارہ علم و فن، 108-B الفلاح، ملیر ہالٹ، کراچی
صدائے عبرت	مولانا ابوالخیر فاروقیؒ	۲۸۸	۱۰۰/-	ربانی بک ڈپو، کٹرہ رحمانیہ، مدن پورہ، وارانسی
فیض الغنی (مولانا عبدالغنیؒ کشمیری)	پروفیسر محمد یعقوب شائق	۲۸۸	۱۵۰/-	سدا بہار پبلی کیشنز، اردو بازار، لاہور
ہم نے بھی ایران دیکھا	ہارون رشید علیگؒ	۸۰	۶۰/-	فاران بک ڈپو، 47، محمد علی روڈ، ممبئی 400003

شخصیات

آئینہ خوش رنگ: عمران عظیم بحیثیت شاعر	تنویر احمد	۱۱۲	۱۰۰/-	نرالی دنیا پبلی کیشنز، 338-A، بازار دہلی گیٹ، نئی دہلی 2
ادیب الاطفال: ایم یوسف انصاری حیات اور کارنامے	عبدالمجید سرور	۶۴	۲۵/-	اطفال بک ڈپو، بدر کا باڑہ، مالیگاؤں، مہاراشٹر
پروفیسر آفاق صدیقی اور سندھی ادب	حبیب الرحمٰن / مہر النساء	۱۶۰	۱۵۰/-	پاکستان اسٹڈی سنٹر، جامعہ کراچی P.B.8450 کراچی۔75270
جاں نثار اختر: شاعر جدید	ڈاکٹر اسلام عشرت	۱۲۸	۱۰۰/-	نیو کالونی، دگھا گھاٹ، پٹنہ۔800011
حامد کاشمیری: حیات و خدمات	معصرہ بیگم	۲۲۸	۲۰۰/-	کمپیوٹرسٹی، راج باغ، سری نگر (کشمیر)
دیانرائن نگم	نامی انصاری	-	۲۵/-	ساہتیہ اکیڈمی، رویندر بھون، ۳۵، فیروز شاہ روڈ، نئی دہلی 1
سید حرمت الاکرم: حیات و خدمات	ڈاکٹر ایس۔ جی۔ آئی۔ حیدر	۲۳۷	۲۰۰/-	6۔ نوی محمڈن بریئل گراؤنڈ لین، کولکاتا 23
شاد عظیم آبادی اور ان کی نثر نگاری	وہاب اشرفی	۲۸۸	۲۰۰/-	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس 3108 لال کنواں، دہلی۔6
شکیل الرحمٰن: ایک لیجنڈ	شعیب شمس	۶۳۵	۴۰۰/-	عرفان پبلی کیشنز، شاستری نگر، موتیہاری ۸۴۵۴۰۱ (بہار)
طاہر تلہری: شخص اور شاعری	م۔ ڈاکٹر تابش مہدی	۱۶۰	۲۰۰/-	ادبیات عالیہ اکادمی، G5/A ابوالفضل انکلیو، اوکھلا جامعہ نگر، نئی دہلی۔۱۱۰۰۲۵
کشمیر خواتین اولیاء کے کارنامے	یوگندر سکند	۱۳	-	اوکس ووڈ اپارٹمنٹس، ۸واں مین، پہلا کراس کورمنگلا، بنگلور۔34
محقق غالب: کالی داس گپتا رضا	محمد عارف خاں / ثاقت صدیقی	۱۵۲	۵۰/-	انجمن ترقی اردو (ہند) 212، اردو گھر، نئی دہلی۔2
مناظر عاشق ہرگانوی: ناقد اور محقق	ڈاکٹر شمس تبریز خاں	۲۸۸	۲۵۰/-	مکتبہ کہسار، بھاگل پور (بہار)
مناظر عاشق ہرگانوی: بحیثیت شاعر	ڈاکٹر منیر حسینی منیر	۳۶۰	۳۰۰/-	نرالی دنیا پبلی کیشنز، دہلی گیٹ بازار، نئی دہلی۔2
وہاب اشرفی: شخصیت اور فن	ڈاکٹر مناظر حسن	۳۸۰	۲۵۰/-	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 3108، لال کنواں دہلی۔6

ادبیات — تحقیق و تنقید و طنز و مزاح

بغیر نقشے کا مکان (مزاحیہ مضامین)	منور رانا	-	۱۰۰/-	پہچان پبلی کیشنز، 1۔ برن تلہ، الٰہ آباد U.P
پریم چند کا سیکولر کردار اور دیگر مضامین	مانک ٹالا	۲۲۵	۲۰۰/-	مکتبہ جدید، گولا مارکیٹ، دریا گنج، نئی دہلی۔110002
ترکی بہ ترکی (طنز و مزاح)	پروفیسر عبداللہ مہدی	۱۴۴	۱۰۰/-	شگوفہ، 31 بیچلرز کوارٹرس، معظم جاہی مارکیٹ حیدر آباد (پاکستان)
تنقید کی زبان	پروفیسر ایم کمال الدین	۱۶۰	۱۶۰/-	کمالستان، محلہ لال باغ، در بھنگہ 846004 (بہار)
جرأت رندانہ (نظریات و شخصیات)	پروفیسر طاہر محمود	۲۶۰	۲۵۰/-	نرالی پبلی کیشنز، نئی دہلی۔2
حرف زار (تنقید و تبصرہ)	عمران عظیم	۱۱۲	۸۰/-	نرالی پبلی کیشنز، نئی دہلی۔2
خاطر خواہ (طنز و مزاح)	رشید الدین	۱۲۰	۱۵۰/-	رشید گلشن، سنتوشی نگر کالونی، مہدی پٹنم، حیدر آباد
رِند ساغری: دھوپ کا مسافر	ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی	۱۲۸	۱۲۰/-	نرالی پبلی کیشنز، نئی دہلی۔2
فیض شناسی (تنقید)	عبدالقوی	-	۱۰۰/-	961 Auger Avenue, Sudbury, Ontario P3A 4A7 Canada
کیریئر گائڈنس (مضامین)	ناوک حمزہ پوری	۱۲۸	۵۰/-	دار الادب حمزہ پور، شیر گھاٹی، گیا۔ 824211 (بہار)
نقد و بصر	ڈاکٹر صابر سنبھلی	۱۶۰	۶۰/-	طلحہ وقار غالب، سیف خاں سرائے، سنبھل، مراد آباد

ادبیات — افسانے / ڈرامے / ناول

آنکھ جو سوچتی ہے (ناول)	کوثر مظہری	۱۵۸	۱۵۰/-	انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی۔110002
انقلاب مردہ باد (ڈرامہ)	اشتیاق احمد	۹۶	۱۰۰/-	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ممبئی، دہلی، علی گڑھ
پکار (افسانہ)	محمد قاسم علوی	۹۵	۷۵/-	علوی پبلی کیشنز، کیو 78 ایس۔اے فاروقی روڈ کولکاتہ۔700024

شعری مجموعے

آئیں، بائیں، شائیں	شاہد عدیلی	۱۲۰	۵۰/-	23-2-190 مغل پورہ، حیدر آباد، A.P،500002
اعراب زندگی	محمد عارف	۲۴۴	۱۲۰/-	B-13 رحمت اللہ اسٹریٹ، نمبر ۱۴، محلہ حیات گنج سانندہ کلاں، لاہور
جروینی	گلزار	۱۲۹	۱۹۵/-	بوسکیانی، پالی ہل، باندرہ، ممبئی 400050
تلافی	شاہد عزیز	۱۴۴	۹۰/-	راجستھان اردو اکیڈمی، J-3، سبھاش مارگ، C۔اسکیم جے پور۔302001
جھونکے شبنم سخن کے	صاحبزادہ برہان علی خاں کلیم	۳۴۴	۱۲۰/-	بیت المقدور 438-7-22 پرانی حویلی، حیدر آباد 2
خود شگفتگی	انور شمیم انور	۱۴۴	۱۵۰/-	کوکن اردو رائٹرز گلڈ، P.B. 6054، نیروبی (کینیا)
صلو علیہ و آلہ	ڈاکٹر اشفاق انجم	۱۱۲	۱۰۰/-	749، نیا پوری، مالیگاؤں، 423203 مہاراشٹر
صنم کدہ	آزر نعمانی	۱۳۵	۱۳۵/-	باجوڑی محلہ، خسرو باغ روڈ، رامپور U.P
قطار	رؤف خیر	۱۱۲	۱۰۰/-	خیری پبلی کیشنز، 9-10-202/19 رسالہ بازار گولکنڈہ، حیدر آباد، 500008

کہو ظل الٰہی سے	منور رانا	-	۱۰۰/-	پہچان پبلی کیشنز، 1۔ برن تلہ، الٰہ آباد U.P
گم گشتہ	اعجاز عسکری	۱۳۱	۳۰/-	ڈاکٹر نسیم اعجاز ۷ ۲ د کشنا پورم، JNP، نئی دہلی۔ ۶۷
لفظ لفظ گہر (کرل "کا ترجمہ)	تروولور ترجمہ: مختار بدری	۲۷۲	۱۰۰/-	ذکر و فکر، ۲۔ رحمت اللہ اسٹریٹ کرشن گری۔635002 (کرناٹک)
لمس کی خوشبو	اطیب اعجاز	۱۱۲	۱۰۰/-	حسامی بک ڈپو، مچھلی کمان، حیدر آباد۔ A.P
مسند خاک	اکرام خاور	۱۲۰	۸۰/-	نرالی دنیا پبلی کیشنز، نئی دہلی۔2
نقوش اصغر (رباعیات)	اصغر ویلوری	۱۲۰	۶۰/-	نمبر۔ ۱۲ کمارن نگر، چنئی 600082 تمل ناڈ
نئے معرکوں کی بشارت	صابر آفاقی	۲۰۸	۱۲۰/-	دستاویز مطبوعات، ۱۵ اعجاز پلازہ، پہلی منزل، نیلا گنبد، لاہور

طب و صحت / تعلیم

پھل بولتے ہیں	سید رشید الدین	-	۲۰/-	ہمدرد فاؤنڈیشن، ناظم آباد، کراچی۔74600
دانت اور صحت	الطاف حسین صدیقی	-	۷۵/-	مکتبہ جامعہ، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی 110086
رہنمائے صحت: گھریلو علاج	حکیم سعد محمد غوث	۱۲۲	۳۵/-	ماماسلک ساریز، عائشہ پلازہ، مین روڈ، بھٹکل، (کرناٹک)
شعور فن برائے یو۔جی۔سی امتحانات	ڈاکٹر فخر الاسلام اعظمی ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی	۴۳۶	۱۲۰/-	شبلی نیشنل کالج، اعظم گڑھ 276001 یوپی

بچوں کا ادب

پیار کی خوشبو (نظمیں)	عباس العزم	۱۰۴	۴۰/-	فردوس ادب G-613،410-C، اسلام آباد
سانچ کو آنچ نہیں (کہانیاں)	سلطان آزاد	۳۲	۲۰/-	مکتبہ آزاد، پنولین، گلزار باغ، پٹنہ 800007
سچے موتی (نظمیں)	سید مجیب الرحمٰن بزمی	۹۶	۵۵/-	قصر بزمی، رحمت کالونی، ڈورنڈہ، رانچی، جھارکھنڈ
عالمی معلومات کوئز	حامد اقبال صدیقی	۱۶۰	۷۵/-	ہز پبلی کیشنز، 228-202 وینا تھ بلڈنگ تھرڈ فلور روم نمبر 12، پی۔بی۔مارگ، ممبئی 400004
ہاں سکھی نا سکھی (کہہ مکرنیاں) پہیلی	نور پیکر	۳۲	۱۰/-	نور پیکر 22-21 کاویز گھاٹ روڈ، شب پور ہوڑہ 2

متفرقات

تعارف موسیقی	محمد رمضان فیمس	۸۰	۲۰/-	447، اسلام پورہ، گلی نمبر 10، مالیگاؤں (مہاراشٹر)
علم الاعداد (منظوم)	مختار بدری	۲۴	۱۰/-	فکر و ذکر 2، رحمت اللہ اسٹریٹ، کرشنگری 635002

رسائل و مجلات

اسباق، کالی داس گپتا رضا نمبر (سہ ماہی)	مدیر: نذیر فتح پوری	۳۳۶	۲۰۰/-	102-B/230 سائرہ منزل، وِمان درشن لوہ گاؤں روڈ پونے۔411032 (مہاراشٹر)
انشاء (ماہنامہ) خصوصی گوشہ قتیل شفائی	ف۔ س اعجاز	۶۴	۲۰/- (سالانہ ۱۲۰/-)	انشاء پبلی کیشنز، B-25 زکریا اسٹریٹ، کولکاتا 73
ترجمان صفہ (دار العلوم دیوبند نمبر)	حمید اللہ راہی	۲۰۰	۵۵/-	صفہ فاؤنڈیشن، دی صفہ سکول بدرسی، نوشہرہ (پاکستان)
التغابن۔ ۴ جولائی۔ دسمبر ۲۰۰۱ء	ابن اسماعیل	۲۰۸	۵۰/-	پنڈت بلڈنگ، مین چوک، سوپور، کشمیر 193201

توازن (تازہ شمارہ)	عتیق احمد عتیق	-	۳۰/-	۵۴، ۴۲، نیاپورہ، مالیگاؤں، 423203 مہاراشٹر
دعوت (سہ روزہ) مسائل اور مسلم عوام	پرواز رحمانی	۱۴۶	۲۵/-	ابوالفضل انکلیو، دعوت نگر، جامعہ نگر، نئی دہلی 25
سفیر نعت (کتابی سلسلہ، صبیح رحمانی نمبر)	آفتاب کریمی	۱۲۸	-	آفتاب اکیڈمی، ۴۴۲، پی۔ آئی۔ بی کالونی، کراچی
السیرۃ العالمی شمارہ:۵، کتابی سلسلہ	سید فضل الرحمٰن	۴۱۶	۱۰۰/-	A-4/17، ناظم آباد نمبر۔۶، کراچی 18 (پاکستان)
(مجلّہ) سیارہ اشاعت خاص ۴۷	پروفیسر آسی ضیائی	۱۳۶	۵۰/-	ایوان ادب، اردو بازار، لاہور
العلم، سہ ماہی (قائداعظم نمبر)	سید مصطفیٰ علی بریلوی	۲۰۰	۶۰/-	اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، J-45/10,1 ناظم آباد، کراچی (پاکستان)
کنزالایمان، ماہنامہ خصوصی شمارہ: بیاد گار شارح بخاری	یٰسین اختر مصباحی	۵۶	۱۰/-	(سالانہ: ۱۱۰/-) ۴۲۲، ضیا محل، جامع مسجد، دہلی 6
معارف رضا (ماہنامہ) دار العلوم منظر اسلام بریلوی نمبر	صاجزادہ وجاہت رسول قادری پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	۳۲۰	۱۳۰/-	جاپان منشن، رضا چوک (ریگل) صدر کراچی 74400
ماہیہ روپ (سہ ماہی) پہلا شمارہ	وزیر پانی پتی / سید معراج جامی	۱۱۲	۵۰/-	P.B.17667 کراچی 75300
میثاق (ماہنامہ) اشاعت خصوصی کشمیر اور بھارت۔پاک تعلقات (ستمبر ۲۰۰۱ء)	مدیر مسئول: ڈاکٹر اسرار احمد	۴۸	۱۰/-	(سالانہ: ۱۰۰/-) K-36، ماڈل ٹاؤن، لاہور
نئی ادبی دریافت (ماہنامہ) پہلا شمارہ	مدیرہ: زیب النساء ترتیب: چودھری ابن البصیر	۸۰	۱۵/-	(سالانہ: ۱۵۰/-) پہچان پبلی کیشنز، ۱، برن تلہ الٰہ آباد 211003 (یوپی)
وقت (سہ ماہی) پہلا شمارہ جلد: ۲	سید منظر امام	۴۸	۱۵/-	(سالانہ: ۶۰/-) امیر فاطمہ اشاعتی مرکز، فاطمہ ہاؤس واسع پور، دھنباد 826001 (بہار)
ہائکو انٹرنیشنل (رئیس علوی نمبر)	سہیل احمد صدیقی	۱۶۱	۷۰/-	P.B. 17999، ہیڈ پوسٹ آفس، گلشن اقبال، کراچی
یوجنا (اردو) خصوصی شمارہ: یوم آزادی	سبھاش سیٹھیار عابد کرہانی	۷۲	۱۵/-	کمرہ نمبر A-538 پانچواں منزل، یوجنا بھون، (سالانہ: ۷۰/-) سنسد مارگ، نئی دہلی۔ 110001

بقیہ ص: 87 کتابیں موصول ہوئیں

کشمیری خواتین اور اس کے کارنامے	یوگندر سکند	2001	13		4304، اوکس روڈ اپارٹمنٹس، ۸واں مین پہلا کراس، کورمنگلو، بنگلور 560011
کیریئر گائڈنس (مضامین)	ناوک حمزہ پوری	2001	128	50.00	دار الادب حمزہ پور، شیر گھاٹی، گیا 824211 بہار
گھنی چھاؤں کا پیڑ (شاعری)	امین حزیں	2000	112	100.00	اعظم کیمپس، نیو مودی خانہ، پونے 411002
لفظ لفظ گہر (شاعری)	ترودلور ر مختار بدری		272	100.00	ذکر و فکر 2 رحمت اللہ اسٹریٹ، گرشنگری 635002
لمس کی خوشبو (شاعری)	اطیب اعجاز	2001	112	100.00	حسامی بکڈپو، مچھلی کمان، حیدر آباد A.P
مجموعۂ قوانین اسلامی	آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ	2001	390	140.00	76A/1 اوکھلا مین مارکیٹ، جامعہ نگر، نئی دہلی 25
نقد و بصر (تنقید)	ڈاکٹر صابر سنبھلی	2001	160	60.00	طلحہ وقار غالب سیف خاں سرائے، سنبھل مراد آباد
ہاں سکھی نا سکھی (کہہ مکرنیاں)	نور پیکر	2001	32	10.00	22/21 کادیر گھاٹ روڈ، شیب پور، ہوڑہ

تبصرہ کے لیے اپنی کتاب کی دو جلدیں ارسال فرمائیں۔ایک جلد موصول ہونے کی صورت میں تبصرہ شائع نہیں ہوسکے گا۔ (مدیر)

کتابیں موصول ہوئیں Acknowledgements

نام کتاب	مصنف / مؤلف / مترجم	ایڈیشن	صفحات	قیمت	ناشر / تقسیم کنندہ
آسماں پر آسماں (شاعری)	شکیل گوالیاری	2000	128	100.00	شاعر، لوہاگڑھ لشکر، گوالیار 474001
ادبی مقالات سعید	حکیم محمد سعید	2000	104	75.00	ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، ناظم آباد، کراچی (پاکستان)
انقلاب مردہ باد (ڈرامہ)	اشتیاق احمد	2001	96	100.00	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ممبئی، دہلی، علی گڑھ
بے ادبیات (تنقید)	رضوان اللہ	2000	160	75.00	D-178، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی 25
بھودیوتاؤں کی بات چیت (افسانہ)	وی ٹی راج شیکھر	-	99	20.00	دلت ساہتیہ اکیڈمی، 109، ساتواں کراس پیالس لوئر آرچرڈس، بنگلور 560003
پکار (افسانہ)	محمد قاسم علوی	2001	96	75.00	علوی پبلی کیشنز، Q-78، ایس ایس فاروقی روڈ کولکاتا۔ 700024
تذکرہ سیدنا یوسفؑ (منظوم)	جلیس نجیب آبادی	2001	104	100.00	مشعل راہ پبلی کیشنز، محلّہ مردگان، بجنور U.P
تعارف موسیقی	محمد رمضان قیس	2001	80	20.00	447، اسلام پورہ، گلی نمبر 10، مالیگاؤں، مہاراشٹر
التقابن مجلّہ۔ ۴ دسمبر	ابن اسماعیل	2001	208	50.00	پنڈت بلڈنگ، مین چوک، سوپور، کشمیر 193201
حرف ناگفتنی	ڈاکٹر عبدالقدیر مقدر	2000	128	50.00	گونج پبلی کیشنز، 14-1-35/2 اعظم روڈ، نظام آباد
سانچ کو آنچ نہیں (کہانیاں)	سلطان آزاد	2001	32	20.00	مکتبہ آزاد، پنولین، گلزار باغ، پٹنہ 800007
سلسلے صداؤں کے (شاعری)	اسرار اکبر آبادی	1990	128	50.00	سرکار بک ڈپو، کلکٹریٹ روڈ، آگرہ (یوپی)
شعور فن (برائے UGC)	ڈاکٹر فخر الاسلام اعظمی ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی	2001	436	120.00	شبلی نیشنل کالج، اعظم گڑھ 276001
شکیل الرحمٰن: ایک لی جنڈ	شعیب شمس	2001	635	400.00	عرفان پبلی کیشنز، شاستری نگر، موتی ہاری 845401 (بہار)
شگوفہ خیال (انشائیہ)	ڈاکٹر محمد کوثر اعظم	1999	116	65.00	کتاب منزل، سبزی باغ، پٹنہ 800004
صحرا کے پھول	ڈاکٹر سید سجاد حیدر	2001	128	50.00	انشاء پبلی کیشنز، B-25، زکریا اسٹریٹ، کولکاتا 73
صلو علیہ آلہ (شاعری)	ڈاکٹر اشفاق انجم	2001	112	100.00	۹۴/۷، نیاپوری، مالیگاؤں 423203
طاہر تلہری: شخص اور شاعری	مرتب: ڈاکٹر تابش مہدی	2001	160	200.00	ادبیات عالیہ اکادمی، G-5/A، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی 25
علم و ہدایت کے چراغ	مولانا عبدالرحمٰن پرواز اصلاحی	2001	164	50.00	البلاغ پبلی کیشنز، N-1، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی 25
عہد نبویؐ کے میدان جنگ	ڈاکٹر حمید اللہ (پیرس)	2001	102	25.00	البلاغ پبلی کیشنز، N-1، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی 25
علم الاعداد (منظوم)	مختار بدری	2001	24	10.00	فکر و ذکر، 2 رحمت اللہ اسٹریٹ، کرشن گری 635002
قرآنی حرمت اور ممانعت	محمد عارف الدین	2001	96	25.00	الہدیٰ ایجوکیشن اینڈ ویلفیئر سوسائٹی، H.N. 135، سٹی پولس لین، پتلا برج، حیدر آباد 500064
قطار (شاعری)	رؤف خیر	2001	112	100.00	خیری پبلی کیشنز 19/202-10-9، رسالہ بازار گولکنڈہ، حیدر آباد 500008

بقیہ ص: 86 پر

ہمیشہ یاد رکھیئے

دیرپا اور فرحت بخش خوشبو کے لیے

حامی اینڈ کمپنی کا

o عطر مجموعہ ۹۸ o عطر نسیم o عطر زینت

o روح گلاب o جنت الفردوس o باغ بہار

دیگر تفصیلات اور ایکسپورٹ کیلئے

اس پتہ پر لکھیں:

حامی اینڈ کمپنی، جامع مسجد، ممبئی۔ ۴۰۰۰۰۲

لبوبِ جواہر

دل، دماغ اور اعصاب کو قوت دیتا ہے
صاف خون کی پیداوار بڑھا کر
چست اور تروتازہ رکھتا ہے

اکسیرِ جوش

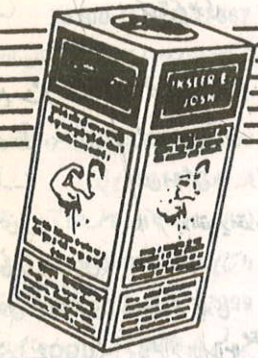

مردانہ جسمانی تھکن اور گراوٹ دور
کرکے چستی پھرتی اور طاقت بخشتی ہے

خمیرہ نقرہ

دل کی گھبراہٹ اور دماغی تھکن دور کرتا ہے

تیار کردہ: صدر دواخانہ
فیکٹری 855 کٹرہ بدّو، فراشخانہ، دہلی 110006
آفس: 7392 قریش نگر، صدر بازار، دہلی 110006
فون: 3942842, 3920350,3941759